انتساب

یہ سلسلہ نہایت فخر و مباہات کے ساتھ حسب

اجازت اعلیٰحضرت بندگانِ عالی متعالی ہز اگزالٹڈ

ہائینس آصف جاہ مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ

نواب میر سر عثمان علی خاں بہادر

فتح جنگ جی سی ایس آئی، جی سی بی خلد اللہ ملکہ

وسلطنتہ و ادام اقبالہ کے نامِ نامی و اسمِ سامی

کے ساتھ منسوب و معنون کیا جاتا ہے

Qiran-ul-Sadain
of Amir Khusro

ed. by

[illegible]

Aligarh Muslim University
Aligarh

c. 1927

مثنوی

قرانُ السعدین

مختصر فہرستِ مضامین

تمہید

مثنوی قران السعدین خسرو

نوشتہ

سید حسن برنی بی اے

ایں سخن چند کہ بخواست ست
شاعری نیست ہمہ راست ست

(از مثنوی قران السعدین)

مضمون	صفحہ

فہرست مضامین

قران السعدین

صفحہ	مضمون

صفحہ	مضمون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ اللہ! آج سے چار برس پہلے جب کلیاتِ امیر خسروؒ کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا تو ملک میں ابھی تک وہ بزرگ موجود تھے جو ماضی کو سمجھتے اور اُسے حال و مستقبل سے روشناس کر سکتے تھے۔ حالی، شبلی اور اسمٰعیل اسی کاروانِ قدیم کے سالارِ راہ تھے۔ لیکن یہ قافلہ مرحلہ پیمائی کر چکا تھا، اور اُن کے نقوشِ قدم بہت جلد اُس منزل تک پہنچنے والے تھے جس سے آگے گم شدگانِ عدم کا سراغ نہیں لگتا۔ اُس زمانے میں مولانا حالی پیرانہ سالی سے معذور اور پا برکاب تھے۔ مولانا شبلی کا قلم ابھی تک ہاتھ سے نہ چھوٹا تھا، لیکن سیاحِ اجل کمیں لگائے بیٹھا تھا۔ مولانا اسمٰعیل بھی اپنے دوسرے معاصرین کی طرح آفتابِ لبِ بام تھے۔ لیکن کمرِ ہمت چست باندھ کر منزلِ مقصود کی رہ پیمائی کے لیے آمادہ ہو گئے۔ گردشِ ارضی کے دو تین دَور وہ اس وادی میں مرحلہ پیما ہے۔ جب کہ منزلِ مقصود کے دُھندلے نشان

مولانا کی زندگی ملک کے سامنے ایک قابلِ قدر نمونہ پیش کرتی ہے۔ وہ
۱۲ر نومبر ۱۸۴۲ء کو میرٹھ کے ایک گاؤں میں جس کا "لاوڑ" نام تھا پیدا ہوئے تھے۔
۱۶ برس کی عمر میں ہی فکرِ معاش دامنگیر ہو گئی۔ سررشتہ تعلیم میں نہایت قلیل تنخواہ پر نوکری
اختیار کی۔ لیکن خداداد قابلیت نے اپنے لیے راستہ نکال لیا۔ اواخر ۱۸۹۹ء میں جب
انھوں نے پنشن لی تو وہ نارمل اسکول آگرہ میں ہیڈ مولوی تھے۔ اپنے قلم کی بدولت
انھوں نے دنیا کی ثروت اور عزت حاصل کی۔ ان کی کتبِ درسیہ جو اردو مدارس میں
عرصہ تک داخلِ نصاب رہیں لاکھوں کی تعداد میں نکلیں، اور اب تک رائج ہیں۔ گورنمنٹ
نے ان کے تعلیمی خدمات کے اعتراف میں "خاں صاحب" کا خطاب دیا جس سے زیادہ
مناسب ان کے لیے "شمس العلما" کا خطاب ہو سکتا تھا۔

وہ تعلیم کے خاص طور پر دلدادہ تھے، اور "قلمے، قدمے، درمے" ہر طرح اپنی زندگی
علم اور اشاعتِ تعلیم کے لیے وقف کر دی تھی۔ ان کی یہ تعلیمی خدمت بھی خاص طور پر یاد
رکھنے کے قابل ہے کہ مسلمانانِ میرٹھ میں (جہاں انھوں نے سکونت اختیار کر لی تھی) تعلیمِ نسواں
نے انھیں کی مساعیِ جمیلہ سے ترقی حاصل کی۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں ان کی تحریک سے مدارسِ نسواں
کا افتتاح ہوا، جن کی نگرانی انھوں نے اپنے ذمے لی، اور اخیر تک نہایت تندہی
سے اسے انجام دیتے رہے۔ علاوہ ازیں وہ ہر قسم کی مفیدِ عام تحریکوں میں حصہ لینے
کی کوشش کرتے تھے۔

وابستگانِ سلسلۂ خسروی پر ان کا بہت بڑا احسان ہے، اور ان کی خدمات

دکھائی دینے لگے تھے اور اُمید کی شعاعیں کوشش کے راستہ کو منور کر رہی تھیں، یکایک داعیِ اجل نمودار ہوا اور مولٰنا لبیک کہکر اپنے ساتھیوں سے، جو کسی قدر پہلے روانہ ہو چکے تھے جا ملے ؎

مجلسِ یاراں پریشاں شد ز بادِ تندِ دہر ✤ برگ ریزی گوئی اندر گلستاں آمدہ

سلسلۂ خسروی میں "حیات" کا قرعہ مولٰنا کے نام ڈالا گیا تھا، بعد میں مثنوی قرانُ السّعدین بھی اُن کے سپرد ہوئی۔ اُن کی عمر کے آخری ڈھائی برس اسی علمی شغل میں گذرے۔ اِس مدت میں قرانُ السّعدین پر مکمل تنقید لکھی، حیاتِ خسروی کے لیے بہت سا مواد جمع کیا اور سوانح عمری کے چند اجزا ترتیب دے لیے جن میں معز الدین کیقباد کے اخیر عہد (۶۸۹ھ) تک خسرو کے حالات درج ہیں۔ افسوس قضا نے اتنی مہلت نہ دی کہ یہ عظیم الشان علمی منصوبہ مولٰنا کے ہاتھوں سرانجام پا جاتا۔ یکم نومبر ۱۹۱۷ء کو سہ پہر کے وقت پچھتر برس کی عمر میں چند روزہ علالت کے بعد اُن کا انتقال ہو گیا۔

مولٰنا اسمٰعیل ہمارے لٹریچر کے اُن معدودے چند مربیوں میں سے ہیں جن کا نام شہرتِ عام حاصل کر چکا ہے، اور کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ وہ نثر و نظم دونوں میں ملک کے چند بہترین اہلِ قلم میں شمار ہوتے تھے۔ بچوں کے لیے اُن کا تصنیف کیا ہوا درسیات کا سلسلہ آج تک بے مثل مانا جاتا ہے، اور اُن کی اخلاقی اور نیچرل نظمیں قبولیتِ عامّہ حاصل کر چکی ہیں، اور گھر گھر پھیلی ہوئی ہیں۔

خاص تعریف کی۔ مرثیہ کا ایک بیت بہت پسند تھا جسے کئی کئی دفعہ پڑھکر سنایا ؎

"کشتگاں اُفتادہ در اطرافِ آں صحرای بنر   ہمچو صورتہا کہ در دیباے اخضر بافتند"

ایک مرتبہ فرماتے تھے کہ" امیر کے کلام میں صنایع بدایع بہت ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان تکلفات سے دوسروں کی شاعری پر بُرا اثر پڑجاتا ہے لیکن خسرو کے یہاں اکثر اسقدر بے تکلف اور بامزہ ہیں کہ اُن کی وجہ سے لطفِ شاعری بڑھ جاتا ہے"۔ مثال کے طور پر قران السّعدین سے یہ شعر پڑھا اور کئی دفعہ دُہرایا ؎

آب فُرات از تاج و قبا و کمر   تا بکمر تا بہ گلو تا بہ سر (صفحہ ۹۱)

قران السّعدین کی تنقید جو مثنوی مذکور کے ساتھ اس وقت ناظرین کی خدمت میں پیش ہے مولٰنا اسمٰعیل مرحوم کی اخیر مکمل تصنیف ہے۔ اس کے لکھنے میں مولٰنا نے پوری جانکاہی سے کام لیا ہے۔ اُن کی تحریر سلیس اور خالص اُردو کا بہترین نمونہ ہوتی ہے۔ زبان شستہ اور خیالات سلجھے ہوئے ہوتے ہیں۔ طول کلام سے وہ ہمیشہ بچتے ہیں لیکن اختصار کے ساتھ کہنے کے قابل جتنی باتیں ہوتی ہیں وہ سب بیان کردیتے ہیں یہ سب خوبیاں اس تنقید میں موجود ہیں جو ناظرین کے سامنے ہے۔

اس تنقید کے بعد قران السّعدین پر کسی مزید تبصرہ کی گنجایش نہیں ہے۔ البتہ اس مثنوی کے متعلق محض ضمناً چند متفرق امور بیان کیے جاتے ہیں جن سے یا تو تنقید کے بعض ضروری نکات کی توضیح و تشریح مقصود ہے یا اس مثنوی کے بعض تاریخی پہلوؤں پر روشنی ڈالنا مرکوز ہے۔

پورے طور پر اعترافِ خاص اور اظہارِ شکریہ کی مستحق ہیں۔ انھوں نے ابتداءً یہ علمی کام، فخرِ ملک و ملت اور شیدائے علم و فن نواب حاجی محمد اسحٰق خاں صاحب بہادر آنریری سکریٹری مدرسۃ العلوم کی فرمائش سے مخلصانہ تعلقات کی بنا پر قبول فرمایا تھا۔ آغازِ کار کے بعد مولٰنا کو اِس مشغلے سے ایسا عشق پیدا ہو گیا تھا کہ اخیر تک وہ اسی میں منہمک رہے۔

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ فرمایشی کام (خواہ اُس کی کوئی نوعیت ہو) لوگوں پر بار ہوتا ہے لیکن مولٰنا کی حالت اس کے بالکل برعکس تھی۔ اُن کے شغف کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اکثر ایامِ علالت میں بھی وہ بستر پر لیٹے لیٹے کچھ نہ کچھ خسرو کا کام کرتے رہتے تھے۔ سلسلۂ خسروی میں اُنھوں نے اپنا تمام قیمتی وقت بغیر کسی قسم کا معاوضہ قبول کیے صرف کیا، اور جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دُنیا میں بہت کم لوگ ایسا استغنا دکھا سکتے ہیں تو مولٰنا کا ایثار خاص طور پر ہمارے دل میں اُن کی وقعت پیدا کر دیتا ہے۔

راقمِ آثم کو کئی دفعہ "خسرو" کے سلسلے میں مولٰنا مرحوم کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ اُن سے ملکر بڑی روحانی خوشی ہوتی تھی اور اُن کے بزرگانہ اخلاق و علم و فضل کا دل پر گہرا اثر پڑتا تھا۔ خسروؒ کے ساتھ تعلقِ خاطر بہت بڑھ گیا تھا۔ خسروؒ کا کلام نہایت ذوق و شوق کے ساتھ سناتے تھے۔ ایک مرتبہ فرماتے تھے "خسرو عجیب و غریب شخص تھے۔ سچ یہ ہے کہ اِس سے پہلے ہم اُنھیں اتنا بڑا نہ جانتے تھے، لیکن اب جو تفصیل کے ساتھ اُن کے کلام کو دیکھنے کا موقع ملا تو معلوم ہوا کہ وہ کیا تھے"۔ ایک دفعہ وسط الحیٰوۃ سے "خان شہیدؒ" کے مرثیہ کے کچھ بند سنائے اور اس بے مثل ترجیع بند کی

(۲)

خسرو نے جس قدر مثنویاں لکھی ہیں ان کی دو جداگانہ قسمیں قرار دی جا سکتی ہیں
اوّل وہ مثنویاں جو اتباعاً لکھی گئی ہیں۔ دوم وہ مثنویاں جو طبع زاد ہیں۔ پہلی قسم میں
خمسہ کی پانچوں مثنویاں ہیں جن میں خمسۂ نظامی کا تتبع کیا ہے۔ دوسری قسم میں متعدد
چھوٹی چھوٹی مثنویاں اور قران السعدین، عشیقہ، نہ سپہر، اور تغلقنامہ داخل ہیں۔

مثنوی نگاری میں خسرو نے جا بجا اپنے آپ کو نظامی کا متبع بتایا ہے۔ اس اتباع
کی دو حیثیتیں ہیں جن میں فرق کرنا ضروری ہے۔ ایک اتباع وہ ہے جو خمسے میں کیا ہے۔
یعنی نظامی کی پانچوں مثنویوں کے جواب لکھے ہیں۔ دوسرا اتباع اس سے بالکل جدا
ہے جو محض زمانی حیثیت سے اُن پر عاید ہوتا ہے۔ ارتقائے تمدن کے دوسرے شعبوں
کی طرح لٹریچر کی تاریخ میں ہر پیچھے آنے والا پہلے آنے والوں کا پیرو ہوتا ہے۔ اس
لحاظ سے مثنوی میں خسرو نظامی کے ایسے ہی متبع ہیں جیسے نظامی فردوسی کے یا فردوسی
دقیقی کے متبع تھے۔ اس اتباع سے خسرو کی "شخصیت" پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مثنوی
نگاری میں اُن کی ذاتی خصوصیات کافی طور پر نمایاں ہیں اور غور کرنے سے صاف نظر
آجاتی ہیں اور اُن کی شاعری کو نظامی یا کسی دوسرے مثنوی نگار سے اسی طرح بیّن
طور پر متمائز کر دیتی ہیں جس طرح نظامی کی خصوصیات اُن کی شاعری کو فردوسی یا سعدی
سے جدا کرتی ہیں۔ یہ خصوصیات خسرو کی طبع زاد مثنویوں میں بدرجہ غایت غالب
ہیں۔ اسی وجہ سے طبع زاد مثنویوں کے متعلق یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ یہاں پر ان کا اتباع

سلطان محمد (سلطان شہید) کے غزوات درج ہیں۔ غرۃ الکمال میں جلال الدین خلجی کی فتوحات کی تاریخ ہے۔

چھوٹی مثنویوں کو بھی اگر شمار کیا جائے تو عہد بلبنی سے لے کر خاندانِ تغلق کے آغاز تک تقریباً پچاس برس کی ہندوستان کی مسلسل تاریخ امیر خسرو کی مثنویوں سے مرتب ہو سکتی ہے جو سند اور اعتبار کے لحاظ سے اس عہد کے متعلق قطعاً بے مثل ہے۔ یہ مثنویاں انھیں ایام میں تصنیف ہوئی ہیں جب کہ وہ واقعات پیش آئے جو ان مثنویوں میں درج ہیں، اور بیشتر واقعات خود خسرو کی چشم دید ہیں، جن کے دربارِ دہلی سے ذاتی اور خاندانی تعلقات ابتدا ہی سے استدر گہرے تھے۔

قران السعدین میں جو واقعات درج ہیں وہ تمامتر خسرو کے چشم دید ہیں۔ جس وقت کیقباد کا لشکر دہلی سے چلا ہے خسرو بھی اس کے ہمراہ تھے اور باپ اور بیٹے کی ملاقات کے وقت بھی وہ موجود تھے۔

مولنٰا اسمٰعیل صاحب مرحوم نے بدایونی کی طرح خسرو کے ایک قصیدے سے کیقباد اور ناصر الدین کی ملاقات کے وقت خسرو کی موجودگی کا قیاس کیا ہے۔ یہ قیاس بالکل صحیح ہے، اور اس کے متعلق خسرو کے دوسرے بیانات صراحت کے ساتھ موجود ہیں۔ دیوان غرۃ الکمال میں اپنے بھائی تاج الدین کے نام ایک خط ہے جس میں انھوں نے لشکرِ شاہی کے ساتھ دہلی سے روانہ ہونے اور اپنے اودھ پہنچنے کے مفصل حالات بیان کیے ہیں۔ اعجازِ خسروی میں ایک اور خط ہے جس میں کیقباد اور ناصر الدین محمود کی

ہم یہاں مختصر طور پر خسرو کی طبع زاد مثنویوں کی خصوصیات بیان کرنا چاہتے ہیں اور اسی بحث کے ضمن میں قران السعدین پر بالتخصیص نظر ڈالینگے۔ اس کو پڑھتے وقت یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان خصوصیات میں سے بعض جدا جدا دوسرے شاعروں کے یہاں بھی پائی جاتی ہیں، لیکن ان کا اجتماع جس طرح خسرو کے یہاں ہوا ہے دوسری جگہ نہیں ہے۔

سب سے پہلی خصوصیت خسرو کی طبع زاد مثنویوں کی یہ ہو کہ تقریباً تمام تاریخی مثنویاں ہیں۔ ان مثنویوں کی بنیاد واقعات پر ہو۔ محض شاعرانہ خیال آفرینی پر نہیں ہو۔ عشیقہ حسن وعشق کی ایک سچی اور دردناک داستان ہو جس میں عہد علائی اور مابعد کے مستند تاریخی حالات درج ہیں۔ نہ سپہر میں علاء الدین کے رنگیلے جانشین قطب الدین مبارک شاہ کی تخت نشینی کے بعد کے مفصل واقعات ہیں جو اُس عہد کی کسی دوسری تاریخ میں نہیں ملسکتے۔ تغلق نامہ میں خلجیوں کی بربادی اور تغلقوں کی سریر آرائی کی پوری داستان ہو۔ وسط الحیوٰۃ میں بلبن کے عہد کی مثنویاں ہیں جن میں طغرل پر فوج کشی اور بلبن کے بڑے بیٹے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۷)

جلا ئے دو صورے اوسیا ہاں
نشستہ چوں دو صورے چشم غزالاں

قران السعدین میں صفت کشتی کے اشعار صفحہ ۱۲۳ تا صفحہ ۱۲۸ کو ان اشعار سے مقابلہ کر کے دیکھو زمین آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ ...... ہندوستان میں کشتی سال کی لکڑی سے بنائی جاتی ہو۔ اس کو خسرو نے کس خوبی کے ساتھ بیان کیا ہو ع دو بحد کاصل ہے از سال خاست + گشت کیے پا و بدو سال راست۔ اس کے مقابل نیر کا شعر ہو ع بود پیرہن سالیش نیز پیاست + زشوق آب پاش ناشکیبا ست۔ اس شعر میں مصرع اولی اور مصرع ثانی میں کوئی خاص ربط نظر نہیں آتا علاوہ ازیں سال کا لفظ بالکل بھرتی معلوم ہوتا ہو وہ لطافت جو ذو معنیت کہنا چاہیے خسرو کے شعر میں اس لفظ سے پیدا ہو گئی ہو جس کے لطف نے جامی کو مدت تک سرگرداں کیا تھا۔ اس کا ذکر آگے آتا ہو۔

آخریں دردِ فراق کا اظہار اور عزیزوں دوستوں اور دار السلطنت کی یاد ہے۔

یک از غمِ دوریت چنانم — کز تن بلب آمدست جانم

تنہا منِ دل بغم نوازی — با یادِ تو در خیال بازی

دل سوختہ چون چراغ گشتہ — صد جا بدرون داغ گشتہ

در سینہ ہزار آہ و جان سوز — آہے و ہزار تیرِ دل دوز

دل رفتہ و تن بخاک ماندہ — جاں بر شرفِ ہلاک ماندہ

با آں کہ ازیں ولایتِ خوش — یارے و سہ اند نغز و دلکش

از حالِ منِ زار زردیت — عاشق شدہ ہمچو من بہ رویت

با من ہمہ انس شب و روز — دل سوختہ را قناعت آموز

نے قاصدِ تو رسد بکویم — نے باد رساند از تو بویم

کو آں بوفا بہم نشستن — دل در طرب و نشاط بستن

گہ دادنِ دُرِّ نظم چون نوش — از دُرجِ دہن بحلقۂ گوش

گاہے بہ بدیہہ دل آویز — سفتن گہرے بخامۂ تیز

گاہے غزلے جواب گفتن — گاہے سخنِ شراب گفتن

گہ جامِ نشاط نوش کردن — گہ زمزمۂ تر بگوش کردن

گہ گردنِ گشت سوے قسار — گاہے بطوافِ حوضِ سلطار

ہر شب منم و دلے و دردے — غم را بدو چشم آب خوردے

ملاقات اور اس موقع کے متعلق اپنے ذاتی حالات لکھے ہیں۔ چونکہ ان دونوں خطوں کا قران السعدین سے براہِ راست تعلق ہے اور بعض جزئیات پر ان سے روشنی پڑتی ہے اس لیے ان دونوں خطوں سے ضروری مقامات نقل کیے جاتے ہیں۔

تاج الدین زاہد کے نام

(از غرۃ الکمال)

خواند زمن خراب سینہ	خسرو کہ بندۂ کمینہ
می گوید و می نہد شغبناک	چوں قطرۂ اشک روئے بر خاک
کانروز کہ گشتم از تربتِ دُور	ق محروم شدم چو سایہ از نور
بر عزم سفر عناں کشادم	خونابہ ز دیدگاں کشادم
با لشکرِ شاہ کوچ بر کوچ	در گریہ ہمی شدم بہر کوچ
تا بعد دو ماہ از رہ دور	آمد باودھ سپاہِ منصور
سلطاں نظرے بلطف بکشاد	واقطاعِ اودھ بخانِ ما داد
شد شہر اودھ حوالۂ خاں	شد دہر ابد نوالۂ جان
با آں کہ نداشتم صبوری	افتاد سکونتم ضروری

اس کے بعد شہر اودھ کی تعریف درج ہے اور امتیاز الدین علی بن ایبک (حاتم خاں) کی توجہات کا ذکر ہے۔

ہر دم نظرے بتربیت نو	از چشم کرم بکارِ خسرو

چوں تنگ پذیر شد مقالت　　صنعت بود آں ز حسبِ حالت

یک بیت زگفتۂ نظامی　　تضمین کنم اندریں تمامی

کار الیش کرونی ز حد بیش　　رخسارۂ قصہ راکند ریش

یہ خط سہ شنبہ ۱۶ رجب ۶۸۶ھ کا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لشکر شاہی دو مہینے کے سفر کے بعد اَوَدھ پہنچا۔ جس وقت بادشاہ اپنے باپ سے مل کر دہلی کو واپس ہوا ہے، برسات کا موسم تھا، اَوَدھ پہنچنے پر اغلباً اپنے بھائی کے نام ان کا یہ پہلا خط ہے۔ خسرو محبت و الفت کا مجسمہ تھے قدرت نے انھیں درد و سوز کی غیر معمولی مقدار عطا فرمائی تھی۔ عزیزوں اور وطن کی محبت نے انھیں زیادہ دن اَوَدھ میں نہیں رہنے دیا اور اس خط کے لکھنے سے تین چار مہینے بعد ہی وہ اَوَدھ سے روانہ ہو کر ذو القعدہ ۶۸۶ھ میں دہلی پہنچ گئے۔ اس کی تفصیل آگے آئیگی۔

بنام "خداوند و برادرم ...... نجم الملۃ والدین"

(از اعجاز خسروی رسالۂ چہارم)

دوستدار یگانہ خسرو سلطانی .... برآں رائے انور ....
مصور می گرداند کہ ..... خداوند ملک ملوک الشرق وقطب ارکان الممالک
اختیار الحق والدین ..... علی ایبک سلطانی ..... از اوج ارتفاع بچشم سعادت
در کار بندہ نا ظر ست لیکن دل بندہ کہ از تاریکیِ آفتاب فراق در ہوائے

شب روز کنم ز آہِ جانسوز — زین گونہ بود شبِ مرا روز

یک شب من و دل چراغ در پیش — جانے بہزار داغ در پیش

بودیم بہم بگفت و گویت — محرم نہ کسے بجز آرزویت

گفتم کہ ازین اسیرِ بیداد — یاد آیدت یا نیایدت یاد

تا حال بدانیم کہ چونم — وز دیدہ چگونہ غرقِ خونم

روشن کندت زبانِ خامہ — حالِ من ازین فراق نامہ

ماہِ رجب و شبِ سہ شنبہ — یک ہفتہ حسابِ قمر برنہ

تاریخ ز ہجرت ار کنم یاد — بر ششصد و ہفت بود و ہشتاد

غدار شبے ز ابر تاریک — بارندہ بقطرہائے باریک

چون برشگال وقتِ باران — خیمہ زدہ ابر را سواران

بگشادہ بنالہ رعد را کام — بردہ دہلِ خروش بر بام

می گفت ترانہ ابرِ سرمست — بود آب برقص و برق می جست

باران بہوا بقطرہ سازی — قطرہ بزمین بکلفت بازی

گریہ ز من و ز ابر ہم یاد — بیرون و درون خانہ نم باد

تا وقتِ سحر قلم در انگشت — در تاریکی ہمی زدہ مشت

چون نیست تکلفے بدردم — در نامہ تکلفے نکردم

صنعت بسخن نکردم آغاز — تا قصہ نماند از غرض باز

عرصات می گشتند۔

ناگاه ذات منورِ شمس الدین و بیر نور اللہ الی یوم الدین چوں آفتاب قیامت بر سر این ذرہ آمد طلعت الشمس کشمس الطلعه از گرمی آں مہر برخود بسوختم و خونم از حرارتِ درونی بیروں جوشید۔ از احتراق طاقتِ آں نداشتم کہ سوئے او توانم دید۔ مع ہذا چشم بجمالش تیز کردم۔ آب در چشم من بگشت۔

آب در چشم بگرد د چو ببینی خورشید خاصه خورشیدے کش خانہ بود اندر چشم

دیدم کہ از عفونتِ ہوائے ہندوستان آں چشم بر آب خود نماندہ بود، بلکہ آفتاب مرا بدید و از جائے خود برفت۔ بحیلہ بسیار بجایش آوردم۔ نحوستِ کثرتِ ادوارِ روزگار در میان آورد کہ شیوۂ آبای علوی و امہات سفلی است کہ ابنائے جنس اخوانِ الشر را چوں بنات النعش از ہمدیگر متفرق و متغرب می دارد۔ قدرے از قدرِ اقتدارِ خویش بزبانِ حال لاطبسان المقال طالبے ہر چہ پوشیدہ تر کشف می کرد کہ درچہ از انچہ بود عالی شدہ بود و از برآمد دولتِ خویش اَلشَّمْسُ لَا یَخْفٰی فِی کُلِّ مَکَانٍ گشتہ رفعہ اللہ فی مشارق الارض و مغاربہا۔ ہر یکے از اصحاب را یادکرے علی العموم می کرد، علی الخصوص آں نجم ثاقب را۔

بگریہ گفت کہ آمد بسے ستارہ بچشم
ستارہ کہ مرا باید آں بچشم نیامد

دوستاں ذرّہ ذرّہ شدہ است۔ نہ در آسمان ستے نے در زمیں۔

مقرر و آں ضمیر مستنیر می گرداند کہ اندرانچہ سلطان مشرق ناصر الدین ....

والدنیا... از مقام محمود چوں تیر اعظم بر عزم کشور کشائی تیغ زناں راہ قطع

کردہ باقطاعِ اودھ در رسید ہلالِ رامش در آب سرو جون و از برج سرطان

رویت نمود...... و ازیں جانب سایۂ عنایت پروردگار جہانگیر مشرق و مغرب

معز الدنیا والدین کیقباد.... چترِ خورشید تاب ظل الٰہی را ہم برلب آب

مذکور چوں آفتاب در خانۂ ماہی مستقیم گردانید۔

آں چہ لشکر بود کز جنبیدنش	زلزلہ در چار ارکانِ زمین در گرفت
لرزۂ بیرق ز بندِ نیزہا	گوئی آتش در نیستان در گرفت
پائے در گِلِ ماند خیلِ آسماں	گرد کاندر چرخ گرداں در گرفت

روز اوّل ایں و بجز آخر بوجہ توجہ اگرچہ آئینۂ آب درمیان بود مواجہہ نمودند۔

مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لا یبغیان۔ روز دیگر قران السعدین و اجتماع

نیرین گردشِ دوران ارزانی داشتند، و برہان جمع الشمس و القمر علی الملا

مبرہن و مبین گردانیدند۔ شبہ نیست کہ بواسطۂ مباینت بینہما دیدار قیامتے افتادہ

بود۔ و قیامت ایں بود کہ رویتِ آخرت ہم بلقیہ اولی درحساب آمد۔ مگر یوم النشور

بود کہ آں دو آسمانِ رفعت آیتِ اذا الکواکب انتثرت باقلام جاریۂ مژگاں بر

صفحات وجنات می نگاشتند و جمہور خلائق بدیں باعث دراں محشر حشر کردہ دراں

چو تره تابشی که در رفعت سر بفلکِ فلک می سائید، برسید و پرسید تا کشتی
را بر لبِ آب بر کنارِ امید آشنایان بایستانند۔ تا مگر آشنایانے بر روئے آب می آمد
که آشنائی آشنائے گزشته بر آب خویش باز آورد۔ و بیشترے راندنِ کشتی از برائے
آن نجم علا بود۔ چون زمانے برآمد و بعد از زمانے چون ستارهٔ مقصود برنیامد
می گفت ؎

چگونه رانم کشتی ستاره پیدا نیست
مگر ستاره نهان شد در ابرِ دیدهٔ من

از هنگامِ طلوعِ آفتاب تا زوالِ نهار بر کرانهٔ نهرِ آن مردم دیده
را چشم می داشت و از کواکبِ مراد کسے هم در آب نمی دید ؎
آرے نتوان ستاره دیدن در روز

بر رخِ من پارهٔ از مهر بارقهٔ تمام روشن می کرد و در معاینهٔ این سرود معاینه می گفت ؎

من که شمسم همه تن مهر شدم از سر سوز
ذوقِ آن دست نهان ماند چو ستاره ز بر

بعد از انتظارِ بسیار بنده را وداع کرد و آیتِ العود خیر برخواند۔ و
دیوانِ خاص که تخلصش از نثره و شعرے سخن میگوید یادگار بکاتب سپرد، و خود
بمقرِ دولت رسانید، و نادیدنِ آن عزیز را بر تقدیرِ خدائے علیم حواله کرد۔
وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۔ بنده طالبِ تکمیر

آں روز بوقتِ غروب بمقامِ خویش باز گشت۔

روزِ دیگر ہوائے اثیر الدین محمد محمد آتارہ ازبس کہ اثیر حرقت در باطن این سوختہ ظاہر شدہ بود خویشتن را در آب زدم و گفتم نہ عزم گذار اکردم حالے گرایں خاکے از آب بگذشت سراسیمہ وار در ہوائے اثیر معلق بین السمآءِ والارضِ می رفت تا باثیر رسید۔ چوں بار ایں محیط آتش طبیعت گرم ہنگامِ نماز خفتن نبود، بہ تعجب می گفت ؎

ایں تو ئی یا بخواب می بینم

کہ بشب آفتاب می بینم

شبا روزے بدیدار آں عزیز شب را بروز و روز را شب آورده شد ؎

خجستہ روزے کاید شبے ہمی عزیزاں

پس از ہزار شب و سہ ہزار روز جدائی

الغرض روز سوم ہم از بامداد ملک الآفاق شمس الدین عزیمت کشتی کرد و بندہ خسرو کہ قایم مقام تیر است در آں کشتی باقامت بندگی راست بایستاد ؎

گرد بر چشم خیالِ یار من کشتی رواں

آفتابے بود کاں بر روئے دریا می گزشت

شک نیست کہ آں فرات جیحوں موج از بحر بالاتر بود، بلکہ از بحر می گزشت و بحر را کہ خراج گذار جود او ست از وجود او غیرت بحاصل می آمد۔ فی الحاصل نزدیک

موسمِ باراں بود چشمۂ خورشید با سرطانِ بازشانی در آمدہ و سرطانِ منقلب آبی گشتہ۔ درہمین باران و بارانِ ہمین چوں آبِ سرو بجانب آوردہ اں کردہ شدہ

ابری بارد و من می شوم از یار جدا ٭ چوں کنم دل بچنین وقت ز دلدار جدا

ابر و باران و من و یار ستادہ بوداع ٭ من جدا گریہ کناں ابر جدا یار جدا

باران آیت فَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً و بیانگِ بلند می خواند و باد و اَضحِ فِیْھَا عَیْنٌ جَارِیَۃٌ بر صحیفۂ آبِ مسلسل رواں و رواں نقش می کرد و سبزہ بخطِ ترتفسیر لِنُخْرِجَ بِہٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا بر تختۂ خاک ثبت می فرمود، و آب پیرامنِ خطِ مسلسل سبزہ جدولِ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ می کشید با چنداں آب در سوادِ بستاں

ترگشت خطِ سبزہ و لے پاک نہ شد

مردمِ چشم از شرحِ فراقِ دوستاں رشحہ میتراوید و ابر چوں ہوا خواہاں می گریست پاے مرکبم در آبِ چشمہا می لغزید، و برق چوں مسخرگاں می خندید

چگونہ برق نخندد کہ ژالہ سنگ انداز

حبابِ شیشہ گری را کشادہ کردہ دکاں

تعاطرِ قطرات از عبراتِ من حبارتی می نمود، و بارقہ برق از احتراقِ من حج قی.....

تا بریں طریق ایں خراب از معمورۂ اودھ آمد تا ایں قصۂ غصہ را بداں جناب رفیع رفع گرد فی العزۃ من شہر رجب المرجب عظم اللہ ترجیبہ سنہ سبع وثمانین وستمائۃ۔ انتظارِ قطرہ از انفِ دائر دوات آں کہ قلم شہاب

سنہ ۶۸۷ھ

و قلبِ بے سکون از اں میثاق بو ثاق آمد........

تمامت روز دریں تحیّر می بودم کہ یارب اگر مجلسِ شمسی آں نجم علا بچشم آمدی نور اً علی نور بودے۔

روزِ دیگر بدرِ منیر مملکت را از حضیضِ مشرق بادجِ ارتفاع رجعت افتادہ و اعلامِ اعلیٰ برسمتِ دار الملکِ جلال منزل بمنزل برطریقے سریع السیر گشت کہ در ہیچ منزل باآں نجم مقابلۂ سعادت میسّر نگشت کہ سوختگیِ شمس و اثیر دیدہ بر روئے آب آوردے

سوزے کہ بسینہ دارم آخر روزے
درخدمتِ تو بروئے آب آرد چشم

ہم در اثنائے راہ مخدومِ بندہ بمنزلتِ اقطاعِ اودھ شرفِ دست بوسی یافت بندہ کہ چوں عطارد در شعاعِ آں آفتاب ست نتوانست کہ بخانۂ خویش راجع شود ضرورت باستقامتِ آں طرف نہاد۔ ملکِ بے مثال بطلبِ مثالِ ولایت بر موافقتِ رکاب فرقد سائے اعلیٰ منطقہ جوزا برمیان بست و در ظلِ ظلیل ہمائے ہمایوں چتر کہ نسرِ طائر سایہ نشینِ اوست، طیراں نمود۔ و بندہ را کہ بلبلِ حدیقۂ عدالت ست باز گردانید۔ باشارت رائے مختار اختیارے از اتصالاتِ کوکبۂ اصحابِ لشکر نقلِ ضروری اختیارے افتاد و بہ ظلمتِ ہندوستان کہ اقلیمِ زحل ست ہبوط کردہ شد۔

شہزادہ سلطان محمد (سلطان شہید) کے دربار سے تعلق ہو گیا اور اس کے ہمراہ پانچ برس تک ملتان رہے۔ شہزادۂ مذکور کی شہادت کے بعد کوئی دو سال گوشہ نشینی میں گذارے اب اس موقع پر جب دہلی اور لکھنوتی کے لشکر اودھ میں ملے تو برسوں کے بچھڑے ہوئے دوست آپس میں بغلگیر ہوئے۔ اس دوران میں شمس الدین دبیر کا تقرب سلطان محمود کے یہاں بہت کچھ بڑھ گیا تھا چنانچہ سلطان محمود نے جس وقت بار بک کی پاس (جو لشکر کیقباد کے ہراول کا سپہ سالار تھا) پیغام بھیجا ہے تو شمس الدین دبیر کو اسی متعین کیا تھا۔

قران السعدین میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے۔

تیغ زنِ مشرق از آں سوی آب	تیغ برون آختہ چوں آفتاب
جُست سوے کہ گزارد پیام	ہر چہ بگویند بگوید تمام
گر سخن از صلح بود یا نبرد	کم نکند ہیچ زنیرو ے مرد
دید کہ کس نیست ز برنا و پیر	در خورِ ایں کار چوں شمس دبیر

یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ خسرو کے معاصرین میں شمس دبیر کا مشہور ادبا اور شعرا میں شمار ہوتا تھا۔ چنانچہ اس موقع پر رخصت کے وقت شمس دبیر نے اپنے عزیز دوست کو اپنا دیوان بطور یادگار دیا ہے بدایونی نے منتخب التواریخ میں شمس دبیر کا کچھ کلام نمونتہً درج کیا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۶۹ منتخب التواریخ مطبوعہ نولکشور)

دوسری خصوصیت خسرو کی طبعزاد مثنویوں کی یہ ہے کہ ان میں واقعیت

سیر بجاری احوال جاری دارد، و اخبارِ متواتر را کہ موجبِ علمِ قطعی ست

چوں کتابی کہ از بالا آید فرود فرستد، و از درجہ محبت دقیقہ افرو نگزارد۔ مدارجِ

ارتقاءِ بعتبۂ علیا مدرج باد۔ آمین۔

یہ خط قران السعدین کے اصل واقعہ سے تعلق رکھتا ہے۔ مضمون سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کیقباد اور محمود کی ملاقات کے موقع پر مکتوب الیہ کے آنے کی توقع تھی لیکن وہ کسی وجہ سے وہاں نہیں پہنچ سکا۔ یہ خط یکم رجب ۶۸۶ھ اور پچھلے خط سے پندرہ روز پہلے کا لکھا ہوا ہے جس میں خسرو نے خاص طور پر اپنے دوستوں شمس الدین دبیر اور قاضی اثیر الدین سے ملاقات کے واقعات بیان کیے ہیں۔

نانا کے مرنے کے بعد جس وقت خسرو کا ملک چھجو کے یہاں تعلق ہوا ہے ان دونوں سے اسی زمانے میں دوستانہ تعلقات پیدا ہوئے تھے۔ شمس الدین اور اثیر الدین سلطان ناصر الدین (بغرا خاں) کے مصاحب تھے اور اکثر اس کے ہمراہ ملک چھجو کے یہاں جو سلطان مذکور کا چچازاد بھائی تھا آتے اور شعر و سخن میں خسرو کے حریفِ مجلس بنتے تھے۔ اس کے بعد جب خسرو نے سلطان ناصر الدین کے یہاں ملازمت اختیار کی تو دونوں سے تعلقات اور زیادہ ہوگئے۔ جس وقت مہمِ طغرل کے بعد سلطان بلبن نے بغرا خاں کو لکھنوتی (بنگال) کا حکمراں مقرر کیا تو خسرو اور اثیر الدین اور شمس الدین شاہزادہ مذکور کے ہمراہ تھے۔ وطن اور عزیزوں کی محبت میں خسرو تو دہلی چلے آئے، لیکن ان کے دونوں دوست شاہزادہ مذکور کے ساتھ لکھنوتی رہ گئے۔ خسرو کا دہلی پہنچنے کے بعد

بلبن کے انتقال اور اپنے بیٹے کیقباد کی تخت نشینی کی خبر پاکر اور اپنے آپ کو تختِ دہلی کا وارثِ حقیقی سمجھکر ہندوستان پر لشکر کشی کرتا ہی۔ باپ کی لشکر کشی کی خبر سنکر بیٹا بھی اپنی فوج لیکر دہلی سے بڑھتا ہی۔ شہر اودھ کے قریب سرجو ندی کے کناروں پر دونوں لشکر صف آرا ہوتے ہیں لیکن باہم نامہ و پیام کے بعد صلح ہو جاتی ہی اور باپ بیٹے سے آکر ملتا اور اُسے اپنے ہاتھ سے تخت پر بٹھا دیتا ہی۔ یہ بظاہر کوئی اہم یا عظیم بالشان واقعہ نہیں ہی۔ لیکن شاعر کی سحر کاری دیکھو، مواد کی کمی اور واقعہ کی قلیل الفتاحی کو "وصف نگاری" کے پردے میں اس طرح چھپایا ہو کہ قصّے کی بے مائگی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

جس چیز کو خسرو نے "وصف نگاری" کے لفظ سے تعبیر کیا ہی وہ حقیقت میں واقعہ نگاری ہی جس کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا ہی۔ انتخابِ جزئیات اور تفصیلِ کوائف یہ دونوں اجزا وصف نگاری کی جان ہیں اور فارسی میں اس مثنوی سے بڑھکر شاید کہیں موجود ہوں۔

جس وقت ناصر الدین کی فوج کشی کی اطلاع دہلی پہنچتی ہی، سردی کا موسم ہی۔ کیقباد دار السلطنت سے شکار کے لیے باہر آتا اور فوج کا معائنہ کرتا ہوا قصر کلوکھری پہنچ جاتا ہی اور وہاں جشنِ شاہی مناتا ہی۔ یہ داستان کے ابتدائی واقعات تھے، لیکن یہاں تک پہنچتے ہوئے مثنوی کا پڑھنے والا دار السلطنت کی سیر کر چکا ہی۔ اُسے موسم کی پوری کیفیت معلوم ہو چکی ہی، بادشاہ کے جلوس اور شکار گاہ کا نظارہ دیکھ چکا ہی اور رنگیلے بادشاہ کی محفلِ نشاط کا پورا سین اس کی آنکھوں میں پھر گیا ہی۔ وہ جانتا ہی کہ دہلی جمنا کے قریب

کا سررشتہ کمال احتیاط کے ساتھ برقرار رکھا گیا ہے۔ امیر داستان کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ شاعری کے ساغر میں حقیقت ہمیشہ عریاں نظر آتی ہے۔ اس خصوصیت کا خود انھیں بھی پورا احساس تھا اور اس کی طرف انھوں نے فخر کے طور پر جابجا اشارہ کیا ہے۔

اس خصوصیت کے دو پہلو ہیں اوّل یہ کہ واقعات صحت کے ساتھ بیان کیے جائیں، دوسرے یہ کہ بیانِ واقعات میں انتخابِ جزئیات اور تفصیل کو انفت پر کامل دستگاہ ہو۔ خسرو کی مثنوی نگاری میں یہ دونوں پہلو بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں۔ اُن کی معلوماتِ عامّہ غیر معمولی ہیں اور ان معلومات سے شاعرانہ مصوری میں پوری طور سے کام لینا آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف تو شاعرانہ سحر کاری کے باوجود اُن کا کلام حقیقت سے متجاوز نہیں ہوتا اور دوسری طرف اس میں وہ تمام جزئیات موجود ہوتے ہیں جو شاعرانہ مصوری میں تصویر کشی کے خطوط اور رنگ آمیزی کے قایم مقام ہوتے ہیں۔

پہلی خصوصیت اور دوسری خصوصیت کی اجتماع کی وجہ سے خسرو کی مثنوی نگاری کو "تاریخی نقاشی" سے تعبیر کرنا بے جا نہ ہوگا۔

واقعیت کی خوبی ان دونوں لحاظ سے قران السّعدین میں کامل طور پر پائی جاتی ہے۔ کُل قصّے کی کائنات صرف اسقدر ہے کہ بلبن کے انتقال کے بعد اس کا پوتا کیقباد تختِ دہلی پر متمکّن ہوتا ہے۔ کیقباد کا باپ ناصر الدین محمود لکھنوتی میں حکمراں ہے۔ وہ اپنے باپ

ہیں جس کمال کا اظہار کیا ہی وہ محتاجِ بیان نہیں۔

تیسری خصوصیت جو خسرو کی شاعری کا مابہ الامتیاز ہی اور جو مثنوی نگاری کی جان ہی وہ نفسانیات کا صحیح ادراک ہی۔ جس طرح ایک ڈرامانگار یا ناول نویس کے لیے ضرورت ہی کہ وہ اشخاصِ قصہ کی شخصیتیں قایم کرے، انھیں شروع سے اخیر تک برقرار رکھے، اور حالات و واقعات سے ہر موقع پر ان کی داخلی کیفیات مترشح ہوتی اور اُن کو ایک دوسرے سے متاثر کرتی ہوں، اسی طرح مثنوی نگاری میں جہاں موقع پیش آئے یہ حفظ و تفریقِ اشخاص لابد ہی اس کے بغیر مثنوی میں روح پیدا نہیں ہو سکتی فارسی لٹریچر میں بہت کم مثنویاں ہیں جو اس معیار پر پوری اُترتی ہیں۔

خسرو کو تاریخی مثنویوں میں اس خصوصیت کے پورا کرنے کے لیے یہ موقع حاصل تھا کہ اشخاصِ قصہ اُن کے پیشِ نظر تھے اور وہ ان کو نہایت اچھی طرح جانتے تھے، لیکن اس سے اگرچہ یہ فائدہ ہوا کہ انھیں تخیل کی مدد سے اشخاصِ قصہ کو پیدا کرنا نہیں پڑا جیسا کہ افسانی میں کرنا پڑتا ہی، لیکن تحفظِ شخصیت کوئی سہل کام نہیں ہی، اور جب تک ادراکِ نفسانیات کے ساتھ شاعر کی قوتِ مصورہ نہایت تیز نہو یہ میدان پے سپر نہیں ہو سکتا۔

دوسری اور تیسری خصوصیت در اصل "واقعیت" کے دو پہلو ہیں، خارجی اور داخلی۔ خارجی حالات کا احساس اور ادراک بہ نسبت نفسِ انسان کے پیچیدہ اور مخفی کیفیات کے بہت زیادہ سہل ہی، لیکن جس طرح کسی شخص کی صورت دیکھ لینا اس کو واقعی طور پر جاننے کے لیے کافی نہیں ہی اسی طرح کسی قصہ یا داستان میں محض باہر کی اور اوپری چیزیں اشخاصِ قصہ

واقع ہے۔ اُس میں تین حصار ہیں، وہاں پر مسجدِ جامع، منارہ، ماذنہ اور حوضِ شمسی
دلچسپ مقامات ہیں اور شہر نہایت آباد اور پُر رونق ہے۔ سردی کے زمانے میں جو خاص
تبدیلیاں پیش آتی ہیں وہ سب اُس کے سامنے ہیں اور اس طرح کہ وہ گویا موسم کی کیفیت
کو محسوس کرنے لگتا ہے۔ لمبی راتیں، چھوٹے دن، برف باری اور آگ کی گرم بازاری،
گرم اور موٹے کپڑوں کا استعمال، مُنہ سے بھاپ نکلنا وغیرہ یہ سب وہ کیفیات ہیں جنکا
خیال آتے ہی جاڑے کا موسم محسوس ہونے لگتا ہے۔ غرض اسی طرح پر ایک ایک واقعہ
بیان کیا گیا ہے۔ اس مثنوی کا پڑھنے والا کسی ملک کا رہنے والا کیوں نہو وہ واقعات
کے ساتھ حالاتِ ماحول اور مناظر کا پورا سماں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوا جاتا ہے۔ اس واقعہ
نگاری کی بدولت اُس عہد کے تمدن کی جزئیات پر ایسی روشنی پڑتی ہے جو دوسری جگہ
نظر نہیں آتی۔ دربار، جلوس، مجلسِ شاہی اور فوجی نظام کی گویا چلتی پھرتی تصویریں دکھائی
دینے لگتی ہیں۔

مناظرِ فطرت کی مصوری بھی اگرچہ ایک جُداگانہ خصوصیت قرار دی جاسکتی ہے
اسی خصوصیت کے جس سے ہم بحث کر رہے ہیں تحت میں داخل ہے۔ اس میں خسرو کو امتیاز
خاص حاصل ہے اور اس لحاظ سے میرے خیال میں دنیا کے بہت تھوڑے شاعر اُن کے
پہلو بہ پہلو ہیں۔ یہ بحث بہت زیادہ تفصیل کی محتاج ہے لیکن یہاں محض اس کی طرف اشارہ
کر دینا کافی ہے۔

مثنوی قران السعدین میں تمام موسموں کی کیفیات اور مختلف اشیا کے اوصاف

جھلک نظر آنے لگتی ہے۔

اس مثنوی میں مرکزی شخصیت کیقباد ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ وہ ایک نوجوان بادشاہ تھا جو تمامتر عیش و عشرت کا دلدادہ تھا۔ خسرو نے اگرچہ ایک مورخ کی طرح عیب جوئی کے نقطۂ نظر سے یہ نہیں کہا کہ بادشاہ ہوا و ہوس میں گرفتار اور دنیا و مافیہا سے بے خبر تھا، لیکن ہماری مثنوی عشرت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی اور سراپا مرقعِ عیش بنی ہوئی ہے۔

جیسا کہ مولانا اسمٰعیل نے لکھا ہے "حضرت خسرو کو ممدوح بھی خوش قسمتی سے ایسا ہاتھ لگا ہے کہ ساقی و مغنّی و شاہد و بادہ و ساغر کا ذکر محتاجِ تکلف نہیں بلکہ اس کی بزم عیش کا ایک معمولی ہنگامہ ہے۔"

حقیقتِ حال یہ ہے کہ خسرو کی تمام تصانیف بالخصوص مثنویوں کو اس عہد کا آئینہ کہا جا سکتا ہے جس میں وہ لکھی گئی ہیں۔ ایک سچے شاعر کا قلب کیفیاتِ اثرہ اور حالاتِ ماحول سے بہ نسبت دوسروں کے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ اس کے جذبات جلد مشتعل ہوتے اور معرضِ اظہار میں آ جاتے ہیں۔ عہد علائی کی مثنویوں میں اُس عظیم الشان عہد کی ہر جگہ پر جھلک پڑتی ہے۔ اسی طرح نہ سپہر میں علاء الدین کے عیش پسند جانشین قطب الدین مبارک شاہ کی تفریح، صید افگنی اور بزم آرائیوں کا فوٹو سامنے آ جاتا ہے جو خلجیوں کی بربادی کی اسی طرح پیشینگوئی کرتا ہے جس طرح کیقباد کی عیاشیاں سلاطین غلامان کے خاندان کی تباہی کا پتہ دیتی ہیں۔

اسی خصوصیت کے تحت میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ غزلیات داخل ہیں

سے حقیقی واقفیت کے لیے کافی نہیں۔

قصہ کا پڑھنے والا کتاب ختم کرنے کے بعد قدرتاً یہ خیال کرتا ہی کہ اشخاصِ قصہ کس حد تک اس کے ذہن میں مرتسم ہیں اور وہ اُن کے باطنی حالات، اخلاق و عادات اور رجحانات اور خیالات سے کس حد تک آگاہ ہی۔ مصور اور شاعر میں ایک بڑا فرق ہی کہ اوّل الذکر تمامتر خارجی اور محسوس مناظر سے باطنی کیفیات کی جھلک دکھاتا ہی، برخلاف اس کے شاعر بیشتر داخلی پہلو کو لے کر چلتی پھرتی اور جیتی جاگتی ہستیاں ہمارے سامنے پیش کرتا ہی۔

واقعیت کے دونوں پہلو کو ملحوظ رکھنا اور اُن کو کامیابی کے ساتھ شاعرانہ نقاشی میں قائم رکھنا چنداں آسان نہیں ہی۔ معلوم ہوتا ہی کہ خسرو شاعری کی اس دشواری سے خوب واقف تھے۔

ایک جگہ قران السعدین میں لکھتے ہیں۔

این سخن چند کہ بیجا است ست	شاعری نیست کہ ہم راست ست
گرچہ چنیں راست نباید نہفت	"راست بسے ہست کہ نتوانش گفت"

اگرچہ قران السعدین میں اشخاصِ قصہ کی تعداد نہایت ہی قلیل ہی، کیقباد، محمود اور چند دیگر اشخاص لیکن حفظِ شخصیات کا اس میں پورا التزام ہی۔ اس کا پورا لطف اس موقع پر آتا ہی جہاں باپ اور بیٹے کے مابین نامہ و پیام ہوتے ہیں اور اس کے بعد صلح ہو کر خلوت میں ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ یہاں گویا ڈراما کی (جس میں شخصیت کا کامل التزام ہوتا ہے)

باپ بیٹے میں صلح ہو کر ملاقات کی سلسلہ جنبانی ہوتی ہے۔

بلاغ سایۂ بید ست و آب در سایہ
از یں پس من و جانان و خواب در سایہ (صفحہ ۱۳۶)

باپ بیٹے میں ملاقات ہوتی ہے۔

خرّم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد
آرزو مند نگارے بہ نگارے برسد (صفحہ ۱۵۲)

وقتِ وداع ہی باپ اور بیٹا جدا ہوتے ہیں۔

آرامِ جانم می رود۔ دل را صبوری چوں بود الخ (صفحہ ۲۱۰)

مفارقت کے بعد کی بیقراری اور یاد۔

سخت دشوار ست تنہا ماندن از دلدارِ خویش
با کہ گویم حالِ تنہا ماندنِ دشوارِ خویش (صفحہ ۲۱۶)

بادشاہ عازمِ دار السلطنت ہوتا ہے۔

باز ابرِ تیرہ از ہر سوے سر بر می کند الخ (صفحہ ۲۲۰)

بادشاہ دار السلطنت پہونچتا ہے۔

عمرِ گذشتہ مرا باز کہ جاں باز آمد الخ (صفحہ ۲۳۲)

کتاب ختم ہو گئی بادشاہ کی خدمت میں شرفِ قبول کی درخواست ہے۔

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می برد پیغامِ کالبد بسوے جاں کہ می برد (صفحہ ۲۵۵)

جو قران السعدین میں مختلف مقامات پر تضمین کی گئی ہیں۔ ان غزلوں کی خاص خوبی یہ ہی کہ سب حسبِ حال ہیں۔ جس داستان کے بعد آتی ہیں دہ اصلی حیثیت سے پچھلے واقعات کا اعادہ کرتی اور اگلی داستان کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

مثلاً موسمِ سرما ہی کیقباد لشکر کی تیاری کا حکم دیتا ہی:-

شد ہوا سرد کنوں آتشِ خرگاہ کجاست (صفحہ ۴۷)

مقطع میں اگلی داستان "جنبشِ شاہ زدہلی زپے کین پدر" کی طرف ایک لطیف اشارہ ہی جس کا مصرعۂ اولی ساری داستان کا خلاصہ ہی ؎

عزم جج دارد خسرو نے تو بر عشق
توشہ اینک غمِ دل بارگہِ شاہ کجاست (صفحہ ۴۸)

بادشاہ دار السلطنت سے روانہ ہو کر عازمِ شہر ہوا ہی۔

"سوار چابک من باز عزم لشکری دارد" (صفحہ ۵۷)۔

موسم بہار آتا ہی بادشاہ گل و بلبل کے ساتھ دادِ طرب گستری دیتا ہی ؎

(۱) آمد بہار دشت چمن لالہ زار خوش الخ (صفحہ ۴۲)

(۲) گل امروز تا آخریں شب مست بر ست الخ (صفحہ ۸۶)

(۳) دوش ناگہ بن دل شد آں سہ بر سید الخ (صفحہ ۹۰)

لشکرِ شاہی فتحمند واپس آتا اور مغل قیدی پامال ہوتے ہیں۔

تیغ برگیر تا زِ سر بر ھم
تیر بکشائے کز نظر برھم (صفحہ ۹۹)

تخیل، واقعیت، سوز، رقت اور رقص پایا جاتا ہے وہ ہمیں کہیں نہیں ملتا۔ قران السعدین کی غزلیات وسط الحیوۃ کے اخیر زمانہ اور غرۃ الکمال کے ابتدائی ایام سے تعلق رکھتی ہیں یہ اُن کے انبساط اور جوش کا زمانہ ہے قران السعدین کی غزلیات کے متعلق خود خسرو نے بھی تعریف کی ہے۔

ہر غزلے ہمشیرۂ عشاق کُش (صفحہ ۲۳۶)

جیسا کہ مولنا اسمٰعیل نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے یہ غزلیں حالیہ ہیں۔ علاوہ ازیں مثنوی کی بحر ظاہر ہے کہ شروع سے اخیر تک ایک ہے۔ بیچ میں مختلف بحروں کی غزلیات شامل ہو جانے سے ایک خاص قسم کا تنوع پیدا ہو گیا ہے جس سے تازہ بتازہ نو بنو کی لذت حاصل ہوتی ہے۔

خسرو کی مثنوی نگاری کی چوتھی خصوصیت جدت اختراع اور طرفہ آفرینی ہے اُن کی طبیعت کا سب سے زیادہ میلان ایجاد کی طرف تھا۔ ہر صنف میں اس کے شواہد موجود ہیں جیسا کہ اُنھوں نے خود بیان کیا ہے اُن کی نثر تمام تر اُن کی جدت آفرینی کا نتیجہ ہے۔ رباعیات و قطعات میں وہ کسی کے مقلد نہیں۔ قصائد، مثنوی اور غزل میں وہ اپنے آپ کو دوسروں کا پیرو بتاتے ہیں، لیکن اس تقلید میں بھی اُنھوں نے اپنی حریت ذہنی اور اختراعات کے لیے پورا میدان پیدا کر لیا ہے۔ صنایع اور بدایع میں اُن کی جدت پسند طبیعت نے ایجادات کے انبار لگا دیے ہیں۔

[1] دیکھو اعجاز خسروی [2] دیکھو دیباچہ غرۃ الکمال [3] دیکھو اعجاز خسروی دیباچہ تحفۃ الصغر دیباچہ وسط الحیوۃ اور دیباچہ غرۃ الکمال وغیرہ

الغرض مسلسل تمام داستان کی کیفیات جو واقعات کے لحاظ سے شاعر کے قلب پر وارد ہو سکتی ہیں، ان غزلیات کے ذریعہ بیان کر دی گئی ہیں۔ گویا شاعر نے مجرّد جذبات کے لباس میں تمام قصہ ہی کو بیان کر دیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جس چیز پر لفظ شاعری کا سب سے زیادہ اطلاق ہو سکتا ہے وہ صنف غزل ہے۔ مِل نے کیا خوب کہا ہے کہ شاعر کے بیان کا مابہ الامتیاز یہ ہے کہ وہ جذبات میں سرشار دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر نواسنج ہوتا ہے اور اس کا بیان دوسروں کی طرف خطاب نہیں ہوتا، وہ غم و غصہ شوق و مسرت سے بیتاب ہو کر ترنم کرتا ہے۔ جس طرح بلبل اپنے چمن میں خوش منہمک اور صحنِ باغ کے بسمل اور وارفتہ سامعین سے بے خبر ہوتی ہے اسی طرح شاعر اپنے جذبات اور واردات قلبی کا اس طرح اظہار کرتا ہے کہ گویا وہ سامعین سے بے نیاز اور بے خبر ہے۔

اس معیار کو پیش نظر رکھو اور قران السعدین کی غزلیات کو جانچو۔ یہ غزلیات جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں مناسب موقع لکھی گئی ہیں گویا خارجی واقعات کو مجرد جذبات کا جامہ پہنایا گیا ہے۔

شاعری کی صنف غزل میں خسرو کو جو امتیازِ خاص اور قبولِ خاطر حاصل ہے محتاجِ بیان نہیں۔ وہ غزلسرائی میں سعدی کے تتبع ہیں لیکن ان کا غزلیات میں ایک خاص رنگ پایا جاتا ہے۔ سعدی کے سامنے رکھنے سے معلوم ہو گا کہ کلام کی سلاست اور شیرینی اور جذبات کی پاکیزگی دونوں کے یہاں موجود ہیں لیکن خسرو کی غزلیات میں جو طرفگی،

داں کہ بہ تقلید نشست اندریں   نشنوم از خود کہ دم آفریں (صفحہ ۲۴)

حقیقت یہ ہی کہ یوں تو انسان کی تمام ذہنی قوتیں وہبی ہوتی ہیں اور کوشش سے اُن میں صرف محدود ترقی ہو سکتی ہی، لیکن غالباً قوائے دماغی میں سب سے زیادہ غیر اکتسابی وہ قوت ہی جسے "تخیل" کہتے ہیں اور جو شاعری کے لیے خاص طور پر بمنزلہ روح رواں ہی۔ شاعر اسے ماں کے پیٹ سے لیکر آتا اور اسی طرح اپنے ساتھ لے جاتا ہی۔ دوسرے لحاظ سے ممکن ہی کہ اس کے کلام میں روز بروز ترقی ہوتی جائے۔ مثلاً اس کی الفاظ زیادہ شستہ اور بندشیں زیادہ چست ہو جائیں لیکن تخیل کی مقدار تقریباً ہمیشہ معین رہتی ہی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک بڑے شاعر کے کلام میں عہدِ طفولیت میں پیرانہ پختگی اور عہدِ پیری میں طفلانہ تازگی پائی جاتی ہی۔

خسرو کے کلام پر ایک غائر تاریخی نظر ڈالنے سے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہی خوش قسمتی سے اُن کا تمام کلام ہر ہر دور کا جدا جدا محفوظ ہی۔ بڑی مثنویوں میں قران السعدین پہلی مثنوی ہی لیکن چند چھوٹی مثنویاں ہی جو انھوں نے اس سے پہلے لکھی تھیں محفوظ ہیں۔ ذیل میں ہم اُن کی دو ابتدائی مثنویوں سے ایک ہی مضمون کے متعلق انتخابات پیش کرکے قران السعدین سے مقابلہ کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ ابتدا ہی سے خسرو کے تخیل کی کیا حالت تھی۔

مضمون مغلوں کی ہجو ہے جس میں خسرو نے قران السعدین میں بڑا زورِ قلم دکھایا ہی (دیکھو صفحہ ۹۲-۹۵)۔ یہ مثنوی اُن کے مربی سلطان محمد کی شہادت اور خود امیر کے

مثنوی قران السعدین میں جو خود جدت کا نمونہ ہے وہ فرماتے ہیں۔

چند گہم بود بدل این خیال　　　تازہ کنم ہر صفتے را جمال
بود در اندیشۂ من چند گاہ　　　کز دلِ دانندۂ حکمت پناہ
چند صفت گویم و آلش دہم　　　جمعِ اوصاف خطالش دہم
طرزِ سخن را روشِ نو دہم　　　سکّۂ این ملک بخسرو دہم
نو کنم اندازِ رسمِ کہن　　　پس روئ پیشِ روانِ کہن (صفحہ ۲۲-۲۳)

آنچہ ز سرجوشِ دلِ نقشبند　　　ق　　　معنیِ نو بود و خیالِ بلند
موئے بمو لیش بہ ہنر بیختم　　　پختہ و سنجیدہ در و ریختم
وصف نہ زاں گو نہ شد از دلِ و　　　کاں دیگرے را بدل آید کہ چو
ہر صفتے را کہ برانگیختم　　　شعبدۂ تازہ در و ریختم
نیست زکس لولوے لالائے من　　　ثروت بہ میں ز رتۂ دریائے من
نکتۂ من گوہرِ کانِ من ست　　　زانِ کسے نیست از آنِ من ست
دُزد نیم خانۂ بُرِ دیگرے　　　خانہ کشادہ ز درِ دیگرے
مایۂ ہر دُزد کہ در عالم ست　　　گرچہ فزون ست بقیمت کم ست (صفحہ ۲۳۰-۲۳۱)

آن کہ شناسندۂ این گوہر ست　　　گر ہمہ نفریں کند م در خور ست

پوستیں پوشیدہ و بے پوستینے
در گریز از غازیانِ دوستینے

گشت پیلے گو ہمہ بر بانگِ نے
ہمچو زناں نوحہ کناں پے بر پے

نالۂ ناخوش ہمی بر داشتہ
مستِ آوازِ پیلے بر داشتہ

گویاں نغمۂ بے برگ نے بانی
لافش نیز بزرگ استخوانی

زیں پلہ گردانِ نافرخندہ پے
جاں پلہ کردہ بآوازِ پیلے

سر تراشیدہ ز بہرِ قلم
زاں قلم انگیختہ خذلاں رقم

بستہ پرِ بوم را بالائے سر
سر تراشیدہ چو بیضہ زیرِ پر

از سنگِ پیش خراش خوردہ
ہم از سرِ خود تراش کردہ
مشتے پرِ بوم کردہ در سر
بسیار ز بوم شوم رو تر

رخنہ شدہ طشتِ سر از چشمِ تنگ
دیدہ در انداختہ در رخنہ سنگ

چشم شاں در رخنہ ناپیدا شدہ
ہر کہ دیدہ رخنہ شاں شیدا شدہ

چوں شیشۂ چشم ازرق و تنگ
در سختی اگر صفت کنم سنگ

دیدہ ہائے در شدہ اندر مغاک
گوئی نشستہ ہست اندر گردہ ہاک

از رخ تا رخ شدہ بینی پہن
وز کُلہ تا کلہ لب الب دہن

بینی پست و نخشش از دو دوال
ہمچو غوکے بر سرِ آبے رواں

بینی پر رخنہ چو گورِ خراب
یا چو تنورے کہ ز طوفانِ آب

مغلوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو جانے کے کوئی چار پانچ برس بعد کی ہی۔ اس کے لکھتے وقت اُن کا غم و غصہ جس قدر جوش میں ہوگا ظاہر ہی۔ دوسری مثنوی ۶۸۲ھ یعنی قران السعدین سے کوئی چھ برس پہلے اور حوادثِ مذکورۂ بالا سے ایک سال قبل کی تصنیف ہی۔ تیسری مثنوی سلطان محمد کی ملازمت اختیار کرتے وقت غالباً دوسری مثنوی سے تین چار برس پہلے کی ہی۔

قران السعدین

(۶۸۸ھ)

کافرِ تاتار بروں از ہزار
گروہ دگر گونہ باشتر سوار
سخت سرانے بوغا سخت کوش
ہر ہمہ پولاد تن و پنبہ پوش
اصل ز سنگ لیک ز رگ استخواں
گر بہ بخی شدہ بر رفتہ خواں

مثنوی

(۱۱ر رمضان ۶۸۲ھ)

در تگاپو چوں سگِ لقمہ ربا
آفتِ نان و بلائے شوربا
ہر زمانے گر ہمہ باشند سیر
سرنگوں افتند از بالا بزیر

دو گمہ بر۔ لیک[1] بر پشت جمل
گندگی را جائے کردہ در بغل

مثنوی

(جو غالباً سلطان محمد کی ملازمت اختیار کرتے وقت لکھی تھی)

قومے ہمہ گربہ چشم سگسار
چوں گرگ درندہ آدمی خوار
ہمہ بوزنہ وار نا دقا جوے
ہم پوست سگے کشیدہ بر روے
چوں سگ ہمہ زرد وال ماندہ
چوں بوزنہ در جوال ماندہ
تا چند رہ سگی سپردن
یا بوزنہ را انگشت بردن
زشتے دگلاں دو گلہ پوشاں
قربو قربو زناں و جوشاں

[1] یہ لفظ نسخۂ منقول عنہ میں مشکوک ہی۔

خوردہ سگ و خوک بدندان بہ — رو ترش چوں سرکہ تتماج شوے

ہر ہمہ دندان خرد بے خرد — وز ترش خوئی ہمہ تتماج روے

(صفحہ ۹۳-۹۵) — موش خواران و دندہ موش دا

گشتہ صحرا پر ز رشتے موش خوا

مائدہ شاں از خورشِ زشت تر — ہر کہ با ایشاں معاذ اللہ نشست — گندہ دہنان و گندگی دوست

واں کہ بیند قیش آید بہ پے — قے کند در ساعتے از بوئے زشت — خوکی و سگی کشیدہ در پوست

تینوں جگہ ایک ہی قسم کی ہجو ہے۔ شاعرانہ تخیل نے ایک نفرت انگیز تصویر کے خط و خال ہر جگہ یکساں طور پر کھینچے ہیں۔ جس طرح ایک ظریف مصور کسی شخص کی مضحکہ انگیز تصویر بناتے وقت اُس شخص کی مشابہتِ تامہ قایم رکھتا ہے، اسی طرح ایک باکمال شاعر محبت و نفرت کے جذبات سے متاثر ہو کر جو تصویر پیش کرتا ہے وہ اصلیت سے متغائر نہیں ہوتی البتہ اس کے وارداتِ قلبی کے لحاظ سے یہ تصویر کبھی دلکش اور کبھی نفرت انگیز ہوتی ہے۔

خسرو نے مغلوں کی تصویر جس طرح کھینچی ہے اس سے شاعر کی انتہائی دلی نفرت کا اظہار ہوتا ہے۔ لیکن دیکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ اُن کی جن جن چیزوں کو استہزا کے لیے منتخب کیا ہے وہ واقعی ہیں محض قیاسی نہیں ہیں اور اُن جزئیات کو ملا کر جو اس غرض کے لیے انتخاب کی گئی ہیں ہمارے ذہن میں مغلوں کی ایک ایسی تصویر پیدا ہو جاتی ہے جو جذبات کا حجاب اُٹھا دینے کے بعد بھی مغلوں کی واقعی ہیئت سے مشابہت تامہ رکھتی ہے چھوٹی چھوٹی نیلی آنکھیں، چپٹی ناک، پھیلے نتھنے، چوڑا تمتماتا چہرہ، ڈاڑھی کے دو چار بال

موئے زمینی شدہ بر لب فراز
سبلتِ شاں گشتہ بغایت دراز
ریش نہ پیرامنِ چاہِ زنخ
سبزہ کجا بر دمد از روئے سبخ
کردہ زنخ شاں ز محاسن کنار
اہلِ زنخ را بمحاسن چہ کار
سبلتِ چوں سیخ چو تماج روے
رشتہ ہمیں نعمت شاں در گلوے

ریش نے در روئے شاں جز زنخ
آمدہ بہرِ زدن از کوہ و شخ
گر نہادہ سبلتانِ کندہ را
وام دادہ ریشِ اہلِ خندہ را

یک مونہ بریش تا بجنبند
گوئی کہ یگاں یگاں بجنبند
سبلت عیان در ریش گمند
مخصوص برائے ریش خندہ

زشت تر از زنگ شدہ بوئے شاں
پست تر از پشت شدہ روئے شاں
چہرۂ شاں دیدہ نم یافتہ
جائے بجا کنجلک و خم یافتہ

چہرۂ شاں اسپرِ غوری پہن
ہم بہ پہنائے سپر دورِ دہن

روئے چو آتش کلہ از پشم میش
آتشِ سوزاں شدہ با پشم خویش

روئے ہمچوں آتش و سر ہمچو دیگ
ماندہ از مردار خواراں دُردِ دیگ

تفسیدہ ز خشم ہمچو تابہ
رخِ سرخ چو پشتِ آفتابہ
آتشِ دیانِ سرد چوں آب
سوزانِ دو جہاں چو کرم شبتاب
رو سرخ و حدیثِ زشت در کام
چوں طشت کہ آں بیفتد از بام

ادب کے شعبہائے لطیفہ میں مصنف اپنی کتاب کے ہر ہر لفظ اور ہر ہر خیال کو تولتا اور کتاب کے تمام اجزا میں توازن و تناسب پیدا کرتا ہے۔ کتاب کا حسن اسی تناسب کا نتیجہ ہے اور اسی تناسب میں فرق آجانے سے کتاب کے حسن میں بھی فرق آجاتا ہے۔

مثنوی میں اس حسن کا قایم رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ شاعری کے جملہ اصناف میں یہی صنف ایسی ہے جس میں ضخیم سے ضخیم کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ لیکن جسقدر اس کا میدان وسیع ہے اُسی قدر اس کی مرحلہ پیمائی دشوار ہے۔ ہر قسم کے خیالات جذبات اور واقعات پر قلم اٹھانا پڑتا ہے اور شاعر کی تمام خصوصیات اور محاسن اس کی تکمیل اور آرایش میں صرف کرنے پڑتے ہیں۔ شاعری کا جو کمال ہومر اور شکسپیر کے یہاں نظر آتا ہے اُس کا عکس ہماری شاعری میں سب سے زیادہ اسی صنف یعنی مثنوی میں ہو سکتا ہے۔ لیکن غور کرو کہ بے شمار مثنوی نگاروں میں کتنے ہیں جو اس معیار پر پورے اُترتے اور فردوسی و نظامی اور خسرو کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے کا استحقاق رکھتے ہیں۔

اگرچہ ہمارا لکھنا کسی دوسرے کے لیے بُرہان نہیں ہوسکتا کہ خسرو کی طبعزاد مثنویاں تناسب کے معیار پر پوری اُترتی اور ہمارے ذہن میں حسن کا تصور پیدا کرتی ہیں، لیکن ہمیں یقین ہے کہ مذاقِ سلیم اور وجدانِ صحیح اس کتاب کے پڑھنے والوں کو خود اس نتیجہ کی طرف راہبری کریگا۔ ناظرین اس مثنوی کے پڑھتے وقت ان خیالات کو پیش نظر رکھیں اور خود اندازہ کریں کہ شاعر نے مختلف داستانوں کے باہمی ربط اور مختلف اجزا کے باہمی تناسب میں کس حد تک کامیابی حاصل کی ہے۔ جو عمارت اس نے ایک ایک لفظ چن کر بنائی جو نقش کھینچا

ٹھوڑی سے لٹکتے ہوئے، لمبی لمبی مونچھیں، گھٹا سر، کلاہ پشم سر پر رکھے، پر بوم بطور کلغی لگائے، دگلہ پہنے، نے بجاتے اور تاتاری زبان میں نعرے لگاتے۔ غرض یہ ساری باتیں واقعی ہیں البتہ شاعر نے ان سب کو اس طرح بیان کیا ہے کہ پڑھکر ان کی رشتخند کے لیے خواہ مخواہ ہر ایک کی طبیعت چاہتی ہے۔

سب سے اخیر میں ہم جس خصوصیت کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں وہ "تناسب" ہے فنون لطیفہ میں (جس کے اندر شاعری بھی داخل ہے) "حسن" سب سے زیادہ تناسب کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جس طرح "تاج گنج" یا "الحمرا" کی دلکشی کا اندازہ محض ان کی پیمایشیں دیکھنے سے نہیں ہو سکتا بلکہ اُن کے حسن کا تصور نظارے کے ایک مجموعی اثر کا ماحصل ہوتا ہے، اسی طرح کسی کتاب کے تناسب کا خیال کتاب کے مجموعی اثر پر موقوف ہے۔ یہ تناسب ایک طرف الفاظ کی موزونیت سے شروع ہوتا اور دوسری طرف خیالات کی مناسبت اور تمام اجزاے کتاب کی انفرادی اور اجتماعی خارجی اور داخلی موزونیت پر ختم ہوتا ہے۔ مصور اور نقاش تصویر یا نقوش بناتے وقت ایک طرف ہر ہر خط اور ہر ہر جزو کی موزونیت اور دوسری طرف اجزا کی باہمی تناسب کا خیال رکھتا ہے۔ بت تراش مجسمہ تیار کرتے وقت چوٹی سے ایڑی تک پتھر کے ہر ہر مقام پر نظر رکھتا اور تمام حصص میں توازن و تناسب قایم کرتا ہے۔ معمار عمارت کی ہر ہر اینٹ موزونیت کے ساتھ رکھتا اور تمام عمارات سے کے حصول میں ایک مجموعی مناسبت قایم کرتا ہے۔ موسیقی کا ماہر ایک ایک سُر کو تول کر نکالتا اور نغمے کے مختلف اجزا میں پستی و بلندی قایم کر کے ایک مجموعی موزونیت پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح

تا بدو فرنگ بہ پیرامنش　　رود جمن باغ و چمن گلشنش
(صفحہ ۳۳)

تا فلک از جون بدو داده آب
دجلہ رواں بردِ بغداد آب (صفحہ ۳۳)

دہلی میں اس زمانہ میں تین حصار تھے، دو پُرانے، ایک نیا۔

از سہ حصارش دو جہاں یک علم
وز دو جہاں یک نفسش دہ سلام (صفحہ ۲۸)

(۱) حصنِ برونیش ز عالم برون　　عالمِ بیرونش بحصن اندرون
(۲) حصنِ درونیش تو گوئی مگر　　بہ چرخ بزیر ست و حصارش زبر
(۳) گفت حصارِ نو او را سپہر　　کاے فلکِ نو بکمین دار مہر
ملک ز دروازۂ او فتح باب　　سیزده دروازہ و صد فتح باب
ہر دم از آں قلعۂ مینو سرشت　　قلعۂ فیروزہ شدہ خشت خشت (صفحہ ۲۸-۲۹)

پہلے دو حصار میں ایک جو باہر کی طرف تھا غالباً قدیم دہلی کی شہر پناہ ہے اور حصار اندرونی شہر کا شاہی قلعہ۔ حصارِ نو سے غالباً حصار شہرِ نو واقع کیلوکھری مراد ہے۔ کیلوکھری کا محل وقوع دہلیِ کہنہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر شمال مشرق کی جانب جمنا کے غربی کنارے پر ہے۔ یہیں پر کیقباد نے ایک قصر تعمیر کیا تھا جس کی مفصل کیفیت قرانِ السعدین میں بدیں عنوان لکھی ہے۔

اس نے ایک ایک خیال لیکر کھینچے اور جو راگ اس نے ایک ایک حرف جوڑ کر پیدا کیا ہے اُن سے کہاں تک خسرو فنون لطیفہ کے بڑے اُستادوں کی صف میں جگہ پانے کا مستحق قرار پاتا ہے۔

(۴)

قران السّعدین کے بعض نسخوں پر اس مثنوی کا نام "مثنوی درصفتِ دہلی" لکھا ہوا پایا گیا ہے اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مثنوی مذکور میں خسرو نے جہاں مختلف اشیاء کے "صفات" لکھے ہیں، وہاں دارالسّلطنت اور اُس کی مشہور عمارات وغیرہ کی توصیف بھی کی ہے۔

قران السعدین سے محققینِ آثار قدیمہ کو کیقباد کے عہد میں دہلی کے متعلق بعض مستند حالات معلوم ہو سکتے ہیں جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

دہلی کو اس عہد میں قبۃ الاسلام کے لقب سے نامزد کیا جاتا تھا ؎

"قبۂ اسلام شدہ در جہاں
بستہ او قبۂ ہفت آسماں" (صفحہ ۲۹)

شہر پہاڑی پر آباد تھا اس کے گرد دو میل تک باغ تھے اور دریائے جمنا اُس کے قریب آبیاری کرتا تھا ؎

شہر نہ بل بحر عجائب نما | بحر دمے گشت بکوہ آشنا
زاں بدلِ کوہ گرفتہ قرار | تا کند اقلیم عدو سنگسار (صفحہ ۳۰)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ شہر نو جمنا کے قریب واقع تھا اور قصرِ نو دریا کے عین کنارے پر تعمیر کیا گیا تھا۔ اور اس کا عکس دریا میں پڑتا تھا، نیچے کا حصہ اینٹوں سے بنا تھا، جس پر چونہ اور سفیدی ہو رہی تھی۔ اوپر کے حصہ میں سنگِ سفید لگا تھا، اس قصر کے ایک طرف جمنا تھی، اور دوسری طرف باغ تھا، جو بارگاہ سے اسقدر قریب تھا کہ درختوں کی شاخیں بارگہ کے اندر داخل ہوتی تھیں ؎

جائگہِ بار شدہ بارگاہ

اس مصرع میں لفظ بار میں لطیف ایہام ہے، معنی مقصود یہ ہے کہ بارگاہ قربِ باغ کے باعث شاخوں کے داخل ہونے کی وجہ سے پھلوں کے رکھنے کی جگہ ہو گئی ہے۔ معنی قریب جن کی طرف پہلی نظر میں ذہن منتقل ہوتا ہے یہ ہیں کہ "بارگاہ" دربار کی جگہ ہے۔ غرۃ الکمال میں بھی قصرِ معزی کی تعریف میں ایک چھوٹی سی مثنوی ہے جس کے چند شعر درج ذیل کیے جاتے ہیں ؎

زہے فرخندہ قصرِ آسماں سائے	کہ ہست از رفعتش بر آسماں جائے
بروئے آب فردوسِ جہاں تاب	کجا فردوس خوش باشد بریں آب
بآبِ جون ز او صنعتِ لون	زمیں پوشیدہ زیرِ شش لبِ جون
خیالِ قصر کاندر آب زد تاب	فلک زاں سرنگوں افگند در آب
نظیرے ایں چنیں قصرے محالست	مگر در آب بینی واں خیالست
زمینش مہ بلندی آسماں گیر	مبارک باد بر شاہِ جہاں گیر

صفتِ قصرِ نو و شہرِ نو اندر لبِ آب

کہ بود عرصۂ رفرف چو رخِ آں ایواں (صفحہ ۵۳)

ضروری اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ؎

رفت بکلوکھری در دادِ عون — از مددِ دستِ چو دریاے جون

قصر شد از فرِّ شہِ ارجمند — چوں فلک از منزلتِ خود بلند

قصر نگویم کہ بہشتے فراخ — روضۂ طوبیٰ درِ او دراز شاخ

بامِ سفیدش بفلک سودہ سر — گرد بخورشید سفیدیِ ابر

آئینہ گشتہ ز گچِ صافِ خشت — دید در او صورتِ خود را بہشت

شکلِ ستونش بمقامِ ستاد — قصرِ ارم را شدہ ذات العماد

طرفہ عروسے شدہ آراستہ — آئینہ از آبِ رواں خواستہ

چوں گذرو گشت جنابے جہاں — قصر نمود از تہِ آبِ رواں

ہمچو دو آئینہ مقابل ز تاب — آب درو عکس نما او در آب

طاقِ بلندش بفلک گشت جفت — حاملِ او شد فلک اندر نہفت

کنگرِ طاقش بزبانِ دراز — پیشِ فلک گفت سخنہای راز

سنگِ سفیدش کہ شدہ بر سپہر — آمدہ از مہر و شدہ ہم بمہر

یک طرفش آب و دگر سوی باغ — باغ و لبِ آب زدہ سوش باغ

شاخ بہر بارگہِ گردِ راہ — جا بگہِ بار شدہ بارگاہ

(صفحہ ۵۴-۵۶)

مترشح ہی۔ "صفتِ قصرِ نو و شہرِ نو اندر لبِ آب" میں اُنھوں نے صرف قصر کی تعریف کی ہی اور اسی کو کیقباد کی طرف منسوب کیا ہی۔ "شہرِ نو" کے متعلق کچھ نہیں لکھا حالانکہ یہ امر بیّن ہی کہ اگر شہرِ نو میں قصر کے علاوہ کوئی حصّہ معز الدین کا تعمیر کیا ہوا ہوتا تو اس کا ذکر وہ ضرور کرتے۔ علاوہ ازیں کیقباد ۶۸۶ھ میں تخت پر بیٹھا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ اُس کا جلوس اوائل سال میں وقوع میں آیا (اور قرائن کا یہی تقاضا ہی) تو ذو الحجہ ۶۸۶ھ تک جبکہ بادشاہ دار السّلطنت سے روانہ ہو کر کیلوکھری قصر معزی کو گیا ہی کسی طرح نیا شہر بسنا قیاس میں نہیں آسکتا۔ اسقدر قلیل مدّت صرف ایک عالی شان محل کی تعمیر کے لیے کافی ہی۔

قصر کی تعمیر کے بعد کیقباد کا اس کو اپنا دار السّلطنت قرار دینے لینا خود ظاہر کرتا ہی کہ شہرِ نو اس کے زمانہ میں اسقدر آباد تھا کہ فوراً دار السّلطنت بنا لینے میں کوئی دقّت نہیں ہوئی چنانچہ جب کیقباد کے بعد جلال الدین خلجی تخت پر بیٹھا تو اس نے اس مقام کو اپنا دار السّلطنت منتخب کر لینے میں کوئی دقت نہیں دیکھی۔ البتہ اس کے زمانے میں اس شہر کو ترقی حاصل ہوئی۔

دہلی کی عمارات اور آثار میں اس زمانے میں تین چیزیں امتیازِ خاص رکھتی تھیں مسجد جامع، منارۂ ماذنہ، اور حوضِ سلطانی۔ خسرو نے اور بھی جہاں کہیں دار السلطنت کی یاد کی ہی انھیں تین چیزوں کو خصوصیت کے ساتھ شمار کیا ہی[۱]

[۱] مثلاً دیکھو مثنوی تحفۃ فی خطا غرۃ الکمال بنام تاج الدین زاہد از دوہ

معزالدین کہ دنیا را بیاراست	زبانش دین و دنیا را بیاراست
شہنشاہ کیقباد آں افسرِ ملک	کہ چوں افسر برآمد بر سرِ ملک
خدا داد ست را ایام جوانی	ببیں ملکے چو ملکِ جاودانی

بعض گزشتہ اور موجودہ مورخین نے "شہر نو" کی تعمیر کو بھی غلطی سے معزالدین کیقباد کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ "شہر نو" اس نام سے کیلوکھری میں پہلے ہی سے آباد تھا۔ چنانچہ جلوسِ ناصری کے پندرھویں برس ۶۵۸ھ میں جس وقت ہلاکو خاں کے سفیر ناصرالدین محمود کے دربار میں پیش ہوئے اُس وقت (بقول صاحب طبقاتِ ناصری جس نے یہ حالات چشم دید بیان کیے ہیں) دو لاکھ پیادہ اور پچاس ہزار سوار اور اہالیانِ دہلی کی بیس بیس صفیں دو طرفہ "شہر نو" واقع کیلوکھری سے لیکر قصرِ شاہی واقع دہلی تک پھیلی ہوئی تھیں۔ سفرا شہرِ نو سے جانبِ دارالسلطنت روانہ ہوئے۔

"بقدرِ دو لک پیادہ تمام بحضرت آمدہ و بقدرِ پنجاہ ہزار سوار آمادہ برگستوان و برق و تعبیہ ساختہ و خلق و عوامِ شہر از معارف و اوساط و ارذال چندان مرد از سوار و پیادہ بیروں رفت کہ از "شہرِ نو" کیلوکھری تا درونِ شہر کہ قصرِ سلطنت بود بیست صف مرد پُشت بہ پُشت چوں باغ فراہم یافتہ کتف بر کتف نہادہ صف در صف ایستادہ۔۔۔۔۔ چوں رُسُلِ ترکستاں از "شہر نو" برنشستند الخ۔"

اس کا بہترین ثبوت کہ شہر نو کی بنیاد کیقباد نے نہیں ڈالی خود خسرو کے بیان سے

اس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ منارہ ماذنہ تھا۔

بعض محققینِ آثار کو (جن کی نظر سے غالباً یہ اشعار نہیں گزرے) اس سے انکار ہی۔ لیکن خسرو کا بیان سندِ قطعی ہی۔ اور اس میں کوئی شبہ کی گنجایش نہیں۔ فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں منارۂ مذکور میں بجلی گرنے سے خلل آگیا تھا اور اس نے اوپر کے حصّہ میں بہت کچھ اضافہ اور ترمیم کی، لیکن خسرو کے زمانے میں یہ منارہ اصلی حالت میں موجود تھا۔ اور ابن بطوطہ نے بھی ترمیم مذکور سے کچھ ہی دن پہلے محمد تغلق کے عہد میں اس منارہ کو دیکھا تھا۔ خسرو کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ منارۂ مذکور کے اوپر چتر (یا قبہ) بنا ہوا تھا جس کا اوپر کا حصہ سونے کا تھا۔ ابن بطوطہ کی اس مینار اور چتر کے متعلق حسب ذیل عبارت ہی:

"یہ مینار سرخ پتھر کا بنا ہوا ہی۔ حالانکہ مسجد سفید پتھر کی ہی۔ مینار کے پتھروں پر نقش کندہ ہیں اور اُن کا اوپر کا چتر خالص مرمر کا ہی اور لٹو زرِ خالص کے ہیں۔"

خسرو اور ابن بطوطہ کے بیانات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہی کہ منارۂ مذکور بحالتِ اصلی محض سرخ پتھر کا تھا، جس کے اوپر ایک سنگ مرمر کا چتر تھا اور چتر کے لٹو اور کلس (غالباً) سونے کے تھے۔ افسوس ہی کہ جہاں تک ہمیں معلوم ہی خسرو نے کہیں اسکے متعلق کنایۃً بھی ذکر نہیں کیا کہ اُس زمانے میں مینار مذکور کے کتنے درجے تھے۔

حوضِ سلطانی کے متعلق ؎

مسجد جامع کے متعلق حسبِ ذیل اشعار قابلِ غور ہیں ؎

غلغلِ تسبیح بگنبد درون / رفتہ ز نہ گنبدِ والا برون

گنبدِ او سلسلہ پیوند راز / سلسلہ چوں کجبہ شدہ حلقہ ساز

درِ مسقف ز سما تا زمیں / نصب شدہ جملہ ستونہائے دیں (صفحہ ۳۰)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں مسجد مذکورہ میں نو گنبد تھے مسجد کی چھت کے نیچے جابجا ستون قایم تھے ؎

درِ مسقف ز سما تا زمیں / نصب شدہ جملہ ستونہائے دیں

یہ وہی ستون تھے جو مسجد مذکورہ کی تعمیر سے پہلے رائے پتھورا کے مندر میں لگے ہوئے تھے ان میں سے کچھ ستون اس وقت بھی موجود ہیں اور مسجد مذکور کا محل وقوع بتاتے ہیں

منارہ کے متعلق ؎

نخلِ منارہ چو ستونے ز سنگ / از پے سقفِ فلکِ شیشہ رنگ

آں کہ ز زر بر سرش افسر شدہ است / سنگ ز نزدیکیِ خور زر شدہ است

سنگ نے از بس کہ بخورشید سود / زد زرِ خورشید عیارے نمود

نجرِ سنگیں کہ ستونِ سپہر / آمدہ از مہر و شدہ ہم مجمر

از پے بر رفتنِ ہفت آسماں / کردہ زمیں تا بفلک نردبان

گرد سرش گرد موذن چو گشت / قامتش از مسجدِ عیسےٰ گذشت

موذنش آں جا کہ اقامت کشید / قامت موذن نتواند رسید (صفحہ ۳۱)

التمتش کا چبوترہ موجود تھا۔

اس مثنوی میں خسرو نے علاوہ دہلی کے خاص اُس کے مضافات وحوالی کا بھی ذکر کیا ہے۔

کیقباد اپنے لشکر کے ساتھ دار السلطنت سے روانہ ہو کر سیری میں خیمہ زن ہوا

کوکبۂ زیں نمط انجم شمار　　رفت بروں با علم شہریار
نصب شد اعلام مبارک حمول　　کرد سراپردہ بسیری نزول
بارگہِ شاہ دراں بوستاں　　روئے ظفر داشت بہندوستاں (صفحہ ۵۶)

بارگہِ خاص بسیری رسید　　سبزۂ تر بر سرِ سبزی رسید
دائرۂ خیمہ بسیری قطار　　ابر فرود آمدہ در مرغزار
بس کہ دراں گلشنِ مینو نشاں　　شاہ شد از ابرِ کرم دُر فشاں
ہر کہ دریں سبزہ نظر در گرفت　　قطرہ طلب کرد و گہر بر گرفت (صفحہ ۵۷)

اِن اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں "سیری" سبزہ زار تھا۔ کوئی تیرہ یا چودہ برس بعد علاء الدین نے حملۂ مغل کے وقت دہلی سے نکلکر اسی میدان میں جنگ کی تھی اور فتحمند ہونے پر بطور فالِ نیک اپنے دار السلطنت کے لیے اس موقع کو انتخاب کیا تھا۔ اس کے جانشین کیقباد نے حصار و عمارات سیری کی تکمیل کی۔ اور اس کا نام "دار الخلافہ" رکھا۔ یہ حالات مفصل طور پر امیر خسرو نے مثنوی نہ سپہر میں لکھے ہیں۔

حوالی شہر میں تلپٹ، اندپٹ اور افغان پور کا بھی ذکر کیا ہے۔

در کمرِ سنگ میانِ دو کوہ
آبِ گہر صنعت و دریا شکوہ

ساختہ سلطانِ سکندر صفات
در سدِ کوہ آئینۂ آبِ حیات

شہر گر از وے نبود آب کش
کس نخورد در ہمہ شہر آب خوش

در تہِ آبش ز صفا ریگِ خرد
کور تواند بدلِ شب شمرد

سیلِ وے آہنگ بکہسار کرد
کوہ تبر دامنے اقرار کرد

چوں مہ دو جز بز میش نو تقیب و فراز
ز آب ز کوہ آمدہ و رفتہ باز

چوترہ و قصرِ بلندش در آب
گشت ازاں ساغرِ صافی حباب

رودبے ز و شدہ تا آبِ جون
جوں ز پے آب از دجلۂ عون

گرد وے از اہلِ تماشا گروہ
دامنِ خیمہ شدہ دامانِ کوہ (صفحہ ۳۴)

ان اشعار سے ثابت ہوتا ہی کہ یہ حوض جس کو سلطان التمش نے ۶۲۷ھ ۱۲۲۹ء میں تعمیر کیا تھا دو پہاڑوں کے بیچ میں واقع تھا اور اس کے چہیں دامان کوہ سے ٹکراتی تھیں۔ تمام شہر کو میٹھا پانی یہیں سے دستیاب ہوتا تھا۔ دریاے جمنا سے اُس حوض تک بہت سے نالے نکالے گئے تھے۔ پانی ایسا صاف شفاف تھا کہ تہ کی ریگ دکھائی دیتی تھی۔ بیچ حوض میں ایک چبوترہ بنا ہوا تھا جس پر ایک عمارت بھی قائم تھی۔ شہر کے لوگ تفریح طبع کے لیے یہاں آتے اور دامنِ کوہ پر خیمہ زن ہوتے تھے۔

علاء الدین کے زمانہ میں اس حوض کی مرمت ہوئی تھی اور بیچ میں ایک خوشنما گنبد تعمیر کرا دیا گیا تھا۔ قران السعدین کے بیان سے یہ امر ثابت ہوتا ہی کہ اس گنبد سے پہلے

میمنہ بر تلپتہ زد دیگرہ | بود میان اندپت میسرہ
پیل گراں سنگ بہ بہاپور بود | قلب چو دریاش درآمد بجود
پیش بہاپور بہ بعد سہ میل | سنگ گراں سرشد از پای پیل (صفحہ ۸۲)

لشکر شاہی کا سیدھا بازو تلپت میں، اُلٹا اندپت میں اور بہاپور میں قلب لشکر تھا۔ اندپت (اندرپت یا اندرپرست) کا محل وقوع دہلی کہنہ سے ساڑھے ۴ میل شمال مشرق کی طرف ہے جہاں نئی زمانہ کا پرانا قلعہ یا قلعہ دین پناہ ہمایوں بنا ہوا ہے۔

تلپت کا ذکر ابن بطوطہ نے بھی کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ "تلپت دہلی سے سات آٹھ میل کے فاصلے پر ہے"۔ اب بھی اس نام کا ایک پرانا گاؤں متھرا کی سڑک کے پاس ضلع دہلی میں دہلی سے کوئی تیرہ میل جنوب مشرق کی طرف واقع ہے۔ اس زمانے کی تاریخوں میں اس کا ذکر کثرت سے پایا جاتا ہے۔ دہلی سے پورب کو آتے جاتے جمنا کو پار کرتے وقت یہ مقام ملتا ہے۔

بہاپور: اس کا محل وقوع خسرو کے بیان سے اس طرح تحقیق ہوتا ہے کہ وہ اندپت اور تلپت کے بیچ میں تھا۔ بدایونی نے دو جگہ اس کا ذکر کیا ہے ایک تو اس موقع پر جب کیقباد کے مرنے سے پہلے جلال الدین خلجی نے شمس الدین کیکاؤس کو (جسے اہالی دہلی نے تخت نشین کر دیا تھا) بہارپور میں جہاں جلال الدین خود مقیم تھا نظر بند کر لیا۔ اور دوسرے اس موقع پر جب کیقباد کے قتل ہونے کے بعد بہاپور میں کیکاؤس کو تخت نشین کیا گیا۔

"شہر نو" (کلوکھری) سے روانہ ہو کر بادشاہ نے پہلی منزل حدود تلپت و افغان پور

میں کی ہے

کوچ سپہ کرد شہ از شہرِ نو	داد جہاں را ز ظفر بہرِ نو
منزلِ اوّل کہ شد از شہر دور	بود حد تلپت و افغان پور
یافت سراپردہ در آن جا مقام	دشت در آمد ز رستنہا بدام (صفحہ ۸۰)

افغان پور کا محل وقوع بدایونی نے تغلق آباد سے تین کوس بیان کیا ہے یہیں پر بنگال سے واپس ہوتے ہوئے محمد تغلق نے اپنے باپ غیاث الدین تغلق کا اُس محل میں استقبال کیا تھا جو غیاث الدین پر گر کر اُس کی موت کا موجب ہوا۔

(دیکھو ابن بطوطہ اور بدایونی)

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ افغان پور تغلق آباد سے تین کوس مشرق کی طرف واقع تھا جو جمنا کو عبور کرنے کے بعد تغلق آباد کے راستہ میں پڑتا تھا۔

اِن مضافات کے محل وقوع کو سمجھنے کے لیے ہم جداگانہ ایک سرسری خاکہ اُس وقت کی دہلی کا دیتے ہیں۔ (دیکھو نقشہ مقابل صفحہ ہذا)

(۴)

قران السعدین کا سلسلۂ تواریخ و شہور و سنین

خسرو نے قران السعدین میں کیقباد کی تخت نشینی کا سال ۶۸۶ھ بیان کیا ہے۔ لیکن خلافِ عادت جلوس کی تاریخ اور مہینہ نہیں دیا۔ دوسری مثنویوں مثلاً نہ سپہر، فتح الفتوح تغلق نامہ وغیرہ میں وہ نہ صرف تاریخ اور دن دیتے ہیں بلکہ ساعت اور زائچہ

نقشہ دہلی قدیم مع مضافات بعہد معز الدین کیقباد (۶۸۶ھ تا ۶۸۹ھ)
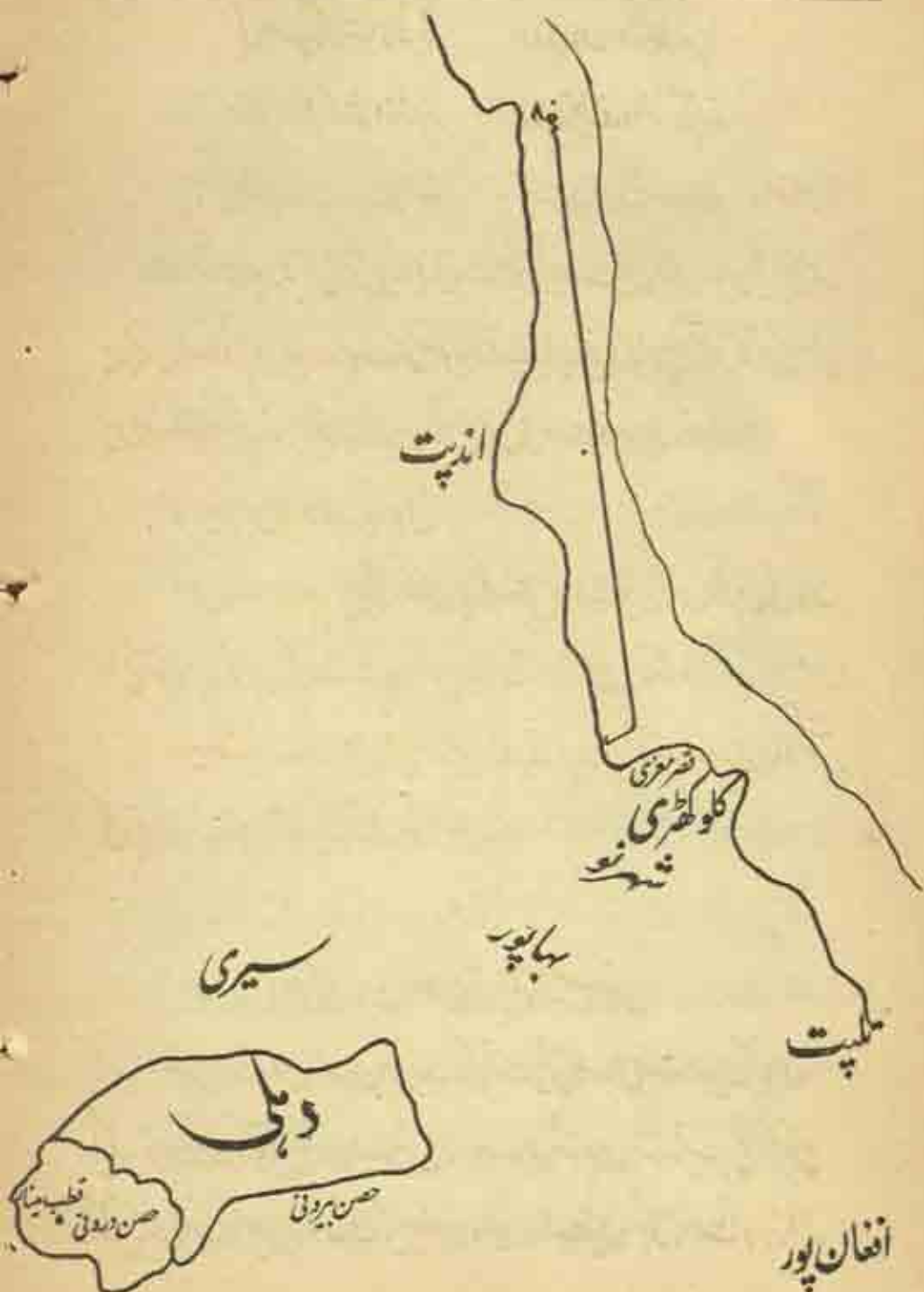
(۳) بنا بریں باقی مثنوی کے تمام واقعات ذوالقعدہ ۶۸۷ھ اور جلوس کیقباد ۶۸۶ھ کے مابین ہوئے۔

(۴) بادشاہ اخیر ذی الحجہ میں دہلی سے کلوکھری گیا تھا اور وسط ربیع الاوّل میں لشکر کی روانگی جانب اَوَدھ ہوئی تھی۔

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ دار السلطنت سے کیقباد ذی الحجہ ۶۸۶ھ میں اور لشکر وسط ربیع الاوّل ۶۸۷ھ میں روانہ ہوا۔

(۵) جیسا کہ اُنھوں نے منظوم خط میں بیان کیا ہے دو مہینے کے سفر کے بعد لشکر اَوَدھ پہنچا۔ اس حساب سے لشکر کا پہنچنا وسط جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ میں ہوا یہی مہینہ قران السّعدین کے خاص واقعہ یعنی ملاقات کا سمجھنا چاہیے۔

قران السعدین میں ملاقات کے طالع و وقت وغیرہ کے بیان میں (دیکھو صفحہ ۱۶۷) حسب ذیل شعر بھی درج ہے۔

تیرہ شبے دمہ گردوں بخواب

ماہ زمیں منتظرِ آفتاب (صفحہ ۱۶۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اخیر جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ میں وقوع میں آیا۔

(۶) میں جلوسِ کیقباد کی تاریخ ۶۸۶ھ کے نصف اوّل میں قرار دیتا ہوں اس لیے کہ ذی الحجہ ۶۸۶ھ سے پہلے قصرِ شاہی کلوکھری میں تعمیر ہو چکا تھا اور ناصر الدین محمود بلبن کی وفات اور کیقباد کی تخت نشینی کی خبر پاکر لکھنوتی (بنگال) سے

تک بیان کر دیتے ہیں۔ مثنوی کے واقعات کے متعلق بجز دو مقامات کے اُنھوں نے کہیں پر سنہ نہیں دیا۔ حالانکہ بعض جگہ مہینوں کا ذکر کیا ہے اور ہر جگہ واقعات کے ساتھ موسموں اور فصلوں کی کیفیت بیان کی ہے۔

سال جلوس کے علاوہ جو دوسرا سنہ اُنھوں نے بیان کیا ہے وہ مثنوی کے ختم ہونے کی تاریخ یعنی رمضان ۶۸۸ھ ہے۔

ساختہ گشت از روشِ خامۂ ‎ ‎ ‎ ‎ از پسِ شش ماہ چنیں نامۂ

در رمضاں شد بسعادت تمام ‎ ‎ ‎ ‎ یافت قِراں نامۂ سعدین نام

آنچہ بتاریخ ز ہجرت گزشت ‎ ‎ ‎ ‎ بود سنہ شش صد ہشتاد و ہشت (صفحہ ۲۲۰)

دوسرے واقعات کی تاریخ کا سلسلہ اسی تاریخ کے ذریعہ سے اس طرح قائم ہوتا ہے۔

(۱) خسرو نے یہ مثنوی اَوَدھ سے لوٹ کر رمضان ۶۸۸ھ میں چھ مہینے کی محنت کے بعد لکھی۔

(۲) اُن کا دہلی پہنچنا ماہِ ذیقعدہ میں ہوا۔

ہمچو مہِ عید خوش و شاد بہر

(صفحہ ۲۲۲)

در مہِ ذیقعدہ رسیدم بشہر

مثنوی کی تصنیف میں جو چھ مہینے صرف ہوئے اُن کا لحاظ رکھتے ہوئے اس مہینے سے ذوالقعدہ ۶۸۷ھ مقصود ہے۔

ایک ماہ کے سفر کے بعد خسرو اودھ سے دہلی واپس ہوئے ۔

یک مہِ کامل بہ کشیدم عناں

راہ چنیں بود و کشش آں چناں (صفحہ ۲۲۲)

اب اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ جمادی الاولیٰ ۶۸۶ھ ہی میں اودھ پہنچ گئے تھے اور اخیر شوال ۶۸۶ھ میں وہاں سے واپس روانہ ہوئے تو اُن کے قیام اودھ کی مدت زیادہ سے زیادہ پانچ مہینے ہوتی ہے۔

اس اختلاف کے رفع کرنے کی صورت حسب ذیل ہے۔

جیسا کہ خسرو نے دیباچہ غرۃ الکمال میں بیان کیا ہے کیقباد کی تخت نشینی کے وقت اُنھوں نے عزلت نشینی ترک کر کے حاتم خاں خان جہاں کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ ایک اور جگہ لکھا ہے کہ جس وقت کیقباد نے اودھ سے مراجعت کرتے ہوئے خان جہاں کو اقطاع اودھ حوالے کئے تو خسرو خان جہاں کے ساتھ سابق تعلق کی بنا پر اودھ جانے پر مجبور ہو گئے۔

اب اگر یہ مان لیا جائے کہ جلوس معزی اوائل ۶۸۶ھ کے وقت سے خان جہاں اودھ میں تھا، تو خسرو کا تقریباً دو سال تک اودھ رہنا ثابت ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ امر مسلّم ہے کہ وہ اخیر دفعہ دہلی واپس آنے سے آٹھ مہینے پہلے ممکن ہے کہ محض چند روز کے لئے دہلی آئے ہوئے تھے۔

چلکر اَوَدھ پر لشکر کشی کر چکا تھا۔ ان واقعات کے لیے میرے خیال میں کئی مہینے درکار ہیں۔

اِس مثنوی میں خود اپنے متعلق امیر خسرو کا بیان غور طلب ہے وہ لکھتے ہیں کہ وُہ دربارِ معزی میں باریاب ہونے سے پیشتر اَوَدھ میں چھ مہینے رہے ؎

با علمِ فتح دراں راہِ دور	سایہ فشاں شد بجدِ گنجور
خان جہاں حاتمِ مفلس نواز	گشت باقطاعِ اَوَدھ سرفراز
من کہ بُدم چاکرِ او پیش ازاں	کرد کرم زانچہ بجز بیشِ ازاں
در اَوَدھ ہم بردم بہ لطفے چناں	کیست کہ از لطف بتابد عناں
غربت از احسانش چنانم گذشت	کم وطنِ اصل فراموش گشت
در اَوَدھ از بخششِ او تا دو سال	ہیچ غم و نالہ نبود از ملال
من نپے شرمِ خداوند خویش	رفتہ زجائے خود و پیوند خویش (صفحہ ۲۲۱)

اس بیان سے ظاہراً یہ مترشح ہوتا ہے کہ وہ دو برس تک مسلسل دہلی سے جدا اَوَدھ میں خان جہاں کے ساتھ رہے لیکن یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ جیسا کہ اُس منظوم خط سے جس کے اشعار اوپر نقل کیے جا چکے ہیں معلوم ہوگا وہ ربیع الاول ۶۸۶ھ میں لشکرِ شاہی کے ہمراہ دہلی سے روانہ ہوئے تھے اور جیسا کہ قران السعدین سے معلوم ہوتا ہے ذی الحجہ ۶۸۶ھ میں دہلی واپس آ گئے تھے۔ لشکرِ شاہی دو مہینے کی مسافت کے بعد وسط جمادی الاولیٰ ۶۸۶ھ میں اَوَدھ پہنچا اور جیسا کہ قران السعدین سے معلوم ہوتا ہے

امیر خورد اپنے باپ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت شیخ نظام الدین حضرت شیخ فرید الدین کے مرید ہو کر دہلی تشریف لائے ہیں وہ امیر خسرو کے نانا راوت عرض (عماد الملک) کے مکان میں دو برس تک مقیم رہے (سیر الاولیا صفحہ ۱۰۸)

یہ زمانہ امیر خسرو کی آغازِ شاعری کا تھا۔ جو نظم لکھتے تھے حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے چنانچہ خسرو نے طرز صفاہانیان پر غزلسرائی شیخ کی فرمایش سے شروع کی تھی (سیر الاولیا صفحہ ۳۰۱)

الغرض یہ گمان تو صحیح نہیں ہو سکتا کہ اس مثنوی یا اس پہلی مثنویوں میں مدح شیخ کا موجود نہ ہونا عدم تعلقات کا اظہار کرتا ہے لیکن اس فرد گزاشت کی کوئی نہایت قوی وجہ ہمارے سمجھ میں نہیں آتی یہ ہو سکتا ہے کہ چونکہ خمسہ کا آغاز شیخ کی بشارتِ روحانی سے ہوا تھا (دیکھو مطلع الانوار خلوت سوم) سب سے پہلے منقبت شیخ کا التزام کرنے کا خیال اسی وقت سے پیدا ہوا اور چونکہ خسرو کا وفورِ عقیدت اور رسوخ روز افزوں ترقی کرتا رہا اس لیے یہ التزام اخیر تک قایم رہا۔

(۶)

مثنوی قران السعدین کا ایک شعر تاریخی دلچسپی رکھتا ہے۔ خسرو نے کشتی کی تعریف میں لکھا ہے ؎

ماہِ نو یکاصل وے از سال خاست
گشت یکے ماہ بدہ سال راست (صفحہ ۱۴۵)

(۵)

خسرو کی اکثر مثنویوں میں حمد و نعت کے بعد اپنے مرشد سلطان المشایخ حضرت شیخ نظام الدینؒ کی تعریف ہوتی ہے۔ خمسہ کی تمام مثنویوں اور عشیقہ اور نہ سپہر میں یہ التزام ہے۔ تغلق نامے کا ابتدائی حصّہ موجود نہیں ہے۔ اس میں بھی اغلباً مدح شیخ ہوگی۔ خمسہ سے پہلے کی مثنویوں میں البتہ یہ التزام نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ قرآن السّعدین میں شیخ کی مدح موجود نہیں ہے۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ قران السعدین اور اس سے پہلی مثنویوں کی تصنیف کے وقت خسرو کے تعلقات شیخ رحمہ اللہ سے پیدا نہیں ہوئے تھے؟

یہ قیاس واقعات کے قطعاً خلاف ہے۔ تحفۃ الصغر میں جو امیر کا پہلا دیوان ہے اور جس میں بیس برس تک کا کلام پایا جاتا ہے، شیخ کی تعریف میں ایک نہایت عمدہ ترکیب بند اور رباعیات اور قطعات موجود ہیں۔ وسط الحیوۃ میں بھی مدحِ شیخ میں قصائد وغیرہ ہیں۔

علاوہ اس داخلی سند کے معتبر ترین تاریخی شواہد سے بھی یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ شیخ کے ساتھ امیر خسرو کے تعلقات کی ابتدا عنفوانِ شباب سے ہوئی۔ اس بارے میں سب سے زیادہ قابلِ وثوق بیانات سیر الاولیاء کے مصنف سید محمد مبارک کرمانی (المعروف بہ امیر خورد) کے ہیں جو تقریباً معاصر مورخ کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن کے آباو اجداد کے حضرت شیخ اور امیر خسرو کے ساتھ نہایت گہرے مخلصانہ اور معتقدانہ تعلقات تھے۔

اُن کو تبدیل کرنے میں حصہ لیا۔ تاریخ جہاں ایک طرف بڑے آدمی بناتی ہے وہاں دوسری طرف بڑے آدمی تاریخ بناتے ہیں۔

خسرو دونوں لحاظ سے ہندوستان کی تاریخ میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک طرف وہ اس دور کے صحیح نمایندہ ہیں اور دوسری طرف ہندوستان کی تاریخ پر اُن کا گہرا اثر پڑا ہے۔

دنیا کے بڑے آدمی اچھے ستاروں کے اجتماع کے وقت پیدا ہوتے ہیں۔ خسرو نے بھی کسی ایسی ہی گھڑی جنم لیا تھا۔ جس عہد میں پیدا ہوئے اُس کی "ترکیب ثلاثہ" اپنے ساتھ لیے ہوئے آئے اور اُن کی شاعری تمام آبائی قومی اور ملکی اثرات سے مل کر پیدا ہوئی۔ اُن کے باپ خالص ترک تھے، لیکن اُن کی ماں عماد الملک راوت کی بیٹی اور نسلاً ہندی تھیں۔ اُن کے باپ کا سایہ صغر سنی ہی میں اُن کے سر سے اُٹھ گیا اور اُنھوں نے اپنی ماں کی گود اور نانا کی سرپرستی میں نشو و نما پائی۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی شاعری سراسر ایسے جذبات اور خیالات سے معمور ہے جنھیں وطن اور گھر کے اثرات کے علاوہ ماں کی جانب سے ورثہ طبعی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اُنکی آبائی زبان ترکی تھی اور قومی اور علمی زبان فارسی، جو اُس عہد میں ہندوستان کے مسلمانوں میں مشترک زبان کے طور پر بولی اور لکھی جاتی تھی، لیکن خسروؒ کی مادری زبان ہندوستانی تھی، جسے وہ بہت عزیز رکھتے اور وقتاً فوقتاً اپنے شاعرانہ جذبات کے اظہار کا آلہ بناتے تھے۔ اسی وجہ سے اُن کی شاعری بحیثیت مجموعی ہندوستان کے اُس دلچسپ دور کا آئینہ ہے جس وقت

کہتے ہیں کہ جس وقت مولانا جامی نے اس شعر کو دیکھا تو انھیں سال اور ماہ کے معنی سمجھنے
میں بہت کچھ تردد ہوا۔ بالآخر انھوں نے اس شعر کی تفسیر میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا
اور بحث کا خاتمہ اس پر کیا کہ:-

"چیزے خواستہ کہ بزبانِ ہند مخصوص باشد"

نفائس المآثر کا مصنف کہتا ہے کہ جب سلطان حسین مرزا کے زمانے میں
شیخ جمالی دہلوی خراسان گئے تو اُن کی ملاقات مولانا جامی سے بھی ہوئی۔ مولانا نے
اس شعر کے معنی شیخ سے دریافت کیے تو شیخ نے کہا کہ "سال" دراصل ایک لکڑی کا نام
ہے جس سے ہندوستان میں کشتی بنائی جاتی ہے۔[1]

خسرو نے اور بھی جابجا ہندی الفاظ کا آزادی سے اپنے یہاں استعمال کیا ہے
اور اُن سے طرح طرح کے لطائف اور صنائع و بدائع پیدا کیے ہیں بالخصوص اس قسم کے
الفاظ سے بکثرت مفید ایہام نکالے ہیں۔[2]

یہ قصہ ہمیں خسرو کی شاعری کی ایک اہم اور سبق آموز خصوصیت یاد دلاتا ہے
جس کو یہاں مختصر طور پر بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

دنیا کے بڑے آدمیوں کے حالات کا مطالعہ کرتے وقت (خواہ وہ زندگی کے
کسی شعبے سے تعلق رکھتے ہوں) یہ دیکھا جاتا ہے کہ کہاں تک وہ اپنے حالات ماحول کا
حاصل تھے اور کس حد تک اُنھوں نے بذاتِ خود گرد و پیش کے حالات پر اثر ڈالنے اور

[1] یہ تمام قصہ ہفت آسمان میں لکھا ہے (دیکھو صفحہ ۲۰)۔ [2] مثلاً قران السعدین میں ہندی اسماء اور اعلام کو تحریف
سے محفوظ رکھنے کے لیے اس قسم کی پر لطف صنعتوں کا استعمال کیا ہے۔"

سمجھ کر قران السعدین قرار دیا اسی طرح ملک کا پریشان شیرازہ آپس کی محبت سے یکجا ہو سکتا ہے۔ اس وقت کے لیے قران السعدین سے خسروؔ کی یہ غزل بطور "پیامِ اُمید" نذر رکھنی چاہیے۔ جن سچے اور پاکیزہ انسانی جذبات کی ان اشعار میں ترجمانی کی گئی ہے اُن کی صحیح قدر اُسی وقت ہو سکتی ہے جب ہم اُن سے اخوت و یگانگت کو مضبوط کرنے اور محبت و رواداری کو ترقی دینے میں مدد لیں، جس کے ساتھ مستقبل وطن کی اُمیدیں وابستہ ہیں ؎

خرم آن لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد	آرزومند نگارے بہ نگارے برسد
دیدہ بر رشتے چو گل بندد و نبود خبرش	گرچہ در دیدہ ز نوکِ مژہ خارے برسد
لذتِ دیدنِ دیدار بجاں کار کند	جانِ بیکار شدہ باز بکارے برسد
گرچہ در دیدہ کشند ہیچ غبارے نبود	ہر کجا از قدمِ دوست غبارے برسد
لذتِ وصل نداند مگر آں سوختۂ	کہ پس از دوریِ بسیار بیارے برسد
قیمتِ گل نشناسد مگر آں مرغِ اسیر	کہ خزاں دیدہ بود پس بہارے برسد

خسروا یار تو گر می نرسد خود می پوے
بہرِ تسکینِ دلِ خویش کہ آرے برسد
(صفحہ ۱۹۲)

سید حسن برنی

ملک کے مختلف عناصر میں امتزاج و اختلاط ہو رہا تھا اور اہلِ ملک کے لیے زبان، جذبات، اور خیالات کی آمیزش اور موافقت کی شاہراہ تیار ہو رہی تھی۔

ملک کی اس مشترک تہذیب کی ترقی میں خسرو کا خاص حصّہ ہے۔ وہ وطن کی محبت کو ایمان سمجھتے تھے اس حق کو انھوں نے خوب ادا کیا ہے اور حب الوطنی کے جذبات کو ہر طرح مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح خیالات اور زبان کی آمیزش سے مشترک زبان کی بنیادیں جمانے اور اتحادِ خیالات پیدا کرنے میں جو حصّہ لیا ہے وہ کسی تفصیل کا محتاج نہیں ہے۔

جو سوت آج سے سات سو برس پہلے پہیلیاں اور گیت ہو کر پھوٹا تھا وہ آج سمندر ہو گیا ہے اور اس برِ اعظم کی تسخیر کے لیے موجیں مار رہا ہے۔ جو سُریلے راگ مسعود سعد سلمان اور خسرو نے ملکی زبان میں نکالے تھے وہ میرؔ اور غالبؔ، دردؔ اور سوداؔ، انیسؔ اور میر حسنؔ کے چہچے بن گئے ہیں۔ جو آواز اس ہندوستانی شاعر نے ملک کی حمایت اور محبت میں بلند کی تھی وہ آج تمام ملک کی صدا ہو گئی ہے اور آوازِ بازگشت کے طور پر حالی اور اقبالؔ کے دلکش نغموں میں سنائی دیتی ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جو تاریخ کے صحیح رجحانات کو پہچانتا اور ان کی تائید اور ترقی میں ساعی ہو کر بعد کی نسلوں میں اپنا نام ہمیشہ کے لیے نیکی اور محبت کے ساتھ یاد کیے جانے کے واسطے چھوڑ جاتا ہے۔

آؤ اس تمہید کو ختم کرنے سے پہلے مثنوی قران السعدین کے اخلاقی نتیجہ پر غور کریں جس طرح باپ اور بیٹے میں اختلاف کے بعد صُلح ہو گئی جسے شاعر نے مبارک

مُقدّمہ

مثنوی قران السعدین خسروؒ

نوشتہ

مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم

نقطۂ ہر حرف بزیب تریں
مردمکِ چشمِ معانی یقین
اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع
لیک گزشتہ ز سموات سبع

(از مثنوی قران السعدین)

فہرست مضامین

مقدمہ

قران السعدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدّمہ

تقریب نظم و وجہ التسمیہ

امیر خسرو دہلوی کی مثنویات میں یہ سب سے پہلی مثنوی ہے جس میں سلطان معز الدین کیقباد اور اُس کے باپ کی ملاقات کا قصّہ خود سلطانِ موصوف کے حکم سے ۶۸۸ھ میں امیر صاحب نے نظم کیا۔ اور مضمون کی مناسبت سے اس کا نام قِران السعدین رکھا۔

لفظ قِران کے لغوی معنی تو اِتّصال یا ملاپ کے ہیں مگر نجوم کی اصطلاح میں آفتاب کے سوا باقی ستیاروں میں سے دو ستیاروں کا ایک جا نظر آنا اُن کا قِران کہلاتا ہے اور مشتری و زہرہ کو اہلِ تنجیم سعدِ اکبر و سعدِ اصغر سمجھتے ہیں اس لیے اِن دونوں کے قِران کو قِران السعدین کہتے ہیں۔ تو شاعر نے دو بادشاہوں کی ملاقات کو کہ ملک و ملّت کے لیے موجبِ سعادت تھی تشبیہاً قِران السعدین

(۴) سلطان علاء الدین بن مسعود بن رکن الدین فیروز ۶۴۰ھ

(۵) سلطان ناصر الدین محمود بن التمش ۶۴۴ھ

سلطان غیاث الدین بلبن

بلبن بندگانِ شمسی میں سے تھا۔ اس نے اپنی قابلیت سے اعلیٰ مناصب پائے۔ اور سلطان شمس الدین کی دامادی کا فخر[1] بھی حاصل تھا۔ اصل و نسب کے لحاظ سے وہ تُرکِ افراسیابی تھا۔ سلطان ناصر الدین محمود بن التمش کے عہد میں بیس سال تک وزیرِ سلطنت رہا۔ اور اس سلطان کی وفات کے بعد ۶۶۴ھ میں وہی ملک و سلطنت کا وارث ہوا۔

غیاث الدین کے دو بیٹے تھے:-

بڑا سلطان محمود خاں المخاطب بہ قاآن ملک یہ ولی عہد سلطنت بھی تھا اور مغول چنگیزی کی یورش روکنے کیلیے اقطاع ملتان و سندھ کی حکمرانی اُس کے سپرد کی گئی تھی۔

چھوٹا بیٹا بغرا خاں تھا جو اقطاع سامانہ[2] و سنام کی حکومت پر متعین تھا۔ قران السعدین کے دو ستیاروں میں سے ایک بغرا خاں ہی۔ لہٰذا اس کا حال کسی قدر تفصیل سے بیان کرنا مناسب ہی۔

سلطان ناصر الدین بغرا خاں

عہد بلبنی میں لکھنوتی[3] دار الصدر بنگال کا حاکم طغرل باغی ہوکر خود مختار بن بیٹھا تو سلطان بلبن ایک

۱ھ سلطان غیاث الدین بلبن کی اولاد کا سلسلہ ماں کی طرف سے سلطان شمس الدین التمش اور قطب الدین ایبک تک پہنچتا ہے۔

۲ھ فی حال ریاست پٹیالہ و ملک پنجاب کے علاقے جو خیجہ صدر شامل ہیں۔ ۳ھ شرقی بنگال میں ایک شہر تھا جو مدت تک حکام و سلاطین بنگال کا دار السلطنت [illegible]

سے موسوم کیا۔ پس یہ نام کنایہ ہی اصل قصہ سے۔

کچھ ابتدائی کیفیت امیر صاحب نے معزالدین کی تخت نشینی اور موسم سرما کے عیش و عشرت کا ذکر کرکے قصہ یوں شروع کیا ہی کہ:-

"یکایک شاہِ شرق کی فوج کشی کا غلغلہ بلند ہوا"

اُس زمانہ میں جب کہ یہ مثنوی لکھی گئی تھی اتنا ہی اشارہ کافی تھا۔ لیکن آج ساڑھے چھ سو برس کے بعد تاریخ داں کے سوا کس کو معلوم ہی کہ معزالدین اور شاہِ شرق کون تھے؟ کب تھے؟ کہاں تھے؟ کس خاندان سے تھے؟ لہٰذا کچھ ابتدائی کیفیت بھی یاد رکھنی چاہیئے تاکہ اس قصہ کا سروبن سمجھ میں آجائے

سلطان شہاب الدین غوری نے ہندوستان فتح کرکے دہلی کو دارالملک بنایا۔ اور قطب الدین ایبک کو دلّی میں اپنا نائب سپہ سالار مقرر کیا۔ سلطان غوری کی وفات کے بعد قطب الدین ایبک یہاں کا خود مختار سلطان ہو گیا۔ قطب الدین کی وفات کے بعد اُس کا داماد شمس الدین التمش تخت و تاج کا وارث ہوا۔ التمش کی وفات کے بعد اُس کی اولاد میں تیس سال تک سلطنت رہی۔ اور اس قلیل مدت میں پانچ بادشاہ تخت نشین ہوئے:-

(۱) سلطان رکن الدین فیروز بن التمش ۶۳۳ھ

(۲) سلطان رضیہ بیگم بنت التمش ۶۳۴ھ

(۳) سلطان معزالدین۔ بہرام شاہ بن التمش ۶۳۷ھ

بعد آیا تو دلّی کی درباداری اور باپ کی خدمت گزاری میں جی نہ لگا۔ ان دنوں سلطان کی حالت بھی علاج معالجہ سے کچھ سنبھل گئی تھی اور تخت کا جلد خالی ہو جانا مشتبہ نظر آتا تھا۔ لہذا بغرا خاں ایک روز شکار کے بہانے سے نکلا اور بے اذن شاہی لکھنوتی کی راہ لی۔ شہزادے کی اس کج ادائی اور بے مہری نے اس پیرِ غم زدہ کے دل پر ایک چرکا لگایا جس کا درد خانِ شہید[1] کے داغ سے بھی زیادہ پُر الم تھا۔

گو بغرا خاں پر لگا کر بنگال کے شوق میں اُڑا چلا گیا لیکن تقدیر کا فتویٰ لگ چکا ہو کہ وہ عن قریب بنگالہ سے واپس آئیگا اور اسی قسم کے صدمات اُس کو بھی اپنے بیٹے کے سلوک سے اُٹھانے پڑینگے۔

بعد ازیں سلطان بلبن نے شہزادہ کیخسرو کو جو اپنے باپ کی بجائے اقطاع مُلتان کا حاکم بنا دیا گیا تھا دلّی میں طلب کر لیا۔ اور مرنے سے تین روز پہلے اپنے معتمد اعیانِ دولت کو خلوت میں بُلا کر وصیت فرمائی کہ "میرے بعد کیخسرو تخت نشین کیا جائے" اور دوسرے پوتے کیقباد کی نسبت حکم دیا کہ "وہ اپنے باپ بغرا خاں کے پاس لکھنوتی پہنچا دیا جائے"۔

اَب ہم قران السعدین کے دوسرے ستارے کیقباد کے احوال کی تصویر پیش کرتے ہیں:-

---

[1] لقب ہی شہزادہ سلطان محمد خاں کا جو اُس کی شہادت کے بعد مشہور ہوا ۱۲

بڑا لشکر اُس کی سرکوبی کے لیے جمع کرکے دلّی سے چلا۔ اور سامانہ سے شہزادہ بغرا خاں کو بھی مع اُس کی افواجِ خاصہ کے اس مہم پر اپنے ہمراہ لے گیا۔ طغرل باغی کے قتل اور اُس کے اعوان و انصار کے استیصال کے بعد بلبن نے شہزادہ بغرا خاں کو لوازمِ سلطنت عطا فرما کر ناصر الدین محمود کے لقب سے لکھنوتی کا مستقل سلطان بنا دیا۔ اور تین سال میں اس مہم سے فارغ ہو کر دلّی واپس چلا آیا۔

اس وقت سلطان بلبن کے دونوں بیٹے تو دلّی سے باہر غربی و شرقی حدود میں برسرِ حکومت تھے مگر دو پوتے یعنی کیخسرو فرزند سلطان محمد خاں اور کیقباد پسر ناصر الدین بغرا خاں سلطان کی زیرِ نظر دلّی میں تعلیم و تربیت پا رہے تھے۔ چند سال کے بعد ۶۸۳ھ کی آخر تاریخ کو یہ حادثۂ عظیم پیش آیا کہ ولی عہد سلطنت سلطان محمد خانِ الی ملتان لشکرِ مغل کے مقابلے میں شہید ہو گیا۔ اس لائق شہزادے کی موت نے بوڑھے باپ کا دل بجھا دیا اور صاحب فراش بنا دیا۔ یہاں تک کہ اُمیدِ زیست منقطع ہونے لگی تو ناچار چھوٹے بیٹے ناصر الدین بغرا خاں کو لکھنوتی سے طلب فرمایا کہ اُس کے دیدار سے خان شہید کا غم غلط کرے اور جب سفرِ ناگزیر پیش آئے تو تاج و تخت کا وارث پاس موجود ہو۔ مگر شہزادہ بغرا خاں بنگالہ کی خود مختار حکومت اور وہاں کی حشمت و دولت پر ایسا فریفتہ تھا کہ عرصہ تک باپ کے حکم کو ٹالتا رہا اور تاکیدِ مزید کے

کا نانا اور غیاث الدین کیقباد کا دادا تھا۔

کیقباد کی عیاشی

بلبن جیسے دیندار سپاہی منش بادشاہ کے زمانہ میں تو کیقباد کی مجال نہ تھی کہ حدِ اعتدال سے قدم باہر رکھتا مگر جب اُٹھتے ہی ایک زبردست سلطنت زیرِ فرمان پائی تو جذباتِ نفسانی کو قابو میں رکھ سکا عیش و عشرت اور بدمستی و ہوا پرستی میں ایسا مستغرق ہوا کہ پھر کبھی ہوش میں نہ آیا۔

اُس کی مجالسِ عیش و طرب کے لیے کیلو کھڑی میں جمنا کے کنارے ایک نیا قصر تعمیر کیا گیا۔ اُس قصر کے گرداگرد شاہد و ساقی مطرب، نقال لطیفہ گو، مسخرے، بازی گر، دور دست ممالک سے آ آکر آباد ہو گئے۔ اور شاہی مجالس کو اندر سبھا کا نمونہ بنا دیا۔

کیقباد کی بے اعتدالیوں کا سیلاب اتنا بڑھا کہ جماعتِ ملوک و امرا سے گذر کر طبقاتِ عوام تک سرایت کر گیا۔ اس زمانہ میں دلّی کے در و دیوار نے رندی و بے قیدی کا ایسا تماشا دیکھا جس کا خیال باندھنا بھی سلاطینِ ماضی کے عہد میں دشوار تھا۔ حضرت خسروؒ نے اُس کا اظہار اس غزل میں کیا ہے

غزل

اے دہلی! واے بتانِ سادہ   پگ بستہ و ریش کج نہادہ[1]

---

[1] یہ دوسرا مصرعہ بعض ثقات سے یوں سُنا گیا ہے ع پگ بستہ و کج کلہ نہادہ۔

کیقباد کی تخت نشینی سلطان بلبن کے مرتے ہی اعیان و ملوک نے اُس کی وصیت کو طاقِ نسیان پر رکھدیا اور اپنی اغراض کے لحاظ سے بادشاہ کا انتخاب کرنے لگے۔ زمرۂ اعیان و ارکان میں ملک الامرا فخرالدین کوتوال شہر نہایت بااثر شخص تھا اور خان شہید سے کدورت رکھتا تھا۔ اس لیے اُس کے بیٹے کیخسرو کی تخت نشینی میں مزاحم ہوا۔ اور اُس کی تندمزاجی سے لوگوں کو ڈرایا اور کیخسرو کو مجبور کیا کہ اپنے اقطاع ملتان و سندھ کی حکومت پر فوراً روانہ ہو جائے اور کیقباد کو، ایک حلیم و سلیم شہزادہ ۱۷-۱۸ سال کا ناتجربہ کار نوجوان تھا اُس کے سر پر تاجِ سلطنت رکھا گیا اور سلطان معزالدین اُس کا لقب ہوا۔ چنانچہ خسرو فرماتے ہیں:-

بر سرِ شاں شاہِ جوان بخت زاد — تاجورِ پاک گہر کیقباد
کرد چو در بخششِ قند و نبات دوشش — ق — بر سرِ خود تاجِ جدِ خویش خوش
گنج بر اں گونہ بعجز افگند — کز کرم آوازہ بدریا فگند

اور کیقباد کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے کہ:-

شمسِ جہانگیر جدِ بافرش — اظہرِ من شمس جدِ دیگرش
ناصرِ حق شاہِ فرشتہ سرشت — خوے خوشش نسخۂ باغِ بہشت
جدِ سوم شاہِ غیاثِ اُمم — حاکمِ فرماں ز عرب تا عجم

یعنی شمس الدین التمش کیقباد کے باپ کا نانا اور ناصرالدین محمود بن التمش کیقباد

بادشاہ کی غفلت شعاری نے اُس کے دل میں یہ طمعِ خام پیدا کر دی کہ اِس بے بت نوجوان کا کام تمام کرکے تاج و تخت کا مالک خود بن جائے۔

بغراخاں کی طرف سے مَلک نظام الدین کو کچھ اندیشہ نہ تھا۔ وہ دلی سے کالے کوسوں دور تھا۔ مگر کیخسرو (جو بلبن کی آخری وصیت کے لحاظ سے حق دارِ سلطنت بھی تھا) اُس کی نظر میں کھٹکتا تھا۔ چنانچہ اوّل اُس نے اِسی بچارہ پر ہاتھ صاف کیا۔ بادشاہ کی طرف سے ایک دوستانہ فرمان طلب اُس کے نام بھجوایا۔ کیخسرو نے اس حکم کی تعمیل کی اور ملتان سے چل کر رہتک تک پہونچا تھا کہ مَلک نظام الدین نے قاتل بھیجکر اُس کو قتل کرا دیا۔

بعدازاں بندگانِ بلبنی جو مناصبِ اعلےٰ پر ممتاز تھے اُن میں سے بعض کو قتل اور بعض کو ذلیل و خوار کیا۔ اور مقید کرکے دور دور کے قلعوں میں بھیج دیا نومسلم مغل کہ بندگانِ بلبنی سے قرابت رکھتے تھے اُن کو تہ تیغ کیا۔ یہ تمام مظالم مَلک نظام الدین نے کیقباد کو اغوا کرکے اس غرض سے کرائے کہ بلبنی خاندان کے خیر طلب اور کیقباد کے حامی و مددگار باقی نہ رہیں۔ مگر نادان بادشاہ اِن کھلی بدخواہیوں کو بھی خیر خواہی سمجھتا رہا۔ بات یہ تھی کہ وہ کوتوال شہر اور اس کے گروہ کو اپنا معاون و محسن جانتا تھا۔

ناصر الدین کی فوج کشی

جب سلطان ناصر الدین کو لکھنوتی میں یہ افسوس ناک خبریں پہونچیں تو سخت صدمہ ہوا۔ اوّل اُس نے فرزند ناخلف کو مکتوبات

خوں خوردنِ شاں نگار است | گرچہ بنہاں خورند بادہ
فرماں نبرند زاں کہ ہستند | از غایتِ نازِ خود مرادہ
جائے کہ بہ رہ کنند گل گشت | در کوچہ روند گلِ پیادہ
آسیبِ صبا رسید بر دش | دستارچہ بر زمیں فتادہ
شاں در رہ و عاشقانِ دنبال | خونابہ ز دیدگاں کشادہ
ایشاں ہمہ با دِ حسن در سر | دینہا ہمہ سر بباد دادہ
خورشید پرست شد مسلماں | زیں ہندوگانِ شوخ و سادہ

بربستہ شاں بموئے مرغول
خسرو چو سگے ست در قلادہ

امیر خسروؔ نے مقطعِ غزل میں ابنائے روزگار کی حقیقتِ حال کو اپنے نفس کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ عینِ بلاغت ہے۔

ملک نظام الدین کا اقتدار

کیقباد کی عیش پسند طبیعت سے بہت بعید تھا کہ وہ مشاغلِ کامرانی کو چھوڑ کر ملکی امور کی طرف توجہ کرتا۔ یہ دردِ سر اُس نے ملک الامرا کوتوال کے داماد ملک نظام الدین نامی ایک امیر کو سپرد کر دیا تھا وہ جو چاہتا تھا کرتا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ وہ مدبر و منتظم سردار تھا۔ مگر خود غرض و بد باطن بھی تھا۔

لہ وہ پھول جن کی ڈنڈیاں اونچی نہیں ہوتی ہیں۔ اونچے ڈنڈے والے پھول گلِ سوار کہلاتے ہیں ۱۲

ملک بہار میں آیا۔ اور بہار سے چل کر اودھ پر قبضہ کیا[۱]۔

یافت خبر خسروِ مشرق پناہ　　ناصرِ حق۔ وارثِ ایں تخت گاہ
کافسرِ او را پسر انباز گشت　　ویں شرف از وے بہ پسر باز گشت
خشم بسر کرد و علم بر کشید　　ساختۂ کیں شد و لشکر کشید
تند چو باد آمد ازاں خار خار　　از پے گلگشت بسوے بہار
راند ازاں جا۔ بہ اودھ باد پاے　　باد ہمی ماند ز سیرش بجاے
شہر اودھ را ہمہ زاں دست برد　　غارتِ ترکانش بہ یغما سپرد
ویں طرف آگاہ نہ فرزندِ شاہ　　کز پے او راند سپہ در سپاہ

جب ناصر الدین کا لشکر اودھ کی طرف آ رہا تھا تو کیقباد دلی میں بیٹھا حسب عادت رقص و سرود اور ساقی و شراب کے مزے اڑا رہا تھا۔

شہ بچنیں وقت بر آہنگِ مے　　رخشِ طرب کرد رواں پے بہ پے
بادہ ہمی خورد و نمی خورد غم　　عیش ہمی کرد و نمی کرد کم
ریختہ ساقی مے رنگیں بجام　　مے ز لبِ شاہ رسیدہ بکام
تا گہ ازاں جا کہ جفاے جہاں ست　　قاعدۂ دولتِ شاہنشہاں ست
گرم شد آوازہ کہ خورشیدِ شرق　　تافتہ شد بر خطِ مغرب چو برق
ناصرِ دین و شہ کشور کشاے　　تیغ بر آورد و بکیں کرد راے

---

[۱] خسرو کے قول کی تائید تاریخ مبارک شاہی سے ہوتی ہے ۱۲

شفقت آمیز لکھے۔ اشارات و کنایات میں غفلت سے بیدار کرنا چاہا۔ مگر جہاں عیش و بدمستی کے بادل گرج رہے ہوں وہاں حضرتِ ناصح کی صدائے بے ہنگام کون سنتا ہے؟

ناچار ناصر الدین نے ملاقات کی خواہش کی۔ طرفین سے قاصدوں کی معرفت یہ امر طے ہو گیا کہ دونوں باپ بیٹے اپنے اپنے دار السلطنت سے جریدہ چل کر شہر اودھ میں ملاقات کریں۔ اس ملاقات سے ناصر الدین کا یہ مقصد تھا کہ بیٹے کو بر رو نصیحت کرے۔ ممکن ہے کہ وہ راہ راست پر آجائے۔

لیکن ملک نظام الدین کے مشورے سے کیقباد کی جلو میں ایک بڑے لشکر کے چلنے کا سامان شروع ہوا تو ناصر الدین بھی لاؤلشکر لے کر آیا۔ یہ قول مورخین کا ہے[۱]۔

حضرت خسرو نے مثنوی میں ابتدائی حالات کچھ نہیں لکھے اور نہ اُن کو ان قصّوں کے لکھنے کی چنداں ضرورت تھی۔ اُن کو تو کیقباد کی فرمایش پوری کرنی تھی۔

وہ مثنوی میں کیقباد کی تخت نشینی اور عیش و نشاط کا ذکر کر کے ناصر الدین کی لشکر کشی کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ:۔

ناصر الدین دلّی کے تخت و تاج کو اپنا حق سمجھتا تھا۔ اس لئے لکھنوتی سے

---

[۱] تاریخ برنی صفحہ ۱۴۱

کرکے تیاری کی تکمیل تک قصر کیلو کھڑی میں واپس آگیا۔ چنانچہ خسرو کہتے ہیں:۔

کرد اشارت کہ دلیران رزم   ساختہ دارند ہمہ سازِ عزم

جمع شدند از اُمرائے دیار   از ملک و خان و شہ و شہریار

تیغ زنانِ ہمہ اقلیمِ ہند   نیزہ گذارانِ نواحیِ سند

روزِ دو شنبہ بگہِ چاشت گاہ   در مہِ ذی الحجہ بپایانِ ماہ

رایتِ منصور ببالا کشید   ماہِ علم[۱] سر بہ ثریا کشید

نصب شد اعلام مبارک وصول   گرد سراپردہ بہ سیری[۲] نزول

میمنہ بر تلپتہ[۳] نزدیک سرہ   بود میان اندپتہ[۴] میسرہ

داورِ جمشید نسب کیقباد   تاجِ کیاں بر سرِ والا نہاد

رخش طلب کرد شہِ تاجور   رفت ز یک تخت بہ تختِ دگر

عزم بروں کرد شکار افگناں   بر دلِ خورشید غبار افگناں

بود چو خورشید ولایت فروز   گشت کناں تا بگہِ نیمروز

رفت بکیلوکھڑی و داد عون   از مددِ دست چو دریائے جون[۵]

قصر شد از فرشِ ارجمند   چوں فلک از منزلت خود بلند

---

۱ ماہِ علم نشانِ ہلال جو پھریرے پر ہوتا ہے ۱۲   ۲ نواح دہلی میں ایک گاؤں تھا ۱۲

۳ دہلی سے پانچ چھ کوس پر ایک مشہور پرگنہ تھا ۱۲

۴ نواح دہلی میں ایک قصبہ تھا جواب داخل از ک شہر دہلی ہے ۱۲

۵ دریائے جمن کو سنسکرت میں جون بولتے ہیں (بفتح واو) یہاں اس کے تلفظ میں تصرف کیا گیا ہے ۱۲

راند ز لکھنوتی و دریاے ہند — تا بہ سپہش گرد برآورد زند

بیں کہ سپہرش چہ تمنا نمود — کآب فرو میل بہ بالا نمود

قوتِ سیلے نبود تا برود — آب بہ بالا نرود از فرود

سوے سواد اودھ آمد چو باد — گرد حک از خنجرِ تیز آں سواد

چند ہزارش ز سوارانِ کار — تیغ زن و کینہ کش و نامدار

آمد اقصاے اودھ در گرفت — واں ہمہ اقلیم سراسر گرفت

نیست جز ایں در شب و روزش سخن — کیں منم اسکندرِ دارا شکن

مردمکِ دیدۂ من کیقباد — کافسرِ جد فرِ بزرگیش داد

گرچہ جہانگیر شد و تاجدار — نیست جہاں دیدہ تر از من بکار

تختِ پدر گر نہ پے پاے من ست — ہر ہمہ دانند کہ جاے من ست

حاصل ازیں حادثہ آمد پدید — شاہِ جہاں یافت پیاپے خبر

دلّی میں ترتیبِ لشکر

ناصر الدین کی آمد کا آوازہ بلند ہوا تو دلّی میں بھی کوچ کی تیاریاں اور ترتیبِ لشکر کا سامان ہونے لگا۔ شاہی جھنڈا کھولا گیا اور قصبہ سیری میں جو دلّی کے قریب تھا ڈیرے خیمے لگا دیے گئے اور لشکر کے دائیں بازو کا کیمپ قصبۂ تلپٹ میں اور بائیں بازو کا قصبہ اندپت میں ڈالا گیا اور شاہی ہاتھیوں کا پڑاؤ موضع بہاپور[۱] میں تھا۔

ایک روز سلطان معز الدین بھی برسم شکار باہر نکلا اور لشکر گاہ کو ملاحظہ

---

[۱] نواحِ دہلی میں ایک گاؤں تھا (از شرح قران السعدین) ۱۲

عارضِ فرزانہ بفرمانِ شاہ — کرد رواں سوے مخالف سپاہ

ناحیہ بر ناحیہ راندند تند — بود صبا پیشِ چنیں سیر کند

از قدمِ شومِ مغل آں بلاد — نام و نشانے ز عمارت نداد

از حدِ سامانہ تا لاھنور (لاہور ۱۳) — ہیچ عمارت نہ۔ مگر در قصور[۱]

لشکرِ اسلام کہ آنجا رسید — بود زمیں تشنہ۔ کہ دریا رسید

یافت خبر کافرِ ناخوب کیش — تیز تر از تیر بروں شد ز کیش

تن ز غنیمت بہزیمت سپرد — بردنِ جاں را بغنیمت شمرد

باربک اندر پےِ شاں کینہ خواہ — تیغ زناں قطع ہمی کرد راہ

لشکرِ اسلام کہ دنبالہ کرد — کوہ ز خونریز تر از لالہ کرد

خانِ جہانگیر کہ آں فتح یافت — فرخ و فیروز عناں باز تافت

بست اسیرانِ مغل را قطار — داد بداں چند شترِ دل جما

کیقباد کی بزم آرائیاں

لشکر کی تیاری کا کام سرداران لشکر کے ذمے تھا جس کی تکمیل میں سردی کا موسم گذر گیا۔ مگر رنگیلے کیقباد کو اپنے مشاغل شوق کے لئے کافی فرصت تھی۔ اُس کے قصرِ عشرت میں موسم سرما کا ایک لمحہ بیکار نہیں گیا بدستور ہنگامۂ نشاط کی گرما گرمی رہی۔ یہاں تک کہ نوروز کا موسم آگیا۔ پھر تو قصرِ معزی میں اور بھی دھوم دھام کے

---

[۱] نواح لاہور میں ایک پرگنہ ہے۔ مگر یہاں قصور سے یہ مراد ہے کہ ہر ایک عمارت کو نقصان پہونچا تھا۔

ملک پنجاب پر مغلوں کا حملہ

دلی میں لشکر کے کوچ کا ساز و سامان مہیا کیا جا رہا تھا کہ اسی اثنا میں ملک پنجاب پر حملۂ مغل کی خبر آئی۔ اس فتنے کے تدارک کی غرض سے تیس ہزار سوار کی جمعیت لے کر باربک[1] سلطانی نہایت سرعت سے لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ سامانہ سے لاہور تک تمام بستیاں مغلوں کی غارت گری نے برباد کر دی تھیں۔

مغلوں کو افواج شاہی کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے۔ باربک نے کچھ دور تک غنیم کا تعاقب کر کے بعض کو قتل کیا اور جو مغل زندہ گرفتار ہوئے اُن کو لے کر دلی کی طرف مراجعت کی۔ اس واقعہ کی کیفیت حضرت خسرو نے اشعار ذیل میں بیان کی ہے:۔

نامہ کشے چند چو تیر از کمیں	آمد و بوسید چو پیکاں زمیں
کز حدِ بالا مغلِ تیز عزم	سوے فرو راند بر آہنگِ رزم
لشکر انبوہ چو ذراتِ ریگ	جوش بر آورد چو آبے بدیگ
مردمِ آں خطہ فرو شد بخاک	گرد بر آورد از یشاں ہلاک
شہ کہ ز گمراہی آں گمرہاں	یافت چنیں آگہی از آگہاں
گفت کہ خواہم ز سوارانِ کار	نامزدِ مغل شود سی ہزار
بر سرِ شاں باربکِ تیغ زن	خانِ جہاں چابک و لشکر شکن

---

[1] باربک کا نام سلطان شاہک تھا اور اس مہم پر نامزد کرتے وقت خان جہاں خطاب عطا کیا تھا ۱۲

ہمراہِ لشکر چلیں یا نہ چلیں مگر مشیر دولت نے یہی صلاح دی کہ بادشاہ کا چلنا ضروری ہے۔

مصلحتِ ملک ز رائے درست	ہر چہ صواب ست ہمی باز جست
خود کمرِ کینہ کند استوار	یا ز پئے رزم فرستد سوار
کار شناسے کہ در آں از بود	پرن ز تدبیر بینداخت زود
گفت ز چندیں سپہ کینہ خواہ	آں نرود کز تنِ تنہائے شاہ

غرض وسط ماہ ربیع الاول میں کوچ کیا۔ اور پہلی منزل تلپٹ اور افغان پور کے حدود میں ہوئی۔

در وسطِ ماہِ ربیع نخست	عزم سفر کرد بمشرق درست
کوس عزیمت ز درِ شہریار	لرزہ در آورد بروئیں حصار
کوچ سپہ کرد۔ شہ از شہرِ نو	داد جہاں را ز ظفر بہرِ نو
منزلِ اوّل کہ شد از شہر دور	بود حدِ تلپت و افغان پور
یافت سراپردہ در آں جا مقام	دشت در آمد ز رسنہا بدام

مہم مغل سے باربک کی مراجعت

سلطانی لشکر کا پہلا ہی کوچ تھا کہ خان جہاں باربک جو مغلوں کی مہم سر کرکے آرہا تھا اس مقام پر حضورِ سلطانی میں حاضر ہوا۔ اس فتح کا بڑا جشن منایا گیا۔

لشکرِ کافر کش بالا نورد	از عقبِ کوچ در آمد چو گرد

جشن ہوئے۔ اور بادہ پیمائی کا زور و شور رہا:-

موسم نوروز و ہوائے شراب | شاہِ جہاں مست و مخالف خراب
باده ہمی خورد و ہمی بود شاد | شاد ہمی کرد جہاں راز داد
ہر کہ چو گل کرد بہ بزمش گذر | برد بسے دامنِ پر سیم و زر
نغمہ زنش زہرہ پردہ شمار | نغمہ زنی کرد بچندیں سپاس
یافتہ در گوشِ ہمایونش جائے | این غزل از نغمۂ بربط سرائے

غزل

گل امروز آخرِ شب مست برخاست | بجامِ لالہ مجلس را بیاراست
نشستہ سبزہ زیں سو در چپِ گل | ستادہ سرو زاں جانب براست
صبا می رفت و نرگس از غنودن | بہر سوئے ہمی افتاد و می خاست
من اندر باغ بودم خفتہ بایاً | بنام ایزد چو ما بے کم و کاست
چو رفتن خواست از پہلوئے خسرو | برآمد از دلم فریاد بے خواست

خسرو نے گل و نرگس اور سبزہ و سرو کے تخیل میں کیقباد کی بزم مستانہ کا رنگ ڈھنگ خوب دکھایا ہے۔

کیقباد کے لشکر کا کوچ بجانب اودھ

جاڑا گذرا نوروز ہو چکا۔ اب گرمی کا موسم تھا کہ لشکر کیل کانٹے سے درست ہو کر کوچ کے لئے تیار ہوا۔ بادشاہ سلامت اپنا عشرت کدہ چھوڑتے ہوئے کسماتے کہ خود بدولت

اُس نواح کے ملوک و اُمرا میں سے ملک چھجو خان کڑہ اور خان اودھ یہ دونوں اپنی اپنی جمعیت کے ساتھ باربک کے لشکر سے آملے۔

باربک و تیغ زنانِ سپاہ | طبل زناں پیش گرفتند راہ
کوچ بکوچ از شدنِ بی درنگ | لشکرِ شاں رفت گذارای گنگ
گرم بآب سرو در رسید (دریائے گھاگرا) | در سرُو رفت و عناں در کشید
پیش درآمد ز بزرگانِ پیش | چند ملک باسپہ و سازِ خویش
خانِ کڑہ چھجوے کشور کشاے | کز لبِ خاناں گرہ بستے بپاے
خانِ اودھ نیز بفرمانِ شاہ | کرد بیک جاے فراواں سپاہ
باربک و شاں ہمہ یک جا شدند | ساختہ کار رہتیا شدند
لشکرِ شاں پر زصفِ با شکوہ | بر لبِ آبِ سرُو شد گروہ

ناصرالدین کا باربک کو پیام

دریا کے اُس پار سلطان ناصرالدین کا لشکر پڑا تھا۔ اُس کو خبر ملی کہ فوجوں کا یہ جماؤ لڑائی کے ارادہ سے ہوا ہے تو وہ بہت برہم ہوا اور فوراً شمس الدین دبیر کو کہ اُس کا میر منشی تھا باربک کے پاس یہ پیام دے کر بھیجا کہ تو ہمارے خاندان کا نمک خوار قدیم ہے اس وقت ہمارے نمک سے کیوں دست کش ہوتا ہے؟ تو خود جانتا ہے کہ اس ملک کا وارث کون ہے؟ کوئی غیر میری جگہہ لیتا تو اُس کی گردن ہوتی اور میری تلوار۔ مگر میرا فرزند میری غیبت میں تخت نشین ہوا تو "دلِ ماشاد و چشمِ ماروشن"

باربک آمد ز مصافِ مغل — بستہ گلوہاے مغل را بہ غل
شاہ بران مژدۂ دولت کہ یافت — بادہ طلب کرد و بہ مجلس شتافت
خوردمے و گنج بہ محتاج داد — بس گہر و زر کہ بہ تاراج داد

اسیران مغل کا قتل

دوسرے دن اسیران مغل اور مال غنیمت سلطان کے روبرو پیش ہوا۔ قیدیوں میں سے امیران صدہ[1] کو ہاتھیوں سے کچلوا دیا اور سپاہیوں کو شہر میں بھیجکر تشہیر کرایا۔ دن اس مشغلے میں کٹ گیا رات کو پھر وہی دور ساغر چلا:۔

چون تنہ چند ز میر صدہ — دست اجل داد بدام ددہ
آنچہ دگر ماند شہنشاہِ دہر — کرد روان از پئے تشہیرِ شہر
چون فلک از شیشۂ خود گاہِ شام — جام نشر و برد ز دور مدام
نور نشاط از افقِ جام تافت — شہ زمے وصے ز لبش کام یافت

باربک کی روانگی بطور ہراول

دو روز بعد لشکر آگے بڑھا۔ اور دو کوچ کے بعد جمنا کو عبور کرکے جیور[2] میں مقام ہوا اُس مقام سے باربک بحکم شاہی ایک دستہ فوج کا لے کر بطور ہراول لشکر کے آگے آگے روانہ ہوا اور گنگا پار اُتر کر قطع مراحل کرتا دریاے سرجو کے قریب جا پہونچا اور سلطانی لشکر کے انتظار میں وہاں ٹھیر گیا۔

---

[1] امیر صدہ وہ سردار جس کے زیر حکم سو سپاہی ہوتے تھے ۱۲
[2] جیور ایک قصبہ ہے مضافات ضلع بلند شہر میں جمنا کے قریب ۱۲

لیک چو ہم چشمِ من ایں نور برد | چشمِ خود از خود نتواں دور برد
ہر کہ فرستادۂ آں درگہ است | بندۂ موروثِ دریں شہ است
گر سپہم بر تو رساند گزند | جانِ من ست آنکہ بماند نژند
ورز تو در قلبِ من آید غبار | ہم تو شوی در رخِ من شرمسار
باش کہ تا در رسد آں کینہ کوش | مہرِ مرا بیند و ماند خموش

بار بک کا جواب سلطان ناصر الدین کو

اس پیام کا جواب باربک نے یہ دیا کہ میں اپنے آقا کے حکم سے یہاں آیا ہوں اور اُس کے دشمنوں سے جنگ کرنے کے لئے مامور ہوں۔ اگر کوئی اور مقابل ہوگا تو تلوار سے جواب دوں گا۔ ہاں اگر حضور کو دیکھوں گا تو ڈر کے مارے نہیں بلکہ تعظیماً ہٹ جاؤں گا۔

یہ جواب سن کر ناصر الدین ٹھنڈا ہو گیا۔

خانِ سپہ باربکِ تیز ہوش | کرد چو زاں گونہ پیامے بگوش
در خورِ آں داد جوابے سرہ | سختہ بمیزانِ ادب یک سرہ
گفت کزیں بندہ حضرت پناہ | سجدۂ تعظیم رساں پیشِ شاہ
من کہ فرستادۂ شاہِ خودم | بر خطِ اخلاص گواہِ خودم
نام زدم کرد کہ در ہر دیار | دشمن او را ندہم زینہار
گرد گرے پیشِ من آید بہ تیغ | تیغ خورد از من و از خود دریغ

اُس کا نوکر ہمارا نوکر ہے۔ اگر نوکر آقا سے لڑے تو خلقت کیا کہے گی ؟ میں تجھ کو الزام نہیں دیتا۔ بلکہ ملزم وہ ہے جس نے تجھ کو بھیجا ہے۔ لیکن یاد رکھ اگر تو نے شکست کھائی تو صدمہ کس کو پہونچے گا ؟ میرے بیٹے کو۔ اگر مجکو شکست ہوئی تو خود تیرا کالا مونہہ ہوگا۔ کیقباد کے آنے تک صبر کر وہ خود دیکھ لے گا کہ مجکو اس سے کس قدر محبت ہے۔

تیغ زنِ مشرق ازاں سو آب — تیغ بروں آختہ چوں آفتاب
از غضب افگندہ بابرو گرہ — وز پئے کیں کرد کماں را زہ
جست رسولے کہ گذارد پیام — ہرچہ بگویند۔ بگوید تمام
دید کہ کس نیست ز برنا و پیر — درخورِ این کار چو شمسِ دبیر
پیش طلب کرد و پیامے کہ خواست — سوے مخالف ز کش بی کرد راست

اے کہ بہ پیش آمدی از راہِ دور — کیں نتواں گفت مگر در حضور
چوں تو نمک خوردۂ از خوانِ ما — دست چہ داری ز نمکدانِ ما
ہست نمک در ہمہ مذہب حلال — ور تو حرامش کنی اینک وبال
گر پسر از غیبت من ملک یافت — روے نخواہد ز پدر باز تافت
ہم تو کزیں راز ترا آگہی ست — وارثِ ایں ملک نمی دانی کہ کیست ؟
گرد گرے در محلِ من بُدے — تیغِ منش بر سر و گردن بُدے

تافتہ از گرمیِ خود آفتاب　　تابشِ او کرد جہاں را بتاب

شب شدہ چوں دزدیِ اندر گداز　　روز چو شبہاے زمستاں دراز

خوں برگِ مرد زبوں آمدہ　　خوے شدہ واز پوست بروں آمدہ

شہ بگہِ کوچ ہمی شد چو شیر　　چتر بسر کردہ و توسن بزیر

لشکر ازیں گونہ جہاں می‌نوشت　　ناحیہ بر ناحیہ بر روے دشت

تا علمِ شہ باودھ در رسید　　از پئے دہلی عوضے شد پدید

نصب شد اعلامِ شہنشاہِ دہر　　بر لبِ گھگر بجوالیِ شہر

گھگر ازیں سو بسر وزاں طرف　　از تفِ لشکر بلب آوردہ کف

کیقباد کا لب دریا جانا اور کشتی کا ڈوبنا

روزِ دگر شاہ بر آئینِ گشت　　آمد وزاں سوے اودھ برگذشت

کرد صفے بر لبِ آب رواں　　سودہ ہم پہلوے ہر پہلواں

تیغ زنِ مشرق ازاں سوے آب　٥　کرد چو روشن کہ رسید آفتاب

بر لبِ آب آمد و آراست صف　　تافت دو خورشید ز ہر دو طرف

چشمِ پدر بہرِ جگر گوشہ تر　　گوشۂ ہر چشم شدہ پر جگر

دید چو شہ سیلِ مژہ بیکراں　　حاجب خود کرد بکشتی رواں

گفت بحاجب کہ ازیں چشمِ تر　　مردمکِ چشم مرا دہ خبر

حاجب فرزانہ از آنجا شتاب　　شست بکشتی و رواں شد چو آب

درز تو از دور بہ بینم حضور | گرنہ گریزم۔ شوم از راہ دور
عطف کنم۔ لیک نہ از بیم کس | از پئے تعظیم شکوہ تو بس
رفت فرستادہ زراہِ نہفت | ہر چہ کہ بشنید زشہ باز گفت
شہ چو خلافے زمخالف ندید | زانچہ ہمی گفت۔ زباں درکشید

سلطان معزالدین کیقباد اودھ میں پہونچا

اب آفتاب جوزا میں آگیا۔ تڑاقے کی گرمی پڑنے لگی۔ دن بڑھ گیا رات چھوٹی ہو گئی۔ نازپروردہ کیقباد گھوڑے پر سوار ہے۔ سر پر چتر شاہی سایہ فگن ہے۔ پھر بھی بدن سے پسینہ ٹپکتا ہے۔ مگر رنگ آمد وسخت آمد۔ کڑی منزلیں طے کرتا اودھ میں آپہونچا حوالی شہر میں ڈیرے خیمے لگائے گئے۔ ایک طرف گھاگرہ ندی ہے دوسری طرف سرجو۔

اگلے دن کیقباد سیر وگشت کے لئے نکلا اور سرجو کے کنارے پہونچا جہاں سے سلطان ناصرالدین کی خیمہ گاہ نظر آتی تھی۔ باپ کو بیٹے کے آنے کی خبر ملی تو وہ بھی لب دریا آکھڑا ہوا۔ بیٹے کو دیکھ کر محبت کی گھٹا اُمڈی۔ آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو ٹپکنے لگے۔ فوراً ایک کشتی میں سوار کر کے اپنا حاجب بھیجا کہ اشتیاق دیدار ظاہر کرے۔ ادھر سے یہ مدارات ہوئی کہ کشتی کو ہدف تیر بنا کر ڈبو دیا۔ حاجب بمشکل جان بچا کر بھاگا۔

خانہ چو خورشید بجوزا گرفت | رفت دراں خانہ دروں جا گرفت

چارہ ندانم کہ دریں کار چیست؟ — بخت کہ داند کہ دریں یار کیست؟
بود بحیرت کہ چو شب بگذرد — روزِ دگر چارہ چہ پیش آورد؟
تا بسحر بود بگفت و شنید — کز شبِ زایندہ چہ آید پدید؟

باپ بیٹوں کے سلام پیام

جب دن نکل آیا تو ایک معتمد کو زبانی پیام دیکر دریا پار بیٹے کے پاس بھیجا۔ اور اسی سلسلہ میں کئی بار پیامبروں کی آمد و شد جاری رہی۔

پیامِ پدر

کز پدر اول برسانش سلام — و آخرش آئینِ دعا کن تمام
کاے خلف! از رہِ مخالف بتاب — تیغ بیفگن کہ منم آفتاب
از پدرم کے رسد ایں فن بتو؟ — از پدرِ من بمن۔ از من بتو
ورز بدآموز شد ایں رہ پدید — گفتِ بدآموز نباید شنید
گرچہ کنی دعویِ آتش ولیک — نیک بدانم کہ ندانی تو نیک
چوں تو شب و روز ادب افزوں کنی — بے ادبی باچو منے چوں کنی
برسرِ خواں آے کہ ہم توشہٴ — یاد نمک کن کہ جگر گوشہٴ

جوابِ پسر

گفت بحاجب کہ بشہ باز بوے — خدمتِ من گوی و پس آنگہ بگوے
بامنت از بہرِ تمنائے ملک — خام بود پختنِ سودائے ملک

چوں بمیانِ سرِ دو در رسید پورِ معزی زکمانش بدید
تیر بر آورده زکیش خدنگ از سرکیں کرد کماں را بچنگ
تیر کہ در کشتیِ شاں رخنہ کرد از سرِ کشتی بہ تہ آفتاد مرد
رفت بصد حیلہ فرستادہ باز پیش شہ شرق فرو گفت راز

ناصرالدین کی پریشانی کشتی کے واقعے سے

کشتی کے واقعہ کا سبب حضرت خسرو نے ظاہر نہیں کیا۔ غالباً یہ کیقباد کے بدخواہ مشیروں کی بد آموزی کا نتیجہ تھا تاکہ ملاقات کی نوبت ہی نہ پہونچے بلکہ باپ بیٹوں میں لڑائی ٹھن جائے اِس فعلِ ناروا سے ناصرالدین کے دل پر چوٹ لگی اور غصہ بھی آیا۔ پھر سوچا کہ مبادا! یہ نادان لڑکا مفسدوں کے اغوا سے جنگ کر بیٹھا تو اُس کو گزند پہونچے گا یا مجکو۔ ہر نوع میرے لئے سخت مصیبت کا سامنا ہے۔

رات بھر نیند نہ آئی۔ اسی سوچ بچار میں صبح کر دی کہ کیا کرے کیا نہ کرے۔

شاہ کہ از خونِ خود آں زخم دید نالہ چو تیر از دل بر کشید
خشم ہمی گفت زکینش سخن مہر ہمی گفت کہ ہے ہی! مکن
آنکہ چنیں ست نو دیدم از و بہتر ازیں بود امیدم از و
گر پسرم را زجوانی و ناز ق عزم بر آں شد کہ شود رزم ساز
حیلہ چہ سازم؟ بچنیں کارِ تنگ با پسرِ خویش کہ کردہ است جنگ؟

کاے برخمِ چشمِ جفا کردہ باز! ۔۔۔ دیدۂ مہرِ تو بر دیم فراز

با ہمہ این قوت و جوشِ سپاہ ۔۔۔ نیستم اندر پئے آزارِ شاہ

گر گہرِ صلح پذیرد نظام ۔۔۔ حلقہ بگوشم برضائے تمام

تیرِ تو گر خواست بجانم رسید ۔۔۔ من نکشم۔ تا بتوانم کشید

گر بگہر تاج ستانِ توام ۔۔۔ عیب مکن گوہرِ کانِ توام

تختِ جہاں بہرِ تو برپای کرد ۔۔۔ لیک برآں تخت مرا جای کرد

خواست یکی خواستہ لیکن نیافت ۔۔۔ آنکہ نمی خواست۔ بر خود شتافت

دربعقیص ور دلِ تو آں ہواست ۔۔۔ بندہ فرمانم و فرماں تراست

تاج زمن می طلبی چرخ سائے ۔۔۔ بر سرم آ۔ تا کنمت زیرپائے

اِس مطیعانہ جواب کو سن کر باپ نے بھی استمالت اختیار کی۔

پیامِ پدر

اے ز نسب گشتہ سزائے سریر ۔۔۔ در پسرے ہا چو پدر بے نظیر

بر چشمِ منی! ہیچ غبارے میار ۔۔۔ دیدہ نشاید کہ بود پُر غبار

تا تو ندانی کہ درین جستجوے ۔۔۔ از پئے ملک است مرا گفتگوے

گرچہ توانم ز تو این پایہ بُرد ۔۔۔ از تو ستانم۔ بلکہ خواہم سپرد

باش بنامم کہ بنامِ توام ۔۔۔ زندہ و نا زندہ بنامِ توام

دیدہ کہ نادیدۂ دیدارِ تست ۔۔۔ دیدہ و نادیدہ گرفتارِ تست

پختۂ آخر! دمِ خاماں مزن ‌ ‌ ‌ من ز تو زادم، نہ تو زادی ز من
ملک بمیراث نیاید کسے ‌ ‌ ‌ تا نزند تیغِ دو دستی بسے
نیستم آں طفل کہ دیدی نخست ‌ ‌ ‌ بالغِ ملکم، ببلاغت درست
حسد مخوانم کہ ز دورِ زمن ‌ ‌ ‌ داد خدا دور بزرگی بمن
جز تو کسے گردمِ ایں در زدے ‌ ‌ ‌ سرزنشِ تیغ، نش سر زدے
لیک توئی چوں بہ پے ایں پدر ‌ ‌ ‌ من نہ ہم، گر تو توانی بگیر

پیام پدر

اے سر از آئینِ وفا تافتہ! ‌ ‌ ‌ وز تو دلم تافتگی یافتہ!
گرچہ بغیبت شدہ کینہ توز ‌ ‌ ‌ رنجہ چہ داری بحضورم ہنوز
با چو منے دور کن از سر منی ‌ ‌ ‌ چوں بصفت من توام و تو منی
تیغ مکش، تا نشوی شرمسار ‌ ‌ ‌ از من اگر نیست، ز خود شرم دار
تخت رہا کن کہ سزای تو نیست ‌ ‌ ‌ تا منم، ایں پایہ بپای تو نیست
گر کمرِ کینہ کنی استوار ‌ ‌ ‌ پیشِ تو، بیش از تو درآیم بکار
ور بمدارا کشد ایں گفت و گوی ‌ ‌ ‌ نیز نتابم ز وفائے تو روے
لیک بشرطے کہ دریں رائے من ‌ ‌ ‌ جائے پدر گیرم و تو جائے من

جواب پسر

داد جوابے ادب آمیختہ ‌ ‌ ‌ تعبیہ ہائے عجب آمیختہ

"روشنی"

کرد نشاطے و رامش گراں — مجلسے آراست گراں تا گراں
ہر کہ در آں بزم سخن ساز گشت — دامنِ پُر گوہر و زر باز گشت
روی بہ کاؤس کے آورد و گفت — تا شود آں ماہ بخورشید جفت
سوے برادر شود آراستہ — باسپہ و کوکبۂ و خواستہ
جُست پئے ہدیہ نصیحت گراں — دیدہ فروز ہمہ قیمت گراں
جامۂ[1] ہندی کہ ندانند نام — از تنکے تن بنماید تمام
نافۂ[2] پیچیدہ بناخن نہاں — باز کشائیش بپوشد جہاں
عود بخروار قرنفل یمن — خرمنے از نافۂ مشکِ ختن
عنبر و کافورِ معنبر سرشت — صندلِ خالص چو درختِ بہشت
سر بفلک بردہ بسے زندہ پیل — کوہ گراں را بقیامت دلیل
داد بشہزادہ و کردش رواں — ساختہ با کوکبۂ خسروان

اور شہزادہ کیکاؤس کو سمجھا دیا کہ ہماری طرف سے بڑے بھائی جان کو دعا کے بعد یوں کہنا:-

اے غمِ تو کردہ بجانم اثر — تو زمن و حالتِ من بے خبر
صبرِ من از دوریِ تو رفت دور — مرحمتے کن کہ بمانم صبور
من کہ صبوری نتوانم ز تو — وائے! کہ محروم بمانم ز تو

---

[1] ایک ہندوستانی کپڑا ہے جس کا نام نہیں معلوم۔ ایسا مہین ہے جس میں بدن نظر آتا ہے ۱۲
[2] لپیٹو تو ذرا سا ہو جائے کھولو تو اتنا بڑا تھان کہ دنیا بھر کو ڈھانک لے۔ غالباً ململ ڈھاکہ ۱۲

نیست بنزدیکِ من از بیش و کم | بیشتر از دوریٔ تو ہیچ غم
بہرِ خدا صورتِ خویشم نمائے | روے مگردان و بترس از خدائے

جواب پسر

اے زشہ مشرق شدہ چوں آفتاب | ورز تو جہاں در حدِ مغرب بتاب
گرہمہ بر ماہ رسد افسرم | ہم بتہ پاے تو باشد سرم
سدِ سکندر زدہ ام از سپاہ | فتنۂ یاجوجِ مغل را پناہ
رو تو چو خورشید زمشرق برائے | من کیستم اسکندرِ مغرب کشائے
تا تو بمشرق بوے و من بغرب | حربہ خورد ہر کہ در آید بحرب
در بملاقات رہی رائے تست | افسرِ من خدمتِ پاے تست
نیست مرا آن محل و آں شکوہ | کز سرِ خود سایہ فشانم بکوہ
در فگند رائے تو بر بندہ تاب | ذرہ شوم پیش جہاں آفتاب

غرض ملاقات کا مژدہ سن کر ناصر الدین کی باچھیں کھل گئیں۔ بہت خوش ہوا مجلس طرب آراستہ کی اور متوسلین کو انعام و اکرام دے کر شاد کیا۔

ناصر الدین کی طرف سے کیکاؤس کا جانا

پھر اپنے فرزند اصغر کیکاؤس کو بلایا اور بڑی شان و تزک سے بہت تحائف، اسلحہ اور ہاتھی دیکر کیقباد کی خدمت میں روانہ کیا۔

بادشہِ شرق کہ آں مژدہ یافت | روش چو خورشید ز مشرق بتافت

کیقباد کی طرف سے کیومرث کا آنا

دوسرے دن کیقباد نے اپنے فرزند کیومرث کو دادا جان کی خدمت میں تحف و ہدایا دے کر روانہ کیا۔ چونکہ یہ بچہ تھا عارض کو اُس کے ساتھ بھیجا۔

جب شہزادۂ کیومرث مع جلوس دریا پار پہونچا تو دادا جان کی طرف سے بڑی آؤ بھگت ہوئی۔

کارگزاراں ہمہ رفتند پیش — سجدہ کناں پیشِ خداوندِ خویش
پیش عناں بانگِ رواروزدند — سکۂ نو بر درمِ نوزدند
رفت خراماں تُکِ ارجمند — تا درِ دہلیز بہ پشتِ سمند
روے چو گل سود بہ پشتِ زمیں — گشت زمیں پر سمن و یاسمیں
حرمتِ آں خسروِ شہ دیں پناہ — داشت بر آئینِ بزرگاں نگاہ
کرد چو نورش بدل و دیدہ جاے — گاہ سرش بوسہ زد و گاہ پاے
عارض از آئینِ ادب پروری — بود کمر بستہ بخدمت گری
تا نظرِ شاہ بر آں سوے تافت — خدمتِ عارض محلِ عرض یافت

جب تک ناصر الدین پوتے کو پیار کرتا رہا عارض سلطنت دست بستہ چپ کھڑا رہا۔ جب اُس کی طرف دیکھا تو اُس نے عرضِ معروض کا موقع پایا اور وہ شاہانہ تحفے جو نذر کے لئے ہمراہ لایا تھا پیش کئے۔ اور کیقباد نے پیام کے جواب میں جو کچھ عرض کیا تھا سنا دیا۔

آمدنم نزِ پَے ایں کار بود | کافسرِ اقلیم توانم ربود
تشنۂ دیدارِ توام روز و شب | شربتِ خود باز نگیرم ز لب
شاد کن ایں جانِ غم اندیش را | روے نما منتظرِ خویش را
تحفۂ حالِ دلِ ریشم بخواں | یا بمن آ، یا برِ خویشم بخواں

جب کاؤس کی سواری دریا سے پار اتر چکی تو کیقباد کو اطلاع کی گئی کہ چھوٹا شہزادہ قدمبوسی کے لئے آتا ہے۔ اُس نے دربار آراستہ کیا۔ اور بہت سی فوج سرداروں کے ہمراہ بھجکر بڑی دھوم سے اُس کا استقبال کرایا۔ دہلیز شاہی پر پہونچکر شہزادہ گھوڑے سے اوتر پڑا اور جو پیشکش لایا تھا پیش کیا اور جو باتیں شاہ بابا نے سمجھا دی تھیں بڑے بھائی سے عرض کر دیں۔ کیقباد بھائی سے ملکر بہت مسرور ہوا۔ اور اُس کی خاطر و مدارات میں بزمِ طرب آراستہ کی:۔

شاہ بروئیش چو نظر کرد چست | دید دراں آئینہ خود را درست
گرم فرو جست ز تختِ بلند | کرد باغوش تنِ ارجمند
داشت باغوشِ خودش تا بدیر | سیر نشد۔ چون شود از عمر سیر؟
باخودش از فرش بر او رنگ برد | تخت کیاں باز کیاں را سپرد
گاہ ز دیدہ بہ نثارش گرفت | گاہ دوبارہ بکنارش گرفت
گاہ نظر بر رُخِ زیباش کرد | گاہ دل از مہر شکیباش کرد
پرسش از اندازہ ز غایت گذشت | حدِّ نوازش ز نہایت گزشت

اب تک سراپردۂ سلطانی شہرادوھ سے اوپر کی جانب ایک تنگ میدان میں نصب تھا۔ اُس کا موقع فوراً شہر سے نیچے کی طرف تبدیل کر دیا جہاں میدان بھی وسیع تھا اور دریا کا پاٹ کم ہونے کی وجہ سے کشتی کی آمد و شد آسان تھی۔ اِس عمدہ موقع پر کارکنانِ دولت نے ایک شان دار دربار دونوں بادشاہوں کی ملاقات کے لئے لبِ دریا ترتیب دیا۔

ناصرالدین کا آنا اور ملاقات

چونکہ گرمی کے دن تھے، ناصرالدین دن ڈھلنے کے بعد جب کہ دھوپ کی تیزی کم ہو گئی تھی کشتی میں سوار ہو کر چلا۔ معزالدین کیقباد اپنے شاہانہ دربار میں اورنگ سلطنت پر بیٹھا باپ کی آمد کا منتظر تھا۔

جس وقت باپ کو آتے دیکھا بے اختیار تخت سے اُتر برہنہ پا دوڑا، اور قدمبوسی کے لئے جھکا۔ باپ نے فوراً گلے لگا لیا۔ اور دونوں بغل گیر ہو کر دیر تک زار زار روتے رہے:۔

روز چو آخر شد و گرما گذشت	چشمۂ خور خواست[1] ز دریا گذشت
تاجورِ شرق بر آہنگِ آب	کرد طلب کشتیِ گردوں رکاب
کشتی شہ تیز تر از تیر گشت	در زدنِ چشم ز دریا گذشت
راست کہ شد بر لبِ دریا رسید	گوہرِ خود بر لبِ دریا بدید

---

[1] چشمۂ خور = آفتاب۔ اور دریا کنایہ ہے آسمان سے ۱۲

جواب پسر (عارض کی زبانی)

آنچہ دلِ شاہ بداں مائل ست | رائے مرانیز ہماں در دل ست
آمدم اینک بہزاراں نیاز | تا کنم ایں دیدہ بروئے تو باز
بود زمن پرسشِ شاہِ زمن | کآمدن از خود طلبی - یاز من؟
من بدرِ شہ بسر آیم دواں | ق چوں پسراں بر پدرِ مہرباں
شرط چناں ست کہ در بحر و بر | چشمہ کند بر لبِ دریا گذر
لیک سزد - گر شہِ دریا نشاں | بر سرِ ایں چشمہ شود دُرفشاں

ناصر الدین کی طرف سے ملاقات کا وعدہ — ناصر الدین نے خوش ہو کر عارض کو خلعت و انعام عطا کیا - اور کیومرث کو بہت سے نادر تحفے اور ایک ہاتھی مع عماری زرّین دیا - اور وعدہ کیا کہ ہم کل صبح ضرور ملاقات کے لئے آئیں گے - اِس کے بعد کیومرث اور عارض اپنے خیمہ گاہ کو واپس گئے -

وعدہ چناں رفت کہ فردا پگاہ | جنبشِ خورشید شود سوئے ماہ
منزلِ سعدین شود برجِ تخت | مجمع بحرین شود روئے بخت
خرم و خوش عارض و فرزندِ شاہ | باز نوشتند سوئے خانہ راہ

کیقباد کے ہاں دربار کی تیاریاں — عارض کی زبانی ناصر الدین کے آنے کی خبر سنتے ہی کیقباد کے دائرہ دولت میں دربار کی تیاریاں شروع ہو گئیں -

کے روبرو کھڑا ہو گیا۔

خسرو نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ باپ کا یہ فعل اُمرا کے لئے ہدایت تھی کہ تم کو بادشاہ کی تعظیم و خدمت اس طرح کرنی چاہئے۔ باپ کے حکم کی تعمیل کرکے فوراً ہی کیقباد تخت سے اُتر آیا اور اُمرائے دربار نے دونوں بادشاہوں پر زر و گوہر نثار کیا اور جو خلقت باہر کھڑی تھی اُن میں لٹا دیا:۔

چوں پدر از جانبِ فرزندِ خویش	شرطِ ادب دید ز اندازہ بیش
گفت کہ یک آرزویم در دل است	منت منت! کہ کنوں حاصل است ق
آنکہ بدستِ خودت اے نیکبخت!	دست بگیرم بنشانم بہ تخت
زانکہ بغیبت چو شدی بر سریر	من نہ بُدم تا شدمے دستگیر
با پسر ایں نکتہ چو گفتہ براند	دست گرفت و بسریرش نشاند
خود بنعال آمد و برسبت دست	ماند ازاں کار عجب ہر کہ ہست
داشت دریں زیر خیالے نہاں	آگہی داد بکار آگہاں
گرچہ پدر بر سرِ تختش کشید	رُست و فرود آمد و پیشش دوید
چوں خلفاں شرطِ وفا می نمود	خواہشِ عذرے بسزا می نمود
دولتیاں ہر طرفے بستہ صف	کردہ طبقہائے جواہر بکف
لعل و زر بر جد کہ در آویختند	بر دو سر افراز ہمی ریختند

رسم نثار و تصدق کے بعد دربار ختم ہو گیا اور سلطان ناصر الدین جشن کشتی

خواست کہ از سوزِ دلِ بعیر آ | بر جہد از کشتی و گیرد کنار
صبر ہمی خواست۔ نمی آمدش | گریہ نمی خواست۔ ہمی آمدش
بود بریں سوے معزِ جہاں | ساختہ بر جاے ادب چوں شہاں
پیش شد از دیدہ نثارش گرفت | شہ بدوید و بکنارش گرفت
تشنہ دو دریا بہم آوردہ میل | تشنہ وار از دیدہ ہمی راند سیل
یلد گر آوردہ بآغوش تنگ | ہر دو نمودند زمانے درنگ

رونے کے بعد ہوش آیا تو تخت پر اجلاس کرنے کے لئے ایک دوسرے سے اصرار کرنے لگے:۔

از پسِ دیرے کہ بخویش آمدند | ہمگر از عذر بہ پیش آمدند
گفت پسر باید رانیک سریر | جاے تو من بندۂ فرماں پذیر
باز پدر گفت کہ این تخت میر | گز پسر افسر بباید پدر
باز پسر گفت کہ بالا خرام | گز تو بود پایۂ تختِ تو نام
باز پدر گفت کہ اے تاجدار | تخت ترا بہ کہ توئی بختیار

ناصر الدین نے بیٹے کو تخت نشین کیا

الغرض بہت سی حیص بیص کے بعد باپ نے کہا کہ میں تیری تخت نشینی کے وقت موجود نہ تھا کہ اپنے ہاتھ سے تخت پر بٹھاتا۔ اب خدا نے وہ دن دکھایا ہے کہ یہ رسم خود ادا کروں۔ اتنا کہہ کر بیٹے کو تخت پر بٹھا ہی دیا۔ اور خود ہاتھ باندھ کر تخت

رفت خسا بندہ باورنگ گاہ | کردرواں جملہ بفرمانِ شاہ
الغرض آں پیل وہماں تاج وتخت | ق کاں نرسد جز بخداوندِ بخت
دید شہنشہ چو مہیا بہ پیش | روئے کرم کرد بہ دلبندِ خویش
گفت کہ ایں افسر وایں پیل گاہ | بہر ترا داشتہ بودم نگاہ
نیست مرا بہتر ازیں ہیچ چیز | تا دہم از دیدہ بچشمِ عزیز

یہ ہدیہ دیکر ناصرالدین نے بیٹے سے فرمایش کی کہ میری آرزو یہ ہے کہ میرے باپ کی دو یادگار چیزیں جو تجکو پہونچی ہیں ایک تو چترِ سپید ایک کلاہ سیاہ یہ پہلے اپنے سر پر رکھ پھر مجکو دے ڈال۔ دوسرے روز کیقباد نے اِس فرمایش کی تعمیل کی جو شخص یہ چیزیں لے کر آیا تھا ناصرالدین نے اُس کو انعام دیا۔

گفت بفرزند کہ در خوردِ شاہ | چترِ سپید آر و کلاہِ سیاہ
تا چو رآں چتر و کلاہِ سیاہ | کرد بمیعاد رواں سوئے شاہ
ہر دو فرستاد بحکم شہی | بر شہِ شرق آں دو نشانِ مہی
شاہ شد از دیدنِ آں تخت شاد | بستد و بوسید و بسر بر نہاد
داد بآرندۂ آں ہر دو چیز | خلعتِ خاص و زرِ بسیار نیز

ناصرالدین کی نصیحتیں فرزند دلبند کو

ایک شب پھر دونوں کی ملاقات ہوئی تو ناصرالدین نے فرزند دلبند کو از راہ دل سوزی بہت سی نصیحتیں کیں جن کی نظم میں خسرو شعرا نے کمال سخن گستری

میں آیا تھا اُسی میں سوار ہو کر خوش و خرّم اپنی فرودگاہ پر واپس آگیا:-

چوں پدر اقبالِ پسر تازہ کرد ... زاں شرف آفاق پر آوازہ کرد

گفت کہ امروز بس ست ایں قدر ... روزِ دگر جلوۂ ملکے دگر

زیں نمط از کام چو دمساز گشت ... فرقِ پسر بوسہ زد و باز گشت

مراسم اتحاد اور خانگی ملاقاتیں

یہ درباری ملاقات تو آئین شاہانہ کے بموجب اِس بات کا اعلان تھا کہ سلطان ناصر الدین نے معز الدین کیقباد کی تخت نشینی باضابطہ تسلیم کرلی اور دونوں بادشاہ متحد ہوگئے

دوسرے روز تحف و ہدایا کا مبادلہ اور خانگی ملاقاتیں شروع ہوئیں کیقباد نے نہایت بیش بہا گھوڑے بطور پیشکش بھیجے اور رات کے وقت باپ کی ضیافت بڑی دھوم سے کی۔

اِس ضیافت کا بیان خسرو نے خوب جی لگا کر کیا ہے اور بزمِ معزی کی ہر ایک چیز کے اوصاف میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے ہیں۔

جب آب و طعام اور رقص و سرود سے فارغ ہو چکے تو سلطان ناصر الدین نے ایک ملازم خاص کو بھیجکر تاج و تخت اور ایک ہاتھی اپنی خیمہ گاہ سے طلب فرمایا اور تحفۃً فرزند دلبند کو عطا کیا:-

گفت بخاصان نیکے شاہِ شرق ... تا رود از آب گذارا چو برق

آورد و پیش کشد ز اختصاص ... تختِ زر و تاجِ زر و پیلِ خاص

باشد اگر سوے مہمیت روے ‏ ‏ ‏ ‏ رخصتِ تدبیرِ شناساں بجوے

گر شودت خصم بتدبیر رام ‏ ‏ ‏ ‏ تیغ نشاید کہ کشی از نیام

حق چو ترا جاے بزرگاں سپرد ‏ ‏ ‏ ‏ خویشتن خرد نباید شمرد

جد چو ترا داد کم و بیشِ خویش ‏ ‏ ‏ ‏ بیش و کم از وے نہ کمی و نہ بیش

بیش کن آنہا کہ زیزداں بود ‏ ‏ ‏ ‏ کم کن ازانہا کہ نہ فرماں بود

چشمِ رعایت ز رعیت مگیر ‏ ‏ ‏ ‏ تا بودت ملک عمارت پذیر

عدل بود مایۂ امن و اماں ‏ ‏ ‏ ‏ بیش کن ایں مایہ زماں تا زماں

دادگری کن کہ ز تاثیرِ داد ‏ ‏ ‏ ‏ بس درِ دولت کہ توانی کشاد

تا بزمانے کہ تو باد ابے ‏ ‏ ‏ ‏ نشنود آوازِ تظلم کسے

دولتِ دنیا کہ مسلم تراست ‏ ‏ ‏ ‏ جانبِ دیں کوش کہ آں ہم تراست

دولتِ جاوید نبردہ است کس ‏ ‏ ‏ ‏ نامِ نکو دولتِ جاوید بس

پیشہ نکوئی کن و از بد بترس ‏ ‏ ‏ ‏ از بدِ کس نے - ز بدِ خود بترس

نیتِ خیرت اگر امروز خاست ‏ ‏ ‏ ‏ وعدہ بفردا مفگن - کاں خطاست

یافتی از کشتِ ازل خوشۂ ‏ ‏ ‏ ‏ راست کن از بہرِ ابد توشۂ

ترسِ خداوند جہاں کن بدل ‏ ‏ ‏ ‏ تا ز خداوند نمانی خجل

کار چناں کن کہ بہنگامِ کار ‏ ‏ ‏ ‏ از درِ یزداں نشوی شرمسار

چوں بوغا جہد کنی در جہاد ‏ ‏ ‏ ‏ باش گراں جنبش و دیر ایستاد

کی داد دی ہے :-

چوں سخن رفت بسے داوری | دَور در آمد بہ نصیحت گری
داد تخستش بدعاے پناہ | کایزدت از حادثہ دارد نگاہ!
ریخت پس آں گاہ بمہرِ تمام | داروے تلخش ز نصیحت بہ کام
کاے پسر! از ملک و جوانی مناز | ناز بدو کن کہ شد او بے نیاز
خشم بہر جرم میاور بکس | ز آتشِ سوزندہ نگہدار خس
چوں بگنہ معترف آید کسے | عفو نکوتر ز سیاست بسے
در حقِ آں کش برخود داشتی | دیر خصومت شو و زود آشتی
ہر کہ زند در رہِ اخلاص گام | کار برو کن بعنایت تمام
واں کہ برآرد بخلافت سرے | سر بزنش پیش کہ گیرد برے
خُرد مبیں دشمنِ بد زہرہ را | آب دہ از زہرۂ او دہرہ را
دشمنِ خود خُرد نباید شمرد | در تہِ دنداں چہ کند سنگِ خُرد؟
گرچہ جہاں جملہ ہوا خواہِ تست | ہم بکَن آں خار کہ در راہِ تست
دشمن اگر دوست نماید بپوست | فرق کن از دشمنِ خود تا بدوست
جاے مدہ دشمنِ کیں توز را | گوش مکن گفتِ بد آموز را
خاص کن آں را کہ خرد ہست بیش | راہ مدہ بے خبراں را بخویش
گرچہ دلت ہست فراست شناس | گفتِ کساں نیز ہمی دار پاس

کیا گیا تھا جا بیٹھے۔

تنہائی کا وقت تھا مصالح ملک داری کی نسبت کچھ راز کی باتیں ہوئیں۔ باپ نے بیٹے کو سمجھایا کہ فلاں شخص تیرے چمنِ دولت میں زہریلا کانٹا ہے اُس کو جلد نکال کر پھینک دے اور فلاں شخص کو اپنا مشیر بنا۔ بیٹے نے باپ کی یہ نصیحت دل و جان سے سُنی اور گرہ باندھی پھر دونوں رخصتی معانقہ کے لئے کھڑے ہو گئے اور باپ نے رو رو کر اپنا دردِ دل سنایا (ان خیالات کی ترجمانی طوطی ہند نے اپنے اشعار میں نہایت سوز و گداز سے کی ہے) آخر کار معانقہ کیا اور آنسو بہاتا اپنی کشتی پر سوار ہو گیا اُدھر کشتی چلی اِدھر کیقباد چیخیں مار مار کر رونے لگا جب کشتی نظر سے اوجھل ہو گئی تو گھوڑے پر سوار ہو اپنے خیمہ گاہ کو روانہ ہوا خیمہ کے پردے چھڑوا دیے لوگوں کا آنا جانا بند کیا اور باپ کی یاد میں دن بھر پڑا روتا رہا۔

شب چو وداعِ مہ و سیارہ کرد	صبح دم از مہر قبا پارہ کرد
کوکبۂ شرق سوے شرق تافت	لشکرِ مغرب سوے مغرب شتافت
سرورِ مشرق بوداعِ پسر	گریہ کناں کرد زدریا گذر
خاص شد از بہرِ وداعِ دو شاہ	چوتره بایستۂ آرام گاہ
خلوت ازیں گونہ کہ محرم نبود	ہیچ کس از خلوتیاں ہم نبود
آنچہ بُد از مصلحتِ ملک راز	یک بدگر ہر دو نمودند باز

باز طلب صحبتِ مردانِ پاک | صحبتِ آلودہ رہا کن بخاک
ہوش بران نہ کہ شوے ہوشیار | تا کہ بغفلت نرود روزگار
غفلتِ شاہ است زیانِ ہمہ | خوابِ شبان ہست بلاے رمہ
شاہ بود از پئے پاسِ جہاں | خواب نشاید کہ کند پاسباں
چوں تو خوری بادہ کہ افزو ربو | پس غمِ گیتی کہ خورد؟ خود بگو
پیشۂ تقویٰ ست پسندیدہ فر | از ہمہ وز شاہ پسندیدہ تر
چوں ہمہ کس خدمتِ سلطاں کنند | ہرچہ ز سلطاں نگرند آں کنند
کوششِ پوشیدہ کن اندر شراب | تا نشود رکنِ شریعت خراب
شاہ بدیں گونہ بغرزند خویش | داد بسے زادِ نو از پندِ خویش

ناصر الدین نے رو رو کر یہ نصیحتیں تمام کیں۔ آدھی رات ہو گئی تھی۔ قیام گاہ کو مراجعت فرمائی اور کہا کہ کل کوچ کا ارادہ ہے آخری وقت ملاقات کے لئے صبح پھر آؤں گا۔

وداعی ملاقات جدائی کی گھڑی آپہونچی۔ صبح دم دونوں لشکروں کا کوچ شروع ہو گیا۔ ڈیرے خیمے لدنے لگے ایک نے مشرق کی اور دوسرے نے مغرب کی راہ لی۔

ناصر الدین رخصتی ملاقات کے لئے دریا پار اترا۔ یہاں کیقباد پہلے ہی سے باپ کے انتظار میں کمر بستہ کھڑا تھا۔ دونوں ایک چبوترہ پر جو اس ملاقات کے لئے مخصوص

آه! که صبر از دل و تن می رود — خونِ من از دیدهٔ من می رود

چون شَغَبِ ناله ز غایت گذشت — گریه و زاری ز نهایت گذشت

یک نفسے زاں نمط از ہوش رفت — کش سرِ فرزند ز آغوش رفت

واں خلفِ پاک ہم از دردِ دل — خاکِ رہ از گریہ ہمی کرد گل

بستہ دل و جاں بوفاے پدر — دیدہ ہمی سود بپاے پدر

اشک فشاناں بدلِ دردناک — مردمکِ دیدہ فتادہ بخاک

ہر دو بجاں شیفتۂ یک دگر — دوختہ بودند نظر با نظر

روے بہم کردہ چنیں تا بدیر — ہیچ نگشتند ز دیدار سیر

عاقبت الامر در آں اتفاق — چونکہ ندیدند گزیر از فراق

ہر دو رخ خوں شدہ عناب رنگ — یک دگر آغوش گرفتند تنگ

رفت پدر پاے بکشتی نہاد — دیدہ رواں از مژہ طوفاں کشاد

گریہ کناں با دلِ بریانِ خویش — کشتیِ خود راند بطوفانِ خویش

او شدہ زیں سو پسرِ دردمند — آہ بر آورد بہ بانگِ بلند

گریہ ہمی کرد زمانے دراز — سوے پدر داشتہ چشمِ نیاز

راندہ ہمی از مژہ سیلابِ خوں — تا ز نظر کشتیِ شہ شد بروں

دید چو خالی محل از شاہِ خویش — رخش رواں کرد بہ بنگاہِ خویش

رفت بہ لشکر، در خرگاہ بست — وآمد و شد راز میاں راہ بست

کاں چمن از خارِ[۱] تہی کردنی ست ... واں گلِ رنگیں بکف آوردنی ست

در حقِ ایں سست بکرم رہنموں ... واں دگرے را بزمیں ریز خوں

آں ہمہ گفتارِ پدر کیقباد ... دل نتواں گفت کہ در جاں نہاد

از پس آں ہر دو پیا خاستند ... عذرِ بد و نیک ہمی خواستند

خستہ پدر از دلِ پرخون و ریش ... دست در آورد بدلبندِ خویش

نالہ ہمی کرد کہ اے جانِ من ... جاں نہ از آنِ دگرے زانِ من

چوں تو شدی، دل ز کہ جوید ترا ... ویں بکہ گویم؟ کہ بگوید ترا

بے خبرم بہرِ تو، شب تا بروز ... گر خبرت نیست چنینم مسوز

سوختہ شد جانِ غم اندوختہ ... تا چہ شود؟ حالِ من سوختہ

کاش نبودی، دو سہ روزی وصال ... تا نشدے دیدہ اسیرِ خیال

اے ز تو در دیدۂ تاریک نور! ... مردمیِ کن مشو از دیدہ دور

صبر مفرما کہ صبوریم نیست ... دور ز تو طاقتِ دوریم نیست

گرچہ ترا ہم کششے در دل ست ... آنچہ کہ من می کشم آں مشکل ست

چند کنی از پئے رفتن شتاب ... یک دمے از سوختگاں رو متاب

با تو اگر ہمرہیم مشکل ست ... اشکِ منت ہمرہِ صد منزل ست

خامۂ من زیں پس و تحریر دُر ... اشکِ رواں پیکِ بیاباں نورد

---

[۱] حضرت خسرو کے حسنِ اخلاق نے اس شخص کا نام ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ مگر مورخین نے بالاتفاق بیان کیا ہی کہ ناصر الدین کی یہ آخری نصیحت ملک نظام الدین داربک کی نسبت تھی جو غصبِ سلطنت کی فکر میں تھا۔

پائے ستوراں بزمیں در شدہ   گاوِ زمیں را سُمِ شاں سر شدہ
بود بہر جا کہ نزولِ سپاہ   تنگی جو بود و فراخی کاہ

سلطان کیقباد دلّی پہونچا

سلطانی لشکر منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا دلی پہونچا تو کوکبۂ شاہی بڑی شان و شوکت سے شہر کے اندر داخل ہوا۔ ہاتھی گھوڑے سوار پیادے تیغ زن تیر انداز نیزہ بردار علم بردار جلو میں۔ رایت دولت کا پرچم اُڑتا ہوا سلطانِ جم جاہ گھوڑے پر سوار۔ سر پر چتر سیاہ کا سایہ گرداگرد برہنہ تلواریں قطار در قطار۔ اس دہوم سے سواری درِ دولت پر پہونچی۔ رخشِ سلطانی کے قدموں پر بہت سا زر و جواہر نثار کیا گیا۔ نقارے پر چوب پڑی شادیانے بجنے لگے مطربوں نے مبارک باد کا راگ الاپا۔ رقاصوں نے ناچنا شروع کیا۔ حضور والا گھوڑے کی باگ روکے یہ تماشا دیکھتے ہوئے آہستہ آہستہ چل کر دولت خانے میں جا اُترے اُس وقت فرقِ مبارک پر رسمِ نثار ادا ہوئی زمین پر زر و گوہر کا فرش ہوگیا۔ بخیر و عافیت سفر سے واپس آنے کی خوشی میں کئی دن تک شاہانہ جشن کئے انعام و اکرام اور خیرات و مبرات میں خزانے لٹائے۔

رخشِ طلب کردشہِ کامگار   شد بگہِ جاشت بدولت سوار
از روشِ پیل گراں تا گراں   سر بسرِ اندامِ زمیں شد گراں
صفتِ سیاہ از علمِ سُرخ و زرد   نسخۂ[1] دیباچۂ نوروز کرد

[1] نسخہ کردن = نقل کرنا۔

جامہ بعضے زدوغناں می درید　　جامہ رہا کن تو کہ جاں می درید

کیقباد کی مراجعت دلّی کو

اودھ سے سلطان معزالدین کیقباد کے لشکر کا کوچ عین برسات کے موسم میں ہوا۔ آسمان پر گھٹا کا شامیانہ جنگل سبزہ زار دھان کے کھیت لہلہے باغوں میں آموں کی کثرت ندی نالے چڑھے ہوئے۔ راہ رستے پانی کا تختہ بنے ہوئے۔ گنگا کی گھاٹ تک یہی کیفیت تھی۔ کیچڑ پانی کی وجہ سے لشکر کے اونٹ گھوڑوں کی جان آفت میں تھی۔ منزل پر پہونچکر گھاس چارہ تو افراط سے ملتا۔ لیکن دانہ مشکل سے نصیب ہوتا تھا

کرد چو رہ در سرطاں آفتاب　　چشمۂ خورشید فرو شد بآب

ابر سراپردہ ببالا کشید　　سبزہ صفِ خویش بصحرا کشید

تندیِ سیلاب ز بالاے کوہ　　از شغب آورد زمیں را ستوہ

برق بہر سوے بتابے دگر　　دشت بہر جوے بآبے دگر

شالی سرسبز ندانم ز چیست　　کآب گذشتش ز سر آنگاہ زیست

غوطۂ مرغابیِ رعنا بجوے　　از سرِ طوفاں شدہ پایاب جوے[1]

آب رواں گشتہ بہر سایۂ　　یافتہ از میوہ زمیں مایۂ

ابر دُر افشاں بشۂ دریا نوال　　ابرِ شش خود رانَد بدار الجلال

آب فراخے ہمہ رہ تا بہ گنگ　　آمدہ لشکر ہمہ از آب تنگ

---

[1] پایاب جوے۔ مرکب قافیہ ہے لفظ پایاب اور جوے بمعنی جوئندہ ۱۲

کے بعد سلطان ناصرالدین کی وہ نصیحت جو بوقت وداع کی تھی

درحق این تو بجرم رہنموں   واں دگرے را بزمیں ریز خوں

یاد رکھی اور اس پر عمل کیا۔ بعض سرداروں کو قید کر دیا بعض دامن کوہ کی طرف بھاگ کر آوارہ ہو گئے۔

فیروز خاں خلجی کو شائستہ خاں کا خطاب دے کر اقطاع برن (بلند شہر) سپرد کیے گئے۔[1]

ملک نظام الدین اقطاع ملتان کے لئے نامزد ہوا۔ وہ بھی اس تغیر کی رمز سمجھ گیا جانے میں لیت ولعل کرتا رہا بعض مقربوں نے سلطان کے اشارہ سے کوئی چیز پلا کر اُس کا کام تمام کر دیا۔[1]

یہ شخص بڑا مدبر اور کارداں سردار تھا۔ مگر سلطنت کی ہوس اُس کے حق میں آخر کار زہر کا گھونٹ بن گئی۔

خسرو کی ملازمت کا حال بر سبیل اجمال

امیر صاحب دور معزی سے پہلے ملوک وخوانین کے ندیم اور درباری شاعر رہ چکے تھے اور ان کے کمال سخنوری کا شہرہ ایران وتوران تک پہونچ لیا تھا۔

وہ اول اول ملک چھجو کے ندیم دلی میں رہے پھر شہزادہ بغرا خاں کے ندیم سامانہ میں رہے اور اُس کے ہمراہ سفر بنگال کیا۔ جب یہ شہزادہ سلطان لکھنوتی بنایا

---

[1] تاریخ برنی وبدایونی ۱۲

شہ بتہ چترِ سیہ می چمید | اوّلِ شب صبحِ دوم می دمید

تیغ بہ پیرامنِ چترش قطار | ابر یکے قطرہ آبش ہزار

بود بیک جائے صفِ تیغ و تیر | ہم چو نیستاں بلبِ آب گیر

بانگِ روا رو کہ برآمد بلند | غلغلہ در گنبدِ گردوں فگند

کوکبہ چوں فلک آراستہ | گردِ ظفر تا بہ فلک خاستہ

شاہ بدروازۂ دولت شتافت | داد بدروازہ کشادے کہ یافت

توسنِ شہ را ز نثار افگناں | گشت مکلّل بجواہر عناں

کوس خبر کرد بگوش از خروش | وز خبرش بیخبری یافت گوش

نغمۂ مطرب ز گلوگاہِ ساز | گوشِ نیوشندہ ہمی کرد باز

ماہوشاں چرخ زناں پای کوب | گشتہ بمو از رہِ شہ خاکروب

شاہ بنظارۂ آں کارگاہ | نرم تریں راند فرس را براہ

نرم ہمی راند و عناں می کشید | تا بشرف خانۂ دولت رسید

بسکہ فشاندند زہر سو نثار | فرشِ زمیں شد ز درِ شاہوار

جشنِ فریدون و طرب گاہِ جم | تازہ شد از مجلسِ شاہِ عجم

از دلِ خواہندہ بتاراجِ گنج | خواستہ می داد و ہمی برد رنج

ملک نظام الدین کا انجام

امیر صاحب نے تو کیقباد کو دلّی پہونچاکر مثنوی کا قصہ ختم کر دیا ہے۔ مگر تواریخ[1] سے ثابت ہے کہ کیقباد نے دلی پہونچ

[1] تاریخ برنی و بدایونی ۱۲

بانگِ ندیمانِ قصیدہ سرا　　بازرسانیدہ سخن بر سما

اس مجلس میں کہ دونوں بادشاہ و ملوک و اُمرا موجود تھے شعرا نے اپنے قصیدے سنائے غالباً طوطی ہند نے بھی اپنا قصیدہ سنایا ہوگا اس قصیدہ کے منتخب اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

قصیدہ

زہے! ملک خوش چوں دو سلطاں یکے شد　　زہے عہد خوش چوں دو پیماں یکے شد
دو چیز از دو سو سر برآورد از در　　زمین زماں دو ابرِ دُر افشاں یکے شد
پسر بادشاہ و پدر نیز سلطاں　　کنوں ملک بیں چوں دو سلطاں یکے شد
ز بہر جہاں داری و بادشاہی　　جہاں را دو شاہِ جہانبان یکے شد
یکے ناصرِ عہد محمود سلطان　　کہ فرمانش در چار ارکاں یکے شد
دگر شہ معزّ جہاں کیقبادے　　کہ در ضبطش ایران و توراں یکے شد
بدیو و پری گوے اے باد! کاینک　　دو وارث بملکِ سلیماں یکے شد
کنوں روے در چیں نیار ند ترکاں　　بہندوستاں چوں دو خاقاں یکے شد
بروں شد دوئی از سرِ ترک و ہندو　　کہ ہندوستاں با خراساں یکے شد
بصد میہمانی صلا داد عالم　　چو بر خوانِ شاہی دو مہماں یکے شد

خانِ جہاں کو اقطاع اودھ کی حکومت ملی | امیر صاحب اسی مثنوی میں فرماتے

گیا تو امیر صاحب ترک ملازمت کر کے دلّی واپس چلے آئے بعدازاں قاآنِ ملک سلطان محمد خاں کے پاس دربار ملتان میں رہے جس معرکے میں سلطان محمد خاں شہید ہوا خسرو اسیر مغل ہو گئے اس قید سے کسی طرح رہا ہو کر دلّی آئے۔ پھر اپنی والدہ اور عزیزوں کے ساتھ پٹیالی چلے گئے اور وہاں اُس زمانے تک مقیم رہے کہ سلطان معزالدین کیقباد تخت نشین ہوا اور اُس نے امیر صاحب کو دلّی بلایا لیکن اس اندیشہ سے کہ ملک نظام الدین ان کا مخالف تھا دربار معزّی میں جانا خلاف مصلحت سمجھا اور اس خطرہ سے بچنے کے لئے حاتم خاں خان جہاں کے پاس چلے گئے اور اُس کی ندیمی اختیار کر لی۔

حاتم خاں خان جہاں سلطان بلبن کا مولازادہ اور نامور سردار تھا۔ یہ امر تحقیق نہیں ہوا کہ جس وقت خسرو خانِ جہاں کے دربار میں گئے تو وہ کہاں تھا؟ اور کس عہدہ پر تھا؟ قیاس غالب یہ ہے کہ وہ اودھ ہی میں کسی عہدہ پر تھا اور اودھ کے مجمع میں وہ اور اُس کے ساتھ خسرو بھی موجود تھے قصائد خسرو میں ایک قصیدہ ہے جو دربار اودھ کی تہنیت میں انشا کیا گیا ہے اِس قصیدہ سے بھی خانجہاں اور خسرو کا اس موقع پر موجود ہونا قرینِ قیاس ہے۔

سلطان ناصرالدین اور کیقباد کی دوسری ملاقات کے ذکر میں امیر صاحب فرماتے ہیں۔

صفِ حریفاں زدو جانب قطاع   ہر یک ازایشاں ملک نامدار

میں بیقرار تھا مگر خانِ جہاں کے احسانات نے اُن کے لب پر مُہرِ خاموشی لگا رکھی تھی۔

آخر کار خانِ جہاں سے والدہ کی تاکید اور اپنی حالت عرض کی اُس نے بخوشی دل جانے کی اجازت دیدی اور دو کشتیاں اشرفیوں سے بھری ہوئی بطور زادِ راہ پیش کیں۔

من زپئے شرمِ خداوندِ خویش — رفتہ زجائے خود و پیوندِ خویش

مادرِ من پیرزنِ بحہ سنج — ماندہ بدہلی ز فراقم برنج

روز و شب از دوریِ من بیقرار — سوختہ از داغِ منِ خام کار

در غم و زاری ز جدا ماندنم — نامہ نویساں زپئے خواندنم

گرچہ دلم ہم ز غمش بود ریش — چندگہے راہ ندادم بخویش

چوں کششِ سینہ زغایت گذشت — ق — باعثِ دل زنہایت گذشت

حالِ خود و نامۂ اُمیدوار — باز نمودم بخداوندگار

داد اجازت برضائے تمام — تا نہم اندر رہِ مقصود گام

خسروِ رہم زاں کفِ دریا نثار — گرم رواں کرد دو کشتیِ زر

تا زچناں بخششِ مفلس پناہ — شکر کناں پائے نہادم براہ

خسرو کی روانگی اور دلی پہونچنا

اب خسرو کمرِ ہمت باندھ کر اودھ سے چل کھڑے ہوئے۔ غمِ مادر زادِ سفر ہے اور شوقِ وطن بدرقۂ راہ چلتے چلتے ایک مہینے

ہیں کہ جب لشکر کیقباد اودھ سے واپس چلا اور کنت پور کی حد میں پہونچا تو خان جہان کو اقطاع اودھ کی حکومت عطا ہوئی خسرو تو پہلے ہی سے اُس کے ملازم تھے اور وہ ان کا بڑا قدر دان و محسن تھا اِس لئے اُس کے ساتھ اودھ میں رہنا پڑا۔

با عَلَمِ فتح دراں راہِ دور	سایہ فشاں شد بحدِ کنت پور
خانِ جہاں حاتمِ مفلس نواز	گشت باقطاعِ اودھ سرفراز
از کفِ جود و کرمِ حق شناس	کرد فراہم سپہِ بے قیاس
من کہ بُدم چاکرِ او پیش ازاں	کرد کرم آنچہ کہ بد پیش ازاں
تا ز چناں بخششِ خاطر فریب	بندہ شدم لازمۂ آں رکیب
در او دم بُرد ز لطفے چناں	کیست کہ از لطف بتابد عناں؟
غربت از احسانش چنانم گذشت	کم وطنِ اصل فراموش گشت
در اودھ از بخششِ او تا دو سال[1]	ہیچ غمِ (گرد) و نالہ نبود از منال

خسرو کی رخصت دربار خان جہاں سے

امیر صاحب کو وطن سے جدا ہوئے قریب دو سال کے ہو گئے تھے مادر مہربان اُن کے فراق میں بے تاب تھیں پیہم خطوط بھیجتی تھیں کہ جلد آؤ اُن کا دل بھی وطن کی یاد

---

[1] اِس شعر میں قیام اودھ دو سال بیان کیا ہے لیکن یہ عرصہ کیقباد کی روانگی کے بعد سے اگر شمار کیا جائے تو حساب بالکل غلط بیٹھتا ہے۔ البتہ سنہ ۶۸۳ھ سے دو سال شمار ہو سکتے ہیں جبکہ خسرو خان جہاں کی ملازمت میں داخل ہوئے ہیں ۱۲

خسرو دربار معزی میں

خسرو شعرا کو دلّی پہونچے دو ہی دن گذرے تھے کہ سلطان معزالدین کیقباد کو اُن کے آنے کی خبر لگی فوراً حاجب سلطانی دوڑا آیا کہ چلیے حضور نے یاد فرمایا ہے۔

یہ اُٹھے اور چلنے کی تیاری میں مصروف ہوئے اسی رواروی میں ایک مدحیہ قصیدہ بھی مرتب کر لیا۔

مجلس خانۂ سلطانی میں پہونچکر آداب بجالائے مگر دل میں دھکڑ پکڑ تھی (شاید اس خیال سے کہ پٹیالی میں جو فرمانِ طلب پہونچا تھا اُس کی تعمیل نہیں کی تھی) آخر قصیدہ جیب سے نکالا اور بلند آواز سے پڑھ کر سنایا۔

قصیدہ

منت ایزد را کہ شہ بر تختِ سلطانی نشست ... در دماغِ سلطنت بادِ سلیمانی نشست

شہ معزالدین والدنیا کہ از دیوانِ غیب ... نامِ او بر نامۂ دولت بعنوانی نشست

کیقباد آں گوہرِ تاجِ کیاں کز زخمِ تیغ ... باج از ایراں بستد و بر تختِ ایرانی نشست

بخت را بنمود کایں پیشانیِ دولت کراست ... تاج زریں کہ بر بالائے پیشانی نشست

قصۂ دریا نگر بر گوہرِ والائے خویش ... تا بگستاخی چرا بر تاجِ سلطانی نشست

بر سرش چوں سائباں شد چتر می گفت آسماں ... سایہ را دیدی کہ با خورشیدِ نورانی نشست

تیز نتواند بعالم دیدن اکنوں آفتاب ... چوں زچترش عالمے در ظلِّ سلطانی نشست

انس و جاں از مہر گردوں در خیال افتادہ اند ... مہرِ او تا در خیالِ انسی و جانی نشست

میں دلّی پہونچے وطن کے درودیوار کو دیکھکر اور دوست آشناؤں سے ملکر دل باغ باغ ہوا۔

پیاری اماں کے قدموں پر سر رکھدیا۔ اُس غم زدہ نے رو رو کر پیار کیا کلیجہ میں ٹھنڈک پڑی۔ بیٹے کے بخیر و عافیت پہونچنے کی منت مان رکھی تھی اب مراد پوری ہوئی تو وہ منّت بھی پوری کی۔

شوق کشاں کرد گریبانِ من ‏ ‏ ‏ گریہ زدہ دست بدامانِ من
حاملِ خوں کرد غمِ مادرم ‏ ‏ ‏ زاد ہمیں بود براہ اندرم
قطع کناں راہ چو پیکانِ تیز ‏ ‏ ‏ بلکہ چو تیر آمدہ اندر گریز
یک مہِ کامل بکشیدم عناں ‏ ‏ ‏ راہ چنیں بود و کشش آنچناں
ہم چو مہِ عید خوش و شاد بہر ‏ ‏ ‏ در مہِ ذیقعدہ رسیدم بشہر
خندہ زناں ہمچو گلِ بوستاں ‏ ‏ ‏ چشم کشادم برخِ دوستاں
مرغِ خزاں دیدہ بہ بُستاں رسید ‏ ‏ ‏ تشنہ بسر چشمۂ حیواں رسید
مُردہ دل از حالِ پریشانِ خویش ‏ ‏ ‏ زندہ شد از دیدنِ خویشانِ خویش
دیدہ نہادم بہزاراں نیاز ‏ ‏ ‏ بر قدمِ مادرِ آزرم ساز (مہربان ۱۲)
مادرِ من خستۂ تیمارِ من ‏ ‏ ‏ ق ‏ ‏ ‏ چوں نظر افگند بدیدارِ من
پردہ ز روئے شفقت برگرفت ‏ ‏ ‏ اشک فشاناں ببرم در گرفت
داد سکونے دلِ آشفتہ را ‏ ‏ ‏ کرد وفا نذرِ پذیرفتہ را

خاستم و برگِ شدن ساختم | تحفۂ تازہ بپرداختم
رفتم و رخسارہ نہادم بخاک | تن ادب آموز و دل اندیشناک
نقشِ طرازیدہ (قصیدہ و مدحیہ) کشادم زبند | کردنش انشا (پڑھنا) و بہ بانگِ بلند
شہ چو درِ چیدۂ من دیدہ تر | مہرہ بچید از ندمائے دگر
داد باحسان رہی بر درم | جامگی (تنخواہ) خاص و دو بدرہ درم

کیقباد کی فرمایش

جب بادشاہ اپنے بذل و کرم سے خسرو کو ممنون کر چکا تو ان کے کمالِ سخنوری کی ستایش کے بعد کہا کہ تمہارے فن سے ہماری بھی ایک غرض متعلق ہے اگر تم فکرِ سخن کرو تو ہماری خواہش پوری ہو سکتی ہے۔ پھر ہم بھی اس کا اتنا صلہ دیں گے کہ آیندہ طلبِ مال و زر سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔ خسرو نے عرض کیا کہ حضور والا! میں تو یہی ٹوٹی پھوٹی فارسی جانتا ہوں اگر اس سے وہ غرض پوری ہو سکے تو میں اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔ سلطان نے کہا "میری خواہش یہ ہے کہ تم تکلیف گوارا کر کے میری اور میرے باپ کی ملاقات کا حال اور جو ماجرا میرے اور اُن کے درمیان گذرا ہے ایسی سحر بیانی سے نظم کرو کہ باپ کی مفارقت جس وقت مجھکو پریشان کرے وہ نظم پڑھ کر دل کو تسلی دے لیا کروں۔"

اتنا کہہ کر خازنِ دولت کو اشارہ کیا وہ خسرو کو اپنے ساتھ لے گیا اور اشرفیاں اور خلعتِ شاہانہ دیا۔

گفت کہ "اے ختمِ سخن پروراں! | ریزہ خورِ خوانچۂ تو دیگراں

تا غبار بادِ پایش چشمِ جاں را سرمہ داد | خاک را بر منتِ ہر دیدہ تا بانی نشست
از زبانِ تیغ تا از بہرِ سر باشانہ ساخت | در سرِ ہر کس کہ بد موئے پریشانی نشست
روزِ ہیجا از خیالِ ناوکِ ترکانِ او | نیستانی در دلِ شیرِ نیستانی نشست
در دلِ بد خواہ پیکانش کہ از خوں لعل گشت | گوئیا در سنگِ خارا لعلِ پیکانی نشست
ابر دستا! داد در دستت خدا تیغے چو آب | تا غبارِ کافر از راہ مسلمانی نشست
چوں بہ تختِ سلطنت بنشستی از حکمِ ازل | تا ابد بنشیں کہ آنجا ہم تو میدانی نشست
زاں کمر ہائے مرصع کز تو بربستند خلق | ہر بزرگے تا کمر در گوہرِ کانی نشست
ابر صد بار آبروئے خویش را بر خاک ریخت | پیشِ ابر دستِ تو کاندر درافشانی نشست
بر درِ قصر چو فردوسِ تو رضوانِ بہشت | شاخِ طوبیٰ را عصا کرد و بدربانی نشست
دید قصرِ شاہ را با برجِ جوزا ہم کمر | بندہ خسرو چوں عطارد در ثنا خوانی نشست

چشمِ تو بیدارِ دولت باد تا از عونِ بخت!
جملہ بیداراں بخسپند و تو بتوانی نشست

بادشاہ کو ان کا کلام ایسا پسند آیا کہ تمام شعرائے دربار اُس کی نظر میں ہلکے پڑ گئے از راہ بندہ پروری اِن کا وظیفہ مقرر کیا اور دو بدرے درم کے نقد عنایت فرما کے اور اپنے ندیمانِ خاص کے زمرے میں منسلک کر لیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں

بعد دو روزے کہ رسیدم ز راہ | زآمدنم زود خبر شد بشاہ
حاجبے آمد بشتابِ بندگی | داد نویدم بصفت بندگی

کنج عزلت اختیار کیا اور سب سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ یار و مددگار رہتے تو یہی قلم دوات اور کاغذ۔ ۳۶ سال کی عمر تھی اور فکرِ سخن کا دریا جوش و خروش پر۔ تین مہینے تک شب و روز محنت کر کے مثنوی کا خاکہ کھینچ لیا اور تین مہینے اُس کی کتابت و آرایش و پیرایش میں صرف کئے۔ غرض کہ چھ مہینے میں اس مثنوی کو سلطان معزالدین کیقباد کے مطالعہ کے قابل بنا دیا۔ رمضان کا مہینہ تھا اور ۶۸۸ھ۔

ازدرِ شہ باہمہ شرمندگی آمدم اندر وطنِ بندگی
خم شدہ ازبارِ گہر گردنم فرض شدہ خدمتِ شہ کردنم
گوشہ گرفتم ورقِ دل بدست عقل سراسیمہ و اندیشہ مست
روے نہاں کردم از ابناے جنس نے ز علم بلکہ خود از جن و انس
آبِ معانی ز دلم زاد زود آتشِ طبعم بقلم داد دود
چوں بتوکل شدم اندیشہ سنج سینۂ خاکیم بروں داد گنج
ہمتِ مردانہ بہ بستم بکار ریختم از خامہ دُرِ شاہوار
باز نیامد قلمم تا سہ ماہ روز و شب از نقشِ سپید و سیاہ
تا ز دلِ کم ہنر و طبعِ سست راست شد ایں چند خطِ نادرست
ساختہ گشت از روشِ خامہ از پسِ شش ماہ چنیں نامہ
در رمضاں شد بسعادت تمام یافت قراں نامۂ سعدین نام
آنچہ بتاریخ ز ہجرت گذشت بود سنہ شش صد و ہشتاد و ہشت

از دلِ پاکت کہ ہنر پرورست | ہمت مارا طلبے در سرست
گر تو دریں فن کنی اندیشہ چست | از تو شود خواستۂ من درست
خواستہ چندانت رسانم ز گنج | کز پئے خواہش نبری ہیچ رنج"
گفتمش "اے تاجورِ جم جناب! | بخت ندیدہ چو تو شاہے بخواب
من کہ بوم داعی مدحت طراز | تا چو توے را بمن آید نیاز
باغ نہ از گل طلبد رنگ و بوے | ابر نہ از قطرہ بود آب جوے
حاصلم از طبع گر و فکرِ شست | نیست مگر پارسیِ نادرست
گر غرضِ شاہ بر آید بداں | دولتِ من روے نماید بداں"
گفت "چناں بایدم اے سحر سنج! | کز پئے من روے نہ پیچی ز رنج
جسمِ سخن را بہنر جاں دہی | شرحِ ملاقاتِ دو سلطاں دہی
نظم کنی جملہ بسحرِ زباں | قصۂ من با پدرِ مہرباں
تا اگرم ہجر در آرد زپاے | آیدم از خواندنِ آں دل بجاے"
ایں سخنم گفت و بگنجورِ جود | از نظرِ لطف اشارت نمود
بُرد مرا خازنِ دولت چو باد | مُہرِ زر و خلعتِ شاہا نیم داد

تصنیف مثنوی چونکہ یہ الطافِ شاہانہ بغیر سابقہ خدمت تھے اِس لئے خسرو شرمندۂ احسان ہو کر بارگاہ سلطانی سے اپنے گھر آئے اب تو جو خدمت سپرد ہوئی تھی اُس کی بجا آوری فرض ہو گئی۔

تین ہزار نو سو چوالیس بیتیں ہیں۔ ناظرین سے درخواست کی ہے کہ ان میں سے کوئی بیت کم نہ کریں کیونکہ اس شخص کو بڑی تکلیف ہوتی ہے جس کا فرزند گم ہو جاتا ہے:-

من چو نگر دم عددش از نخست	گم شد و سرمایہ نماندش درست
گشت ضرورت کہ کنونش بعقد	بستم و دادم با جہانِ نقد
تا چو دریں بنگری اے ہوشمند!	بیش دگرش باز شناسی کہ چند
ورز جمل باز کشائی شمار	نہ صد و چار و چہل و سہ ہزار
خواہمش از خامہ زنانِ گزیں	آنکہ نگر دو رقمے کم ازیں
زانکہ خراشیدۂ مردم بود	آہ کسے! کش خلفش گم بود

اس بیان سے یہ بھی ایک نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ خاتمہ اختتام مثنوی سے ایک مدت بعد لکھا گیا ہے۔

وصف نگاری وصف اشیا کی نسبت کہتے ہیں کہ "کبھی کبھی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ صفات اشیا بیان کرکے اس کا نام مجمعِ اوصاف رکھوں طرز سخن میں یہ ایک نئی ایجاد ہوگی چنانچہ اس مثنوی کے ضمن میں وہ خیال پورا کیا ہے آیندہ اس مضمون پر قلم اٹھانے کا ارادہ نہیں ہے"

بود دراندیشۂ مہین چند گاہ	ق کز دلِ دانندۂ حکمت پناہ
چند صفت گویم و آبش دہم	مجمعِ اوصاف خطابش دہم

سالِ من امروز اگر بر رسی	راست بگویم ہمہ شش بود دسی[۳۶]
زیں نمط آراستہ بکرے چو ماہ	باد قبولِ دلِ دانائے شاہ

خاتمۂ مثنوی خسرو نے اس مثنوی کا ایک طولانی خاتمہ لکھا ہے جو مختلف مضامین پر مشتمل ہی۔ اُس کے مطالعہ سے اس مثنوی کی نسبت اور حضرت خسرو کی عادات و اخلاق کے بارے میں بعض مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ان معلومات کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں:-

اپنی محنت اس مثنوی کی تصنیف میں خسرو نے جو محنت اٹھائی ہے اُس کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ یہ مضامین میں نے خونِ جگر پی کر اور پیشانی کا پسینہ بہا کر پیدا کئے یہ مجھکو ایسے عزیز ہیں کہ کبھی ان کو جگر میں رکھتا ہوں کبھی پیشانی پر جگہ دیتا ہوں۔

کس چہ شناسد کہ چہ خوں خوردہ ام	کایں گہر از حقہ برآوردہ ام
ساختہ ام ایں ہمہ لعل و گہر	از خوے پیشانی و خونِ جگر
تا نہم از نکرتِ پنہانیش	گہ بجگر گاہ بہ پیشانیش

تعداد اشعار مثنوی اس مثنوی کے اشعار کی نسبت فرماتے ہیں کہ میں نے اوّل بار گنتی نہیں کی تھی اُن میں سے کسی قدر کم ہو گئے ہیں اب حساب کرکے امانت دار لوگوں کو ایک مثنوی سپرد کر دی ہے اُس کے مقابلہ سے کمی و بیشی کا اندازہ ہو سکے گا۔

آنکہ ورا در سخن آوازہ بیش	زخم زباں بروے زاندازہ خویش
ہر گل و خارے کہ رسد زیں خیال	نے خوش ازاں گردم و نے زنجہ زال
ہر چہ ستایش کنندم مرد ہوش	گرچہ بود راست نیارم بگوش
زانکہ چو زیں فن لعبت ور او فتم	ترسم ازیں مرتبہ دور او فتم
چرب زبانی نبود سودمند	طفل بود کش بفریبی بہ قند
آنکہ شناسندۂ ایں گوہر ست	گر ہمہ نفریں کنندم درخور ست

حسّاد کا ذکر خسرو کی شہرت اور کلام کی خوبی دیکھ کر جو لوگ جلے مرتے تھے اُن کا ذکر بھی نہایت ٹھنڈے دل اور حکیمانہ انداز سے کیا ہے۔

باز کسے را کہ حسد رہ زند	زخمہ دریں رہ نہ یکے دہ زند
گر بمثل صد ہنر آرم زغیب	ہیچ نگاہے نکند جز بعیب
صد سخنِ راست نگیرد بہیچ	یک رقمِ کژ کند انگشت پیچ
گر بہ ازیں ہست کمر سفتنش	عیب بود عیبِ کساں گفتنش
ور کم ازیں مایہ رسیدش زغیب	طفلِ رہ ماست ز طفلاں چہ عیب؟

مدح گوئی سے بیزاری اور محتشمانِ زمانہ کی شکایت خسرو شعرائے دَورِ معزّی کے اُمرا پر سختی کے ساتھ لے دے کی ہے۔ مگر کسی خاص شخص پر حملہ نہیں کیا بلکہ عام شکایت ہے۔

تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ اِس عہد میں اکابر و معارف اور شریف النفس اُمرا

مگر میں تازہ مضامین زبان پر لانے سے اس لئے ڈرتا ہوں کہ لوگ سنتے ہی چوری کر لیتے ہیں اور لطف یہ کہ خود مجھ سے ہی اُس کی داد چاہتے ہیں میں شرماتا ہوں اور ان کی تعریف کر دیتا ہوں مگر وہ چور ہو کر بھی ذرا نہیں شرماتے ۔

هر صفتے را که برانگیختم — شعبدهٔ تازه در و ریختم

مور شدم بر شکرِ خویش و بس — در نزدم دست بحلوائے کس

دزدیم خانه بَرِ دیگرے — خانه گشاده ز درِ دیگرے

هر چه که از دل دُرِ مکنون کشم — زهرهٔ آں نیست که بیروں کشم

زانکه نگه می کنم از هر کراں — ایمنیم نیست ز غارت گراں

دزدِ متاعِ من و با من بجوش — شاں بزباں آوری و من خموش

نقدِ مرا پیشِ من آرند راست — من کنم احسنت کز آنِ شماست

شرم ندارند و بخوانند گرم — با من و من هیچ نگویم ز شرم

طرفه که شاں دزدِ من از شرم پاک — حاجب کالا من و من شرم ناک

معارضین کا ذکر خسرو نے اپنے معارضین کا ذکر نہایت سنجیدگی و تحمّل کے ساتھ کیا ہے :-

آنکه بنقصانِ خیالِ منند — جمله گواهانِ کمالِ منند

بر هنر آید همه راگفت و بس — بے هنراں را نکند یاد کس

در سخن افتند همه راپیچ پیچ — چوں سخنے نیست چگویند؟ هیچ

پشت بنجویم نہ پناہے زکس — چوں بخداوند کنم روے و بس

مثنویاتِ نظامی کی ثنا و صفت

امیر صاحب خواجہ نظامی گنجوی کو صنفِ مثنوی کا استاد کامل مانتے ہیں اُن کی مثنویات کی خوبیوں کے معترف ہیں اور اپنے لئے بہتر طریقہ نظامی کی تقلید خیال کرتے ہیں

در ہوسِ مثنویت در دل ست — حل کنم ایں بر تو کہ بس مشکل ست

در روشے کز تو نیاید مرو — گفتِ بدم شنو و نیکو شنو

نظمِ نظامی بہ لطافت چو دُر — وز دُرِ او سر بسرِ آفاق پر

پختہ ازو شد چو معانی تمام — خام بود پختنِ سودائے خام

بگذر ازیں خانہ کہ جائے تو نیست — ویں رہِ باریک بہ پائے تو نیست

گفتہ او را شنو و گوش باش — گفتِ مرا بشنو و خاموش باش

سحر ورانے کہ درو دیدہ اند — خاموشیِ خویش پسندیدہ اند

مثنوی او راست ثنائے بگو — بشنوش از دور و دعائے بگو

در ہوست می نگذارد عناں — می کشدت دل بخیالِ چناں

کوششِ آں کن کہ دریں راہِ تنگ — زاں گلِ تر بوے دہندت نہ رنگ

سوزِ سخن را نہ بہ خامی طلب — پختگیش ہم ز نظامی طلب

وملوک عزلت گزیں ہو گئے تھے۔ سفلے دون ہمت اور جاہ طلب بادشاہ کے مقرب اور کاروبار میں دخیل تھے یہ صاف گوئی خسرو کی دلیری اور اخلاقی جرات کی بیّن دلیل ہے۔

گرمیِ دل نیست چو حاصل مرا — سرد شد از آبِ سخن دل مرا
تا کے دریں شیوہ بہ ننگے شوم — بے غرض آماج خدنگے شوم
نام گدائے کنم اسکندرے — خلعتِ عیسیٰ فگنم بر خرے
محتشمانند دریں روزگار — مس بزرانندو دُہ ناقص عیار
کوردل از دولت و کوتہ نظر — دولتِ شاں از دلِ شاں کورتر
گوش گرانے ہمہ ناموس جوے — سفلہ وش و دوں صفت و تنگ خوے
بے کرمے نام فروشی کنند — بے گہرے مرتبہ کوشی کنند
خوردہ بدرویشں نیاز ندمیش — بیش رسانند بد انجا کہ بیش
گر برسانند دمثل، برگدائے — یک درمے دہ طلبند از خدائے

پھر اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں :۔

ایں سخن چند کہ بیخواست ست — شاعری نیست ہمہ راست ست
لیک بخواہش چو مرا نیست راہ — جز بجندایا بدر بادشاہ
ہر چہ بگفتم ز کسے باک نیست — زہر بخوردم غم تریاک نیست
نیت آں دارم ازیں پس بہ راز — کز درِ شہ نیز شوم بے نیاز

امیر صاحب خود اپنی طرف سے خطاب کرتے ہیں :-

لیک اگر پندِ من آری بگوش | مصلحت آن ست کہ مانی خموش
چل شد و در پنجہ ات آمد شست | پیش ہمیں پیش کہ افتی بہ شست
نوبت تو بہ است گرانی مکن | روئے بہ پیری ست جوانی مکن

لیکن اِس خاتمہ کا آخر صفحہ (جہاں اِس مثنوی کی نسبت چند دعائیں مانگی ہیں اور سلطان کیقباد کے حضور میں اُس کی مقبولیت اور شہرت کی توقع ظاہر کی ہی) خاتمہ کی نسبت پھر الجھن پیدا کرتا ہی :-

بار خدایا! منِ غافل بہ راز ق | این ورقِ سادہ کہ بستم طراز
گرچہ کہ امروز جمالِ من ست | عاقبت الامر وبالِ من ست
عفو کن آن را کہ زِ سزائے تو نیست | توبہ دہ از ہرچہ برائے تو نیست
چون زِ تو شد این ہمہ ناچیز چیز | ہم تو کنی در دلِ خلقے عزیز
عیب شناسان بہ کمینِ من اند | بے ہنراں جملہ بہ کینِ من اند
تو بکرم عیبِ منِ عیب کوش | در نظرِ عیب شناسان بپوش
بو کہ برآرد بہ چنیں نامہ نام | بر درِ شہ خدمتِ من والسلام

یہ اخیر شعر اس بات کی شہادت دیتا ہی کہ ابھی سلطان کیقباد زندہ ہی۔ تو یہ اُسی زمانے کی تحریر ہی جب کہ مثنوی لکھی گئی ہی۔

اِن اختلافات سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ خاتمہ کا آخر حصہ مثنوی کے

سوزِ تکلف خس و خاکستر ست　　چاشنیِ سوختگاں دیگر ست

غزلِ سعدی کی ثنا و صفت | امیر صاحب صنفِ غزل میں سعدی کے معتقد و مداح اور مقلد ہیں۔

در غزلت یادِ جوانی دهد　　وز خوشیِ طبع نشانی دهد

تن زن ازاں ہم کہ کساں گفتہ اند　　ہرچہ تو گوئی بہ ازاں گفتہ اند

نوبتِ سعدی کہ مبادا کہن !　　شرم نداری کہ بگوئی سخن

اس خاتمہ کی تصنیف کا زمانہ | اگر مصنف نے کچھ تصریح نہ کی ہو تو عام دستور کی مطابق یہ ہی خیال کیا جائے گا کہ خاتمۂ کتاب اور اصل کتاب کی تسوید کا ایک ہی زمانہ ہے۔ لیکن (تعداد اشعار مثنوی) کے عنوان میں ہم اپنا شبہ ظاہر کر چکے ہیں کہ یہ خاتمہ مثنوی سے ایک عرصہ بعد کا معلوم ہوتا ہے۔

آگے چل کر ذیل کے اشعار صاف صاف ظاہر کرتے ہیں کہ اس وقت خسرو کی عمر چالیس[۲] سے گذر کر پچاس[۱] تک پہونچ گئی ہے مثنوی کہی تھی چھتیس[۳] سال کی عمر میں۔ تو خاتمہ چودہ برس بعد کا ہوا۔

مثنوی کا صلۂ موعود دینے سے باز رکھا۔ اگر دیا ہوتا تو خسرو علیہ الرحمۃ اُس کا ذکر شکریہ کے ساتھ دیباچہ غرۃ الکمال میں ضرور کرتے جہاں سلطان کیقباد کی وفات کا تذکرہ کیا ہی۔

کلام پر ایک نظر

اب تک ہم نے اس مثنوی کے اصل قصّے اور اُس کے متعلقات پر نظر کی ہی۔ ابھی اس مثنوی کی نظم و ترتیب اور محاسن کلام کا مطالعہ کرنا باقی ہی یہ کام اب شروع کرتی ہیں و ما توفیقی الا باللہ

خصائصِ مثنوی — اس مثنوی کی ترتیب میں چند خصوصیات ایسی ہیں جن سے شعرائے عجم کی مثنویات خالی ہیں۔ لیکن یہ خصوصیات لوازم مثنوی میں شمار نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ یہ خسروؒ کی جدت آفرینی ہی کہ اس مثنوی کو دلآویز بنانے کی غرض سے اختیار کی ہی۔

(۱) نظم عنوان (۲) تضمین غزل (۳) وصف اشیا

نظم عنوان — مثنوی میں اکثر قصص، تاریخ، اخلاق، تصوف یا کوئی خاص بیان کیا جاتا ہی اور جب مضمون طویل ہوتا ہی تو اُس کی تقسیم فصول و ابواب یا داستانوں میں کیجاتی ہی اور ہر فصل یا داستان کا عنوان نثر میں ہوتا ہی۔ یہ قدیم دستور ہی۔ مگر خسرو نے اس مثنوی میں ہر داستان کا عنوان بھی نظم کیا ہی۔ اگر کل اشعار عنوان جمع کیجئے تو ایک قصیدہ ۴۲ شعر کا مرتب ہو جائے گا جس کی بحر مثنوی کی بحر سے مختلف ہی اور بحر ایسی اختیار کی ہی جس میں مضمون عنوان کی گنجائش بخوبی ہو سکتی ہی چند

ساتھ ساتھ لکھا گیا اور پہلا حصّہ بعد میں اضافہ کیا ہوگا جب کہ خسرو علیہ الرحمۃ کی عمر ۵۰ سال کی ہوگئی تھی۔

کیقباد کا انجام | کیقباد جب اودھ سے روانہ ہوا تھا تو باپ کی نصیحتیں چند روز یاد رکھیں راگ رنگ کی تعطیل کردی۔ تسبیح و مصلا سنبھالا۔ مگر ارباب نشاط کی فوج قاہرہ لشکر کے ہمراہ چلی آتی تھی جس نے ہفتہ عشرہ ہی میں سلطان کو مغلوب کرلیا۔ اور اثنا ء سفر ہی میں توبہ ٹوٹ گئی[1] ؎

آفتِ نہ ہر و توبہ شد ترک شراب خوارِ من ۔۔۔ یار گر او ست کے بود توبہ وزہد یارِ من

دلی میں سامانِ شوق کی کیا کمی تھی۔ جو مشاغل پہلے تھے وہی اب تھے اس رندی و بادہ خواری نے عین جوانی میں اُس کو پیر ناتواں بنا دیا۔ عوارضِ جسمانی لاحق ہوئے۔ آخر کار لقوہ اور فالج نے حس و حرکت سے معذور کردیا۔ کچھ عرصہ تک علاج ہوتا رہا۔

اوائل ۶۸۹ھ میں دم واپسیں آپہنچا اور اُس کی عبرت انگیز شمع زندگی گل ہوگئی اور سلطنت بھی ہمیشہ کے لئے ترکوں کے خاندان سے خلجیوں میں منتقل ہوگئی۔

یہ مثنوی کیقباد نے بڑے شوق سے تصنیف کرائی تھی۔ معلوم نہیں اس کی سیر نصیب ہوئی یا نہیں۔ غالباً مرض الموت کی تکلیفات نے اُس کو

---

[1] تاریخ برنی و بدایونی۔

شروع کر دیتے ہیں۔

تضمین غزل خواجہ نظامی سکندر نامے کی داستانوں کے آخر میں دو چار شعر خیالی ساقی کی مخاطبت میں لکھتے اور اُس سے بادہ و پیمانے کی خواہش کرتے ہیں خسرو نے سلطان کیقباد کے اصلی ساقی و مغنی سے کام لیا ہے اور اُسی کے ساتھ ایک حالیہ غزل بھی تضمین کی ہے۔

مثنوی میں غزل کا اضافہ:۔

دو تین غزلوں کے اشعار تو اصل قصے کے ضمن میں ہم لکھ چکے ہیں چند دیگر غزلوں کے چیدہ اشعار مع ساقی نامہ و مغنی نامہ یہاں نقل کرتے ہیں:۔

۱۔ فصل دے یعنی موسم سرما کی صفت کے بعد ایک غزل اپنے حسب حال کہی ہے جس کے مقطع میں حسن طلب بھی ہے:۔

چاکر او گشتہ سکندر بہ رزم ساقیِ او خضر بہنگام بزم

بندہ زیادش ہمہ حال شاد وین غزل از حالِ خوش داد یاد

غزل

شد ہوا گرم کنوں آتش و خرگاہ کجاست بادہٗ روشن و رخسارهٗ دل خواہ کجاست؟

آتش اینک دل و می گریۂ خونیں تنِ من خرگہ گرم ولے ماہ بخرگاہ کجاست؟

کتنا مضمون اس شعر میں کھپایا ہے! یعنی میرا دلِ سوختہ آگ بن گیا ہے اور خون کے آنسو میرے لئے بجائے شراب ہیں اور میرا جسم گرم خیمہ کی مانند ہے مگر افسوس ہے

اشعارِ عنوان بطورِ نمونہ نقل کیے جاتے ہیں :-

شکر گویم کہ بتوفیقِ خداوندِ جہاں | بر سرِ نامہ زحید نوشتم عنوان
نامِ این نامۂ والاست قرانُ السعدین | کز بلندیش بسعدین سپہرست قران
در تضرع بدرِ حق کہ گنہگاران را | داد بارانِ گنہ شوے زعینِ غفران
نعتِ سلطانِ رسل آنکہ مسیحا بدرش | پردہ داری ست نشستہ زپسِ شادروان
وصفِ معراجِ پیمبر کہ بشب[1] روشن شد | سرِ اسرٰیش[1] ززلفِ سیہِ مشک فشان
۵۔ مدحتِ شاہ کہ نامش بفلک رفت چنانکہ | نقشِ آں داغ شدہ خنگِ فلک را بر ران
در خطابِ شہِ عالم کہ بسلکِ خدمش | آیم و این گہر چند فشانم زِ زبان
صفتِ حضرتِ دہلی کہ سوادِ اعظم | ہست منشور وے از حرسہا اللّٰہ نشان
صفتِ مسجد جامع کہ جناں ست دررو | شجرۂ طیبہ ہر سوے چو طوبیٰ بجنان
صفتِ شکلِ منارہ کہ زرفعت سنگش | از پے خنجرِ خورشید شدہ سنگ فسان
۱۰۔ صفتِ حوض کہ در قالبِ سنگیں گوئی | ریختہ دستِ فلک آبِ خضر صورتِ جان

اس دسویں عنوان کے تحت میں اوّل تو صفتِ شہر کی طرف بازگشت ہے
جس کا بیان عنوان ہشتم میں بھی ہو چکا ہے۔ علاوہ بریں کئی اور مضمون بلا عنوان ہیں
مثلاً صفت مردم شہر۔ کیقباد کی تخت نشینی۔ ناصرالدین کی لشکر کشی اودھ پر۔
اور یہ بات اور جگہ بھی پائی جاتی ہے کہ صفت نگاری کے بعد اصل قصے کو بلا عنوان

---

[1] اشارہ ہے اس آیۂ کریمہ کی طرف سبحان الذی اسرٰی بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام ۱۲
لفظ اسریٰ جو اس آیت میں آیا ہے فعل ماضی ہے جس کا مصدر اسرا ہے جس کے معنی ہیں "شب رہ رفتن۔ رات کو چلنا"

من اندر خاکِ میدانش لگدکوبِ ستم گشتم | ہنوز آں شہسوارِ من سرِ جولاں گری دارد
مسلماناں! نگہدارید بیچارہ دلِ خود را | کہ تیر اندازِ من مست ست و کیشِ[1] کافری دارد
تو ای دیوانہ وحشِ جاناں کہ داری سایۂ گیسو | دلم دیوانہ تر از تو کہ آسیبِ پری دارد
مرا چوں صید خود کردی شفاعت میکنم جانم | نمی گوید "بکش" لیکن سخن در لاغری دارد
بہ بدنامی بر آمد نامِ حسنِ دگر نے دیدہ | نہ یک تر دامنی دارد کہ صد دامن تری دارد

تردامنی کے معنی ہیں گناہ۔ اسی لفظ کو اُلٹ کر مقدارِ گناہ ظاہر کی ہے اور یہ کمال سخنوری ہے۔

۴۳- موسمِ خزاں کی صفت کے بعد ؎

چنگِ نوازن بہ ہوا سر کشید | چنگ نوازندہ نوا بر کشید
گفت بر آہنگ نمط ہائے[2] تنگ | ایں غزلِ نغز بر آوازِ چنگ

غزل

برگ ریز آمد و برگِ گلِ گلزار برفت | سرخ روئی ز رخِ لالہ و گلنار برفت
(پت جھڑ کا موسم آگیا۔ گل و گلزار کا سامان رخصت ہوا۔ لالہ اور انار کے پھولوں کی سُرخی جاتی رہی)
خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند | صبر ہر چند کہ بود اندک و بسیار برفت
(اگرچہ دل کا خون بہت نکل چکا۔ پھر بھی تھوڑا باقی ہے۔ لیکن صبر تھوڑا بہت جو کچھ تھا وہ سب جاتا رہا یعنی بالکل نہیں رہا)

---

[1] کیش و مذہب و تیر دان۔ ان دو معنی سے ایہام کیا ہے ۱۲ [2] نمط ہائے تنگ راگ کے باریک پردے ۱۲

کہ اس خیمہ کے اندر معشوق ما ہرو نہیں ہی۔

دی ہمی رفت و زبس دیدہ کہ غلطید بجاے
گفت یارب کہ کجا پاے نہم؟ راہ کجاست

(وہ کل جا رہا تھا اور بہت سی آنکھیں فرش رہ بنی ہوئی تھیں بولا خدایا! کہاں پاؤں رکھوں؟ ان آنکھوں کے ہجوم میں تو رستہ ہی نہیں ملتا!)

مصرعۂ آخر میں جو تعجب ظاہر کیا ہی وہ نہایت پرلطف ہی ے

ماہ من! کور شد این دیدہ ز بیداری شب
آخر از زلف نہ پرسی کہ سحرگاہ کجاست؟

(صبح کے انتظار میں رات بھر جاگتے جاگتے ہماری تو آنکھیں پھوٹ گئیں۔ آخر تو اپنی زلف سے کیوں نہیں پوچھتا کہ وقت سحر کہاں ہی؟ (یعنی) تیری زلف سیاہ نے یہ اندھیر ڈال رکھا ہی وہ سرکے اور تیرا رخ تاباں کھلے تو صبح نمودار ہو)

عزم حج دارد خسرو زپے توبۂ عشق
توشہ اینک غم دل بارگہ شاہ کجاست؟

(خسرو کا ارادہ یہ ہی کہ حج کو جائے اور وہاں جا کر عشق سے توبہ کرے۔ لیکن زاد راہ تو یہی غم دل ہی (اس سے کیا گزارہ ہوگا) کوئی یہ تو بتا دے کہ بارگاہ سلطانی کہاں ہی؟ (وہیں سے کچھ مانگ لونگا)

۲-جب کیقباد کے لشکر کی تیاری ہو رہی تھی :-

جملۂ عالم بوفا جوئیش
خاطر خسرو بہ ثنا گوئیش

این غزل از مطرب زوال اصول
یافتہ در گوش ہمایوں قبول

غزل

سوار چابک من باز عزم لشکری دارد
دل من برد و پار۔ امسال ہا جان دادری دارد

اپنے آگے آگے لانا]

در بنیش کہ مست بود خفتنش مدہ ۔۔۔ ہم ہمچنانش مست بخیزد من آر خوش
من مستِ خوش حریفی اویم کہ آں حریف ۔۔۔ سرخوش خوش ست و مست خوش و ہوشیار خوش
سروِ پیادہ خوش بود اندر چمن و لیک ۔۔۔ آں سروِ من پیادہ خوش ست و سوار خوش
از وے خوش ست بر شکنی ہا براہِ ناز ۔۔۔ و ز خسروِ شکستہ فغاں ہائے زار خوش

۵- جس روز اسیران مغل کا قتل ہوا ہی اور بادشاہ نے جشن منایا ہی یہ غزل اُس قصّے کے ذیل میں تضمین کی ہی اور اشعار کا مضمون مقتولین کی زبان سے ادا کیا ہے۔

نورِ نشاط از افقِ جام تافت ۔۔۔ شہ ز مے و مے ز لبش کام یافت
بادہ ہمہ وقت بشادی و ناز ۔۔۔ بادہ کُش و خصم کُش و بزم ساز
گفت ہمی زہرہ برِ بطِ زنش ۔۔۔ ایں غزلِ تر ز زبانِ منش

غزل

تیغ برگیر تا ز سر برہم ۔۔۔ تیر بکشائے کز نظر برہم
آشکارا بکش کہ تا بارے ۔۔۔ ہم ز سر ہم ز دردِ سر برہم
وہ کہ شب در میاں کنم ہر دم ۔۔۔ از تو روزے کہ اے پسر برہم

(اے لڑکے! جس روز تیرے ہاتھ سے بچ جاتا ہوں تو یہ کہتا ہوں کہ اب تو شب درمیان ہے

لہ سرخوش جس کو تھوڑا نشہ ہو۔ مست جس کو زرا زیادہ نشہ ہو۔ بے مست جس کو بہت زیادہ نشہ ہو ۱۲
لہ سروِ پیادہ۔ چھوٹے قد کا سرو ۱۲ لہ بر شکنی۔ مونھ پھیرنا۔ روٹھ جانا ۱۲

ہر چہ از عقل فزوں شد ہمہ عمرم جو جو | اندریں غارتِ غم۔ جملہ بیک بار برفت

(عقل کا سرمایہ جو کچھ میں نے عمر بھر میں تھوڑا تھوڑا کر کے جوڑا تھا اس غم کی لوٹ میں دفعتہً سب غارت ہو گیا)

۴۔ صفتِ بہار کے تحت میں۔

شاہ دریں فصل بعشرت گری | با گل و بلبل بطرب گستری

مطربِ بلبل نفس از نغمہ مست | ویں غزلش بردہ بیے دل ز دست

غزل

آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش | وقتے ست خوش بہار کہ وقتِ بہار خوش[1]

در باغ با ترانۂ بلبل دریں ہوا | مستی خوش ست و بادہ خوش ست و خمار خوش

ما ئیم و مطربے و شرابے و محرمے | جائے بزیرِ سایۂ شاخِ چنار خوش

اے باد! کاہلی مکن و سوئے دوست رو | مارا بکن بآمدنِ آں نگار خوش

ذیل کے قطعہ بند اشعار میں بادِ صبا سے درخواست ہے کہ وہ تو میرے دوست کے پاس جا اور اس کو بُلا کر لا۔

چیزے دگر مگوے و ہمیں گو کہ در چمن | سبزہ خوش ست و آب خوش و جوئبار خوش

گر خوش کند ترا بجدے کہ باز گرد | پیشش کن و بیار۔ مشو زینہار خوش

(اگر میرا محبوب تجکو بات بنا کر خوش کر دے اور کہے کہ واپس جا تو ہر گز خوش نہ ہونا۔ بلکہ اس کو

---

[1] یہ جملہ دعائیہ ہے یعنی اس کو خوش بنانا بضب ہو فعل (بادا) یہاں سے محذوف ہے مثلاً اے وقت تو خوش کہ وقت خوش کردی ہو

کی نہ جنگ میں شریک ہوا۔ خدا نے گھر بیٹھے اُس بے وقوف بادشاہ کو فتح
کی مسرت نصیب کی۔

۷۔ کیکاؤس اور کیقباد کی ملاقات کے بیان میں یہ غزل تضمین کی گئی ہے

ہرچہ بہ مجلس غزلِ تر زدند　　جملہ بنامِ شہِ کشور زدند
بر درِ او مطرب فرخندہ فال　　دور مباد از غزل و از غزال[1]
با خوشیِ دل چو شود بادہ کش　　زیں غزلم گوش گرامیش خوش

غزل

بباغ سایۂ بیدست و آب در سایہ　　ازیں سپیں من و جاناں و خواب در سایہ
بسایہ خفتہ بدم دے کہ یار آمد و گفت　　چہ خفتۂ کہ رسید آفتاب در سایہ
چو پائے بند تو شد جان در آفتاب مگیر　　مسوز جانم و باز آشتاب در سایہ
بگفتِ خسرو بکشائے زلف تا شنید　　حریف و مطرب و چنگ و رباب در سایہ

۸۔ جس دربار میں ناصرالدین اور کیقباد کی ملاقات ہوئی ہے اُس بیان کے
آخر میں:۔

چنگیِ او عقل فزائے جہاں　　قافلۂ عیش و نشاطِ شہاں
ایں غزل از تارِ ترنم سرائے　　در سرِ او یافتہ چوں عقل جائے

---

[1] غزال۔ جوان رعنا۔

(یعنی اس وقت تو رہائی ملی) کل کی بات کل دیکھی جائیگی)

غمِ خسرو بگومیت کہ اگر | از رقیبانِ بے ہنر برہم

۶- جب خانِ جہاں مغلوں کو ہزیمت دے کر لاہور کی طرف سے واپس آیا ہی اور کیقباد کو فتح کا مژدہ سنایا ہی اُس موقع پر یہ غزل تضمین کی ہی-

زاوّلِ روزش بطرب تا بشام | دور نشدے زکف و لب ز جام

گاہ بہر جرعہ گہر می فشاند | گاہ بہر زمزمہ زر می فشاند

(کبھی شراب کے ایک گھونٹ پر کبھی راگ کے ایک ترانے پر لوگوں کو زر و جواہر انعام دیتا تھا)

عمرِ ابد باد بعیش اندرش | ویں غزل اندر لبِ خنیاگرش

غزل

دوش ناگہ بمنِ دل شدہ آں مہ برسید | دل بمقصودِ خود المنۃ للہ برسید

آمد آں روشنیِ چشم و باستقبالِ ش | مردمِ دیدہ دواں تا بسرِ رہ برسید

آمد آں سادہ زنخ- بر منِ بیہوش ز آب | بر سرِ تشنہ نگہ کن کہ چساں چہ برسید

گریہ بر سوزِ منش آمد و بر سوختگاں | ایں چہ بارانِ کرم بود کہ ناگہ برسید

خسروا گرسد ابلہ بہشت ایں چہ عجب | عجب آں ہیں کہ بہشتے تو ابلہ برسید

مقطع کے مصرعۂ اولیٰ کا مضمون اس حدیث سے ماخوذ ہی اھل الجنۃ بلہ یعنی اکثر اہلِ بہشت بھولے بھالے آدمی ہونگے۔

مصرعِ ثانی بادشاہ کی حالت کے مناسب ہی کہ نہ کہیں دشمن پر چڑھائی

آفتِ زُہد و توبہ شد ترکِ شرابِ خوارِ من | یار گر اوست کے بود توبہ وُ زُہدِ یارِ من؟
چوں تو سوار بگزری دیدہ گہر فشاں کنم | خواہ قبول و خواہ رد نیست جزیں نثارِ من؟

۱۱۔ خاتمہ مثنوی کے آخر میں:۔

درنظرِ شاہ مباد ا! کہن | ایں غزلم ختم بریں شد سخن

غزل

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می بَرد؟ | پیغامِ کالبد بسوے جاں کہ می بَرد؟
ایں خطِ پر ز مہر۔ بدلبر کہ می دہد؟ | ویں دردِ سر بمہر بدرماں کہ می بَرد؟
ہائیم و شرطِ بندگیش با ہزار شوق | ایں بندگی بحضرتِ ایشاں کہ می برد؟
گفتم بباد۔ گفت کہ "دیوانہ گشتۂ" | اندوہِ مور پیشِ سلیماں کہ می بَرد؟
گفتی "نگاہدار بفرمانِ خویش دل" | "دارم دے بگوے کہ فرماں کہ می برد؟
دردا کہ دل زخسروِ بیچارہ می رود | واگاہ نے زبُردنِ دل آں کہ می برد

مثنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند

غالباً مثنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند لگانا حضرت خسرو نے بھاشا کی شاعری سے اخذ کیا ہی۔ حضرت کو بھاشا کی شاعری میں بھی ایسی ہی دستگاہ تھی جیسی کہ فارسی شاعری میں۔

بھاشا کا شاعر آغازِ داستان میں ایک دوہا یا چوپائی یا چھند لاتا ہی اور ختمِ داستان پر کبھی کبھی سورٹھا موزوں کرتا ہی اور اس رنگارنگی سے اس کا مقصد

غزل

خرم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد | آرزومندِ نگارے بہ نگارے برسد
لذتِ وصل ندانند مگر آں سوختۂ | کہ پس از دوریِ بسیار بیارے برسد
قیمتِ گل نشناسد مگر آں مرغِ اسیر | کہ خزاں دیدہ بود پس بہ بہارے برسد
خسروا! یارِ تو گرمی نہ رسد خود میگو | بہرِ تسکینِ دلِ خویش کہ "آرے برسد"

۹۔ ناصرالدین اور کیقباد کی دوسری ملاقات کے ذکر میں:۔

بادلِ آئینۂ اسکندرش | ق | بادۂ خوں رنگ صفا پرورش
دادہ مرا ایں غزلِ پرخیال | | بردلِ چوں آئینۂ او جمال

غزل

زسرِ کرشمہ یک رہ گزرے بسوئے من کن | بہ بہانۂ کہ داری نظرے بروئے من کن
من از آرزوت مردم دلت ار چہ نیست با من | بہ تکلف ار توانی ہوسے آرزوئے من کن
منم و وفائے روئے زغمت چنانچہ ناتواناں | بزکوٰۃ تندرستی گزرے بسوئے من کن

۱۰۔ کیقباد نے ایک روز مجلسِ نشاط دھوم دھام سے آراستہ کی ہے:۔

شاہ گراں سر زمے خوش اثر | بادہ مبادش گرانی بسر
دست بیک زخمۂ مطرب برود | عود گراں سر بنوائے سرود
مجلس از ایں غزلم گشت مست | مست گراں سر شدہ ہر کس کہ ہست

غزل

۷۔ صفت شہر نو و قصر نو
۸۔ " فصل خزاں
۹۔ " فصل بہاران
۱۰۔ " موسم نوروز
۱۱ " چتر سیہ
۱۲ " " لعل
۱۳ " " سپید
۱۴ " " سبز
۱۵ " " گل
۱۶ " دورباش
۱۷ " تیغ
۱۸ " کمان
۱۹ " تیر
۲۰ " رایت لعل
۲۱ " موسم گرما
۲۲ " خربزہ
۲۳ " کشتی
۲۴ صفت اسپاں
۲۵ " شب
۲۶ " شمع
۲۷ " چراغ
۲۸ " سیر بروج
۲۹ " اختر و طالع
۳۰ " بادہ
۳۱ " قرابہ
۳۲ " صراحی
۳۳ " پیالہ
۳۴ " ساقی
۳۵ " چنگ
۳۶ " رباب
۳۷ " نائے
۳۸ " دف
۳۹ " پردہ / پردہ شناسان

تفنن طبع ہو کہ ایک ہی مضمون پڑھتے پڑھتے جی اُکتا نہ جائے۔

حضرت امیر خسرو نے آغاز داستان کے لئے قصیدہ کا شعر اور خاتمے پر غزل کا التزام کیا ہو۔ ہمارے نزدیک یہ جدت طرازی نہایت پر لطف و بامزہ ہو مگر اس کی تقلید یک سفنے شاعر کا کام نہیں۔ جو شاعر مثنوی، قصیدہ اور غزل ان ہر سہ اصناف میں یدطولیٰ رکھتا ہو وہی خسرو کی تقلید کر سکتا ہو علاوہ بریں حضرت خسرو کو اس مثنوی کا ممدوح بھی خوش قسمتی سے ایسا ہاتھ لگا ہو کہ ساقی و مغنی و شاہد و بادہ و ساغر کا ذکر محتاجِ تکلف نہیں۔ بلکہ اُس کی بزم عیش کا ایک معمولی ہنگامہ ہو۔ انوری کی طرح خسرو کو یہ شکایت ہرگز نہ تھی کہ

نیست معشوقے سزاوارِ غزل

وصف اشیا اِس مثنوی کی تیسری خصوصیت یہ ہو کہ اصل قصہ کے ضمن میں اشیا کی وصف نگاری موقع بموقع اتنی کی گئی ہو کہ اُن اوصاف کا حجم اصل قصہ سے بھی زیادہ ہو گیا ہو۔ اس کا اندازہ ذیل کی فہرست سے بخوبی ہو سکتا ہو۔

فہرست

۱ صفت حضرت دہلی	۴۔ صفتِ حوض
۲۔ " جامع	۵۔ " مردم دہلی
۳۔ " منارہ	۶۔ " آتش

ایک دلآویز مضمون ہے۔ اس کارنامے پر حضرت خسرو نے جو فخر کیا ہے بجا ہے:۔

آنچہ ز سر جوشش دل نقشبند — معنیِ نو بود و خیالِ بلند

موے بموئیش بہ ہنر بیختم — پختہ و سنجیدہ در و ریختم

وصف نہ زاں گونہ شد از دل بروں — کاں دگرے را بدل آید کہ چوں

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:۔

ہر صفتے را کہ برانگیختم — شعبدۂ تازہ در و ریختم

مور شدم بر شکرِ خویش و بس — ورنہ زدم دست بدامانِ کس

نیست ز کس لولوے لالاے من — ژرف ببیں در تہِ دریاے من

نکتۂ من گوہرِ کانِ من ست — زانِ کسے نیست از آنِ من ست

وصف نگاری کا نقص — البتہ وصف نگاری کی وجہ سے یہ نقص پیدا ہوا کہ اصل قصہ کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ امیر صاحب نے اس نقص کو محسوس کیا اور خاتمہ میں اس کی معذرت اس طرح فرمائی ہے کہ اصل قصہ میں کچھ جان نہ تھی اس لئے وصف نگاری کی گئی مگر اس کی وجہ سے قصہ کی غرض فوت ہو گئی۔ یہ تکلف اس لئے کیا گیا کہ مثنوی میں ایک ندرت اور خوبی پیدا ہو۔ سو یہ عیب ایسا نہیں جس کو میں نے چھپایا ہو۔ بلکہ جو سب کہیں گے وہی میں خود کہتا ہوں:۔

چوں سخن از لطف لسانے نداشت — کالبدش صورتِ جانے نداشت

۴۰ صفت مائدہ خاص

۴۱ " بیرۂ تنبول

۴۲ " نغمہ گری / زنانِ مطربہ

۴۳ " تاجِ مکلل

۴۴ " تخت

۴۵ " پیل

۴۶ صفت صبح / کلاہ سیاہ / چتر سپید

۴۷ " چشمۂ خورشید

۴۸ " موسم باراں

۴۹ " قلم

۵۰ " محبرہ (یعنی دوات)

۵۱ " کاغذ

امیر صاحب کو یہ خیال تو پہلے سے مرکوزِ خاطر تھا کہ اشیا کی وصف نگاری کریں اور اس کا نام بھی مجمع اوصاف تجویز کرلیا تھا اب کیقباد کی فرمائش ہوئی تو یہ قصہ نہایت مختصر۔ اس میں اتنا پھیلاؤ ممکن نہ تھا کہ ایک معقول مثنوی مرتب ہوسکے۔ کوئی عام دلچسپی کا سامان بھی اس قصہ میں نہ تھا۔ لہذا خسرو نے اس مثنوی کو وصف نگاری کے ذریعہ سے نگارستان بنادیا کہ شاہ و گدا سب کے لئے موجب انبساطِ خاطر ہو۔

دلی اور دلی کی عمارت کا۔ ہندوستان کے موسموں، پھولوں، پھلوں جانوروں اور اُس زمانے کی شاہی محفلوں کے تکلفات کا ذکر ہمیشہ کے لئے

صفت مسجد جامع

مسجدِ جامع کہ زفیضِ آلہ
زمزمۂ خطبۂ او تا بماہ

آمدہ در وے ز سپہرِ کبود
فیض زیک خواندنِ قرآں فرود

غلغلِ تسبیح بگنبد درون
رفتہ ز نہ گنبدِ بالا بروں

ہر کہ سعادت بودش رہنمائے
بر درِ او سر نہد آنگاہ پائے

صفت منارہ

شکلِ منارہ چو ستونے ز سنگ
از پئے سقفِ فلکِ شیشہ رنگ

دیدنِ او را کلہ افگند ماہ
بلکہ فتادش کہ دیدن کلاہ

از پئے بر رفتنِ ہفت آسماں
کردہ زمیں تا بفلک نے وباں

مسجدِ جامع ز دروں چوں بہشت
حوض ز بیروں شدہ کوہر سرشت

صفت حوض

در کمرِ سنگ میانِ دو کوہ
آب گہر صفوۃ و دریا شکوہ

ساختہ سلطانِ سکندر صفات
در سدِ کوہ۔ آئینۂ آبِ حیات

یعنی سلطان شمس الدین التمش نے یہ حوض مستحکم پہاڑ میں ایسا بنایا تھا گویا آبِ حیات کا آئینہ ہے۔ یہ حوض حوضِ شمسی کہلاتا تھا:۔

شہر گر از وے بنود آب کش
کس نخورد در ہمہ شہر آبِ خوش

ور نخورد آب وے اندر زمیں
کے بزمیں در خورد آبے چنیں

وصف براں گو نہ فرو رانده ام — کز غرضِ قصہ فرو مانده ام

خالِ تکلف زدمش بر جمال — نغز نماید مگر اندر خیال

عیب چناں نیست کہ بنہفتہ ام — کانچہ بگویند ہمہ گفتہ ام

ہست امیدم کہ سخن پروراں — چوں نگرند از رہِ بینش دراں

عیب یکے نیست کہ جو ئیند باز — چوں ہمہ عیب ست چہ گوئیند باز؟

اب وصف اشیا میں سے ہم "مشتے نمونہ از خروارے" پیش کرتے ہیں:-

صفتِ حضرتِ دہلی

حضرتِ دہلی کنفِ[1] دیں و داد — جنتِ عدن[2] ست کہ آباد باد!

ہست چو ذاتِ ارم[3] اندر صفات — حرسہا اللہ عن الحادثات

از سہ حصارش دو جہاں یک مقام — وز دو جہاں یک نفسش دہ سلام

حصنِ برونیش ز عالم بروں — عالمِ بیرونش بحصن اندروں

حصنِ درونیش تو گوئی مگر — چرخ بزیر ست حصارش زبر

قبۂ اسلام شده در جہاں — بستہ او قبۂ[4] ہفت آسماں

ساکنِ او جملہ بزرگانِ ملک — گوشہ بگوشہ ہمہ ارکانِ ملک

تختگہِ تاجورانِ بلند — گشتہ ز اقبالِ شہاں سر بلند

---

[1] کنف۔ پناہ ۱۲ [2] نام ایک بہشت کا ۱۲ [3] ایک شہر تھا قوم عاد کا۔ اس شہر کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ یعنی ارم ستونوں والا ہے جس کی مانند شہروں میں کوئی پیدا نہیں کیا گیا ۱۲ [4] گنبد خیمہ ۱۲

قطرہ کہ شد ز ابر چکاں بر ہوا | مہرۂ بلور شدہ در ہوا
ہر کہ شبے کرد گلیمے فراز | کردہ باندازۂ آں پا دراز
وانکہ زاندازہ بروں برد پاے | سردی ایام نمودہ سزاے
گرم شدہ از مدد جامہ مرد | مردم بے جامہ بجاں گشتہ سرد
ولکک دندانِ برہنہ تناں | چوں شغبِ چوبکِ[1] چوبک زناں

صفت آتش

آتش ازانجا کہ بدل جاے کرد | دود برآمد ز نفس ہاے سرد

یعنی چونکہ آگ نے دل میں جگہ کرلی ہو اس لئے ٹھنڈی سانس سے دھواں نکلتا ہو یہ حسن تعلیل ہو کہ سردی کے سبب سے جو منہ سے بھاپ نکلتی ہو اس کا سبب یہ قرار دیا ہو کہ دل میں آگ نے جگہ کرلی۔ اور دل میں جگہ کرنا کنایہ محبت و الفت سے ہو۔

گرچہ زبردستِ عناصر[2] نشست | گشت بسر ما ہمہ را زیر دست
پختہ از و گشت ہمہ دیگِ مرد | دیگ لبے پخت و لے خود نخورد
گاہ بہر خانہ وطن ساختہ | گاہ بے خانہ برانداختہ
خلق بہ پیش آتش و پنبہ زپس | خود بمیاں ماندہ چنیں دید کس؟

---

[1] چوبک ایک ڈنڈا اور ایک تختہ ہوتا تھا جس کو رات کے وقت چوکیداروں کا افسر اس غرض سے بجایا کرتا تھا کہ چوکیدار ہوشیار رہیں۔ سو نہ جائیں ۱۲

[2] یہ قدیم خیال ہو کہ کرۂ نار سب سے بالا ہو۔ اس کے نیچے باد۔ اس کے نیچے خاک۔ پھر آب ۱۲

اس کا پانی زمین میں جذب نہیں ہوتا. ایسا پانی زمین میں جذب ہونے کے قابل کب ہی؟ اور یہ امر واقعہ ہی کہ پہاڑ کی وجہ سے اس حوض کا پانی زمین میں جذب نہیں ہوتا بلکہ بہکر جمنا میں جاگرتا ہی ے

نیم فلک ہست بزیرِ زمیں	چوں تہش نیست زمیں آں ببیں
حوض نہ گویم کہ حبابے ز نور	نور گزو دیدۂ بد باد دور!

اس کے بعد بغیر عنوان قائم کئے شہر کی صفت پھر شروع کردی ہی۔ اور اسی کے ضمن میں مردم شہر کی صفت ہی۔

صفتِ مردم شہر

مردمِ او جملہ فرشتہ سرشت	خوش دل و خوش خوے چو اہلِ بہشت
ہر چہ ز صنعت ہمہ عالم ست	ہست در ایشاں و زیادت ہم ہست
بیشتر از علم و ادب بہرہ مند	اہلِ سخن خود کہ شمارد کہ چند
ہر طرفے سحر بیانے لوست	ریزہ چینِ گہرِ شاں خسرو ست
ترنج ہزار از ملکِ نامدار	لشکرِ شاں بیشتر از صد ہزار

صفتِ فصل دے

زالِ جہاں چرخ زدن کرد ساز	داد لبِ شب رشتہ بغایت دراز
روز چناں تنگ مجال آمدہ	کش بگہ چاشت زوال آمدہ
بستنِ یخ بود بہر بوستان	گرچہ نہ بُد برف بہندوستاں

صفت فصل خزاں

فصل خزاں چوں بچمن خانہ ساخت — باد رواں کرد بہ گلزار تاخت

جامۂ خود کردہ بنفشہ کبود — گشت چو صوفی بر کوع و سجود

سوختہ از آتشِ خود لالہ زار — گشتہ درونش ز خزاں پر غبار

ہر شجرِ باغ ز سر تا بُنَہ — ماندہ ز بے برگی خود برہنہ

نرگسِ بے دیدہ رواں کج روش — خارِ عصا بادِ خزاں کور کش

ریختنی کرد درختاں ز سر — گشتہ زمیں پُر ز درمہائے زر

بر زمیں افتادہ بسے نازنیں — لرزہ کناں بر سرِ شاں یاسمیں

گرچہ ز کم لالہ نہاں کرد پے — لالۂ نو ساخت شہ از جامِ مے

گرچہ چمن بود پر از برگِ زرد — شاہ زمیں در تہِ دینار کرد

گرچہ کہ بربست ہوا سیمِ آب — شاہ کشاد از کف خود سیمِ ناب

از کرمِ شہ کہ عدو سوز بود — فصلِ خزاں موسمِ نوروز بود

صفتِ فصل بہاراں

فصل بہاراں کہ علم بر کشید — ابر سراپردہ بر اختر کشید

سکۂ گل چوں درمِ شہ زدند — سکہ بصد وجہ مو جتہ زدند

جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش — غنچہ گرہ بر زدہ بر دامنش

گل ز کرمِ زر دہد آں را کہ جست — در پئے خود جامہ نسازد درست

قصرِ نو و شہرِ نو

یہ وہ قصر اور شہر ہی جو کیقباد نے کیلوکھڑی میں جمنا کے کنارے تعمیر کرایا تھا:-

قصر نہ گویم کہ بہشتے فراخ | رو فتہ طوبے درِ او از شاخ
بامِ سفیدش بہ فلک سودہ سر | گرد بخورشید سفیدی اثر
آئینہ گشتہ زگچ صاف خشت | دیدہ در و صورتِ خود را بہشت
ہر چہ کہ در آئینہ بیند جوان | پیر دراں خشت بہ بیند ہماں

(یعنی اینٹوں پر ایسا چونہ گچ کیا گیا تھا کہ بہشت اس میں اپنی صورت دیکھتا تھا اور جو کچھ جوان آئینہ میں دیکھتا ہی بوڑھا آدمی اُن اینٹوں میں دیکھ لیتا ہی)

یہ ایک عام مثل ہی جس کو اس قصر کی اینٹوں سے مخصوص کر دیا ہی۔ مثل یہ ہی "آنچہ پیر در خشتِ خام بیند جوان در آئینہ نہ بیند" اس مثل کا مطلب یہ ہے کہ اہل تجربہ تو جھٹ پٹ بات کی تہ کو پہنچ جاتا ہی اور ناتجربہ کار غور کرنے سے بھی نہیں سمجھتا۔

ہر چہ کہ نقاش بیک سو کشید | عکس بہ دیوارِ دگر شد پدید
طرفہ عروسے شدہ آراستہ | آئینہ از آبِ رواں خواستہ

(یہ قصر و شہرِ نو تو بنی سنوری ہوئی دُلہن ہی اور جمنا کا پانی اُس کا آئینہ ہی یعنی جمنا میں اس کا عکس نمودار ہی)

کافرِ تاتار بروں از ہزار ‏ ‏ کرد دگر گونہ بر اشتر سوار

روے چو آتش کلہ از پشم میش ‏ ‏ آتشِ سوزاں شدہ با پشم خویش

سر بترا شیدہ ز بہرِ قلم[۱] ‏ ‏ زاں قلم انگیختہ خذلاں[۲] رقم

رخنہ شدہ طشتِ مس از چشم تنگ ‏ ‏ دیدہ در انداختہ در رخنہ سنگ

زشت تر از زنگ شبہ[۳] روے شاں ‏ ‏ پست تر از پشت شدہ روے شاں

چہرۂ شاں دبّہ[۴] نم یافتہ ‏ ‏ جاے بجا کنجلک[۵] و خم یافتہ

بینیِ پر رخنہ چو گورے خراب ‏ ‏ یا چو تنورے کہ ز طوفانِ آب

موے ز بینی شدہ بر لب فراز ‏ ‏ سبلتِ[۶] شاں گشتہ بغایت دراز

کردہ زنخ شاں ز محاسن[۷] کنار ‏ ‏ اہلِ زنخ را بہ محاسن چہ کار

از شپشِ شاں سینہ سپید و سیاہ ‏ ‏ کاشتہ کنجد[۸] بزمینِ تباہ

بر تنِ شاں از شپشِ بے شمار ‏ ‏ پشت چو کنجت شدہ دانہ دار

خوردہ سگ و خوگ بدندانِ شاں ‏ ‏ ہر ہمہ دندانِ[۹] خرد بے خرد

شد[۱۰] عجب ایں ہمہ روہاے زشت ‏ ‏ کایزدِ شاں ز آتشِ دوزخ سرشت

دیو سپید آمدہ ہر یک بروے ‏ ‏ خلق بہ لاحول ز ہر چار سوے

---

۱ کاٹنے جانے کے لئے ۱۲ ۲ بے بہرگی۔ بے نصیبی ۱۲ ۳ کچہ ۱۲ ۴ سلوٹ ۱۲ ۵ مونچھ ۱۲ ۶ بال ۱۲ ۷ جوں ۱۲ ۸ تل ۱۲ ۹ کنایہ ہے احمق سے ۱۲

آب کہ آہن شدہ بود از سپہر — آہنِ او آب شد از تابِ مہر
ہر گلِ بالا کہ دہد بوستاں — بیشترے ہست ز ہندوستاں
ویں گلِ ہندی کہ چمن گرد رُست — نے بخراسان کہ بعالم نہ خاست
کیوڑہ ہر برگ چو سیم سپید — عود از و سوختہ چوں مشک بید
مانده چو در جامہ نسیمش مقیم — جامہ نماند کہ بماند شمیم
یک گلِ بیل و دہ دیگر دروں — گل ز گل و گل ز گل آمد بروں
مولسری خرد و بزرگ از ہنر — خرد و بزرگ از ہنرش بہرہ ور
بوے دے آں را کہ بمغز آرمید — بوے دگر گل کہ تواند کشید؟
چند نہ در شہر کہ در روم و روس — جمع شود بر سرِ شاہ و عروس
طرفہ گلِ چنپہ بعالم کہ دید؟ — کانِ زمرد کہ زر آمد پدید
کشت ز سر سبزیٔ گلِ زر دوام داد — گل بزمیں گونۂ زر دوام داد

ہجو مغل

جب کہ بادشاہ کے سامنے اسیرانِ مغل پیش کئے گئے ہیں تو اُس موقع پر حضرت خسرو نے مغلوں کی ہجو دل کھول کر کی ہے۔ اس کا سبب ظاہر ہے کہ مغلوں نے اسلامی سلطنتوں کو برباد کیا تھا اور مدت ہاے دراز تک اُن کے متواتر حملے ہندوستان پر بھی ہوتے رہے اس لئے مسلمانوں کو اُس قوم سے سخت نفرت تھی۔

ماہِ نوے کاصلِ وے از سالِ جاست | یک مہِ نو گشت بدہ سال راست
(نام درخت ۱۲)

ہم چو کماں پُرخم و تیر از میاں | تیر ستادہ ہست و کمانش رواں

پیشتر از مرغ پَرد در گشاد | بیشتر از باد رود روز باد

گرچہ بدریا گزرد بیش و کم | آب نباشد مگرش تاشکم

بگزرد از آب و سوارش بخواب | غرق نگردد چو سوارانِ آب

باسبکی بار تواند کشید | از سبکاں بار کشیدن کہ دید؟

صفتِ اسپاں

تیز تگانے ہمہ تازی نژاد | چوں دمۂ[۱] آتش و انبانِ[۲] باد

تیز تگ و گوش چو پیکاں پدید | بر سرِ یک تیر دو پیکاں کہ دید؟

از ہنر آراستہ پا تا بفرق | گاہِ روش ابر، جستن چو برق

کوہ گراں لیک گراں سنگ نے | یک تگِ شاں جز بدو فرسنگ نے

از تگِ شاں پیکاں رہِ صرصر زدہ | بادیہ پوار بسے سر زدہ

آبِ رواں از پئے صحرا گشت | بادِ صبا از پئے گلگشتِ دشت

پیکرِ آں راہ نوردانِ پاک | بادِ مجسم شدہ بر روئے خاک

تیزیِ خنگانِ[۳] محیط آزموں[۴] | آب بر از فلکِ نیل گوں

---

۱ لوہاروں کی تانبے کی دھونکنی ۱۲ ۲ لوہاروں کی چمڑے کی دھونکنی ۱۲ ۳ سپید گھوڑا ۱۲
۴ کاوہ لگانے والا ۱۲

صفتِ موسمِ گرما

هر دم صبحے کہ دما دم گرفت　　آتشِ خورشید بعالم گرفت

شب شدہ چوں روزِ دے اندر گداز　　روز چو شبہاے زمستاں دراز

خلق کشاں در پئے سایہ رخت　　سایہ گریزاں بہ پناہِ درخت

جانبِ سایہ شدہ مردم دواں　　سایہ بدنبالۂ مردم رواں

خوں برگِ مرد زبوں آمدہ　　خوے شدہ از پوست بروں آمدہ

پاے مسافر بہ رہِ گرم و دور　　زآبلہ برقبہ چو نانِ تنور

زآتشِ گرما کہ شد از سر جواں　　آہوے صحرا شدہ آہوے خواں

باد زنہ باد بدستِ ہمہ　　وز دمِ او باد بدستِ ہمہ

بر سرِ ہر میوہ زتابِ تموز　　مرغ شدہ پختہ خورد خام سوز

صفتِ خربزہ

خربزہ گوئی کہ بصحرا و کشت　　گوے بود از ثمراتِ بہشت

از مزہ گرد آمدہ در قے نبات　　خام خضر پختہ چو آبِ حیات

صفتِ کشتی

ساختہ از حکمتِ کارآگہاں　　خانہ گردندہ بگردِ جہاں

نادرہ حکمِ خداے حکیم　　خانہ رواں خانگیانش مقیم

لہ وہ موسم جس میں آفتاب بہت تیز ہوتا ہے ۱۲

رُخے چو در حملہ نہد گاہِ کیں — زآدمیاں حاملہ گردد زمیں
چوں جرسش در روشش آوازداد — گنبدِ گردندہ صدا باز داد
بانگِ بلندش زدہ بارعدکوس — ابر بلندش بقدم داد بوس

ق

ہست سہ چیز آنکہ چو آرند پیش — بیش کشند دل چو ببینند بیش
بوزنہ و طفلِ سخنگوے و پیل — دیدہ ام ایں را تجارب دلیل

(یعنی تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کو جتنا زیادہ دیکھو اتنی ہی دلچسپی زیادہ ہوتی ہے۔ بندر، باتیں کرتا ہوا بچہ اور ہاتھی۔ مجکو یہ بات تجربہ سے ٹھیک ثابت ہوئی ہے)

مقاماتِ مثنوی شعرا کا دستور ہے کہ مثنوی کے بعض مقامات پر زورِ طبع صرف کرتے اور اپنے فن کا کمال دکھاتے ہیں مثلاً

حمد، نعت، معراج، مناجات، ثنائے ممدوح، رزم، بزم، سراپا، وصال، فراق، چنانچہ خود مصنفؒ نے بعض مقامات کی نسبت فخریہ کہا ہے۔

ساختہ ام ایں ہمہ لعل و گہر — از خوے پیشانی و خونِ جگر
ہر خطِ توحید بریں لوحِ راز — ہمچو بلالے ست ببانگِ نماز
ہر رقمِ نعت رموزش عجیب — چوں شبِ معراج پر انوارِ غیب
ہر غزلے دستہ عشاق کش — پیش کہ بکشند ز دردوں پردہ پیش
اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع — بلکہ گزشتہ ز سماواتِ سبع

صفت بیڑۂ تنبول

نادرہ برگے چو گلِ بوستان | خوب ترین نعمت ہندوستان
طرفہ نباتے کہ چو شد در دہن | خوش چو حیوان بدر آید ز تن
خوردنِ آں بوے دہن کم کند | سستی دنداں ہمہ محکم کند
سیر خورد - گرسنہ در دم شود | گرسنہ را گرسنگی کم شود

(شکم سیر شخص پان کھاے تو بھوک لگاتا ہی اور بھوکا کھاے تو بھوک کو کم کرتا ہی)

سرخیِ رویش ز سہ خدمت گرش | چونہ و فوفل شدہ رنگ آورش
گرچہ کہ آبش بنوی ہست بیش | کہنہ شود بیش کند آبِ خویش

(اگرچہ نئے پان کی آبداری زیادہ ہوتی ہی مگر پرانے کی آب اور بھی زیادہ ہوتی ہی)

برگ کہ باشد بدرختاں فراخ | زود شود خشک چو افتد ز شاخ
برگِ عجب بیں کہ گسستہ ز بر | از پسِ شش ماہ بود تازہ تر

صفت پیل

پیل چو کوہے کہ بود بے ستون | چار ستوں - زیرِ گہ بے ستوں
پیچش خرطوم بسانِ کمند | اژدرے افتادہ ز کوہِ بلند[1]
در زمیں آنجا کہ سر افراختہ | مار ز سر - خار ز پا ساختہ
کشتی حاج ست تو گوئی رواں | گشتہ دو گوشش زدو سو بادباں

---

[1] نام ہی ایک خاص پہاڑ کا ۔

ہستی ما نزدِ خرد اندکے ست   واں ہمہ با نیستی ما یکے ست

(ہماری ہستی عقل کے نزدیک بہت ہی تھوڑی ہے اور وہ بھی ہماری نیستی کے برابر ہے)

یعنی ہماری ہستی عارضی ہے حقیقی نہیں اور وہ بھی چند روزہ۔ اس لئے نیستی کی برابر ہے۔

من کہ ہمہ ہستیِ من نیستی ست   ہستیِ بے نیست ندانم کہ چیست؟

(میری ہستی سراسر نیستی ہے۔ ایسی ہستی کہ عدم سے پاک ہو میں نہیں جانتا کہ کیسی ہوتی ہے؟)

یعنی ہر مخلوق ایک عدمی تعین ہے، جو صفات و اسمائے الٰہیہ کا مظہر ہے۔ اس لئے بظاہر موجود نظر آتا ہے۔ لیکن وجود حقیقی جو لوثِ عدم سے منزہ ہے وہ ایک عارضی موجود کے ادراک و فہم میں نہیں سما سکتا۔

نیست شناسندۂ ہستی مگر   آنکہ ورا نیست ز ہستی گزر

(ہستی مطلق کو کوئی نہیں پہچان سکتا۔ اگر پہچان سکتا ہے تو صرف وہی جس کی ہستی اصلی وحقیقی ہو)

مطلب یہ ہے کہ حق تعالےٰ اپنا شناسا آپ ہے۔

ثابتِ مطلق بصفاتِ احد   زندہ باقی بہ بقاے ابد

(ذاتِ خدا ثابت ہے بغیر کسی قید کے احدیت کی صفت کے ساتھ۔ یعنی باوجود کثرت یگانہ ہے اس کی حیات و بقا ابدی ہے)

بود در اول کس از و پیش نے   ماند در آخر کس از و بیش نے

(وہی اول تھا۔ اس سے پہلے کوئی نہ تھا۔ وہی آخر میں رہا۔ اس کے سوا کوئی نہیں)

اس مثنوی میں حمد، نعت، معراج کے مضامین نہ محض شاعرانہ بلکہ عارفانہ و محققانہ ہیں جس کی توقع ایسے ہی شاعر سے ہو سکتی ہے جو اصحاب حقیقت و ارباب معرفت سے ہو۔

اب ہم بعض مقامات کے اشعار جستہ جستہ پیش کرتے ہیں۔

حمد

واجبِ اوّل بوجودِ قدم ۔۔۔ نے بوجودے کہ بود از عدم

(خدائے تعالیٰ کی ذات واجبِ اوّل ہے جس کی ہستی قدیمی ہے نہ ایسی ہستی کہ عدم کے بعد پیدا ہوئی ہو جیسی مخلوقات کی)

نور فزائے بصرِ دور بیں ۔۔۔ دیدہ کشائے دلِ عبرت گزیں

(جو نگاہ دور بین ہے اس کو خدا نے ہی روشنی دی ہے اور جو دل کہ آثارِ قدرت کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرتا ہے اس کی آنکھ خدا نے ہی کھول دی ہے)

رخشِ علل در رہش افگندہ سم ۔۔۔ علت و معلول در و ہر دو گم

(معرفت الٰہی کی راہ میں علتوں کا گھوڑا لنگڑا ہے کیونکہ اس راہ میں علت و معلول دونوں گم ہیں یعنی حکما جو علت و معلول کے طریقہ سے استدلال کرتے اور ذات حق کو علت العلل قرار دیتے ہیں ان کا یہ طریقۂ عرفان ذات حق کے لئے محض ناکافی اور ہیچ در ہیچ ہے)

کس نبرد راہ بہ تحقیقِ او ۔۔۔ ور برد الّا کہ بتوفیقِ او

(حقیقت ذات الٰہی کی طرف کوئی راہ نہیں پاتا اور اگر کوئی پاتا ہے تو محض اسی کی مدد سے)

(وہ آب و خاک کی آلودگی سے پاک ہے یعنی وہ جسمانی نہیں ہے بلکہ جس طرح کا پاک اُس کو کہتے ہیں وہ اس سے بھی پاک تر ہے)

دیدنِ اُو ہست ز مردم دروغ   تا ہم ازو دیدہ نیابد فروغ

(لوگوں کی طرف سے اُس کے دیدار کا دعویٰ جھوٹ ہے جب تک اُسی کی طرف سے آنکھ کو روشنی نہ حاصل ہو)

یعنی ان آنکھوں سے اُس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ بلکہ اُسی کے نور سے اُس کو دیکھ سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے رَأیتُ رَبّی بِرَبّی۔

دورِ زمیں را بزماں بار بست   دام و دد از وے بہ اماں بار رست

(گردش زمین کو زمانہ سے وابستہ کر دیا ہے یعنی کبھی دن ہے کبھی رات کبھی فصل بہار ہے کبھی موسم خزاں اور ان تغیرات کی وجہ سے جملہ حیوانات کو امن و آسایش حاصل ہے)

اس شعر کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خسرو کے حکمائے معاصر اور ان سے بھی متقدم حکما گردش زمین کے مسئلہ سے واقف تھے گو یہ مسئلہ عام طور پر مسلّم نہ تھا۔

ملا نور الحق ابن شیخ عبد الحق محدث دہلوی اس شعر کی شرح میں لکھتے ہیں:-

"بعضے حکما گویند حرکت یومیہ از حرکت زمین ست یعنی فلک و کواکب بر جائے خود ایستادہ اند و زمین حرکت دوریہ از مغرب بمشرق می کند و آنچہ بر دست آنرا بخود ہمراہ میگرداند و از وے کواکب گاہ غارب و گاہ طالع نمایند۔ آں چناں کہ سوار کشتی را کہ

کرد خرد وحدتِ او را سجود   ثانیِ او ممتنع اندر وجود

(عقل نے اس کی یکتائی کو سجدے کیے۔ کیونکہ اُس جیسے دوسرے کی ہستی ناممکن ہے)

حکماے صوفیہ نے حضرات وجود تین قرار دیے ہیں:-

(۱) واجب الوجود

(۲) ممکن الوجود

(۳) ممتنع الوجود

(۱) واجب الوجود جس کی ہستی ضروری ہی۔ وہ وجود حق ہی۔

(۲) ممکن الوجود جس کی نہ تو ہستی ضروری ہو نہ نیستی۔ یعنی ہونا نہونا یکساں ہی اور وہ مخلوقات ہی۔

(۳) ممتنع الوجود جس کی ہستی محال ہو یعنی جس کا نہونا ضروری ہی۔ وہ ثانی ذات حق ہی۔

شرک نہ در مملکتش دست سای   خود نتواں بود بشرکت خدای

(اُس کی حکومت میں شریک نے ہاتھ نہیں لگایا۔ کیونکہ شرکت کے ساتھ خدا تو ہو ہی نہیں سکتا)

آنکہ نہ گنجد بہ خیال و صور   چون؟ وچرا؟ کے کند آنجا گزر؟

(جو خیال و تصور ہی میں نہ سما سکے وہاں چون وچرا کا گزر ہی نہیں۔ یعنی اُس کی نسبت یہ سوال ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ کیوں ہو؟ کیسا ہی؟ کس لئے ہی؟)

پاک ز آلودگیِ آب و خاک   پاک تر از ہر چہ بگویند پاک

نورِ نخستش چو علَم بر کشید　　شامِ عدم را سحر آمد پدید

(یعنی سب سے اول نورِ محمدی ظاہر ہوا اور اُس نور سے معدومات پر فیضانِ وجود ہوا)

ہستی او تا بعدم خانہ بود　　نقشِ وجود از ہمہ بیگانہ بود

از کرمش غرقۂ آبِ فنا　　یافتہ در بحرِ بقا آشنا

بے خط و قرطاس ز علمِ ازل　　مشکلِ لوح و قلمش گشتہ حل

(یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حروف و کاغذ کے ذریعے سے نہیں بلکہ ازلی تھا۔ اسی سبب سے آپ کو لوح و قلم کی مشکلات سب حل ہو گئیں)

چوں قلم اندازۂ علمش نداشت　　علم بدل کرد و قلم را گزاشت

نعت کے ضمن میں قرآن مبین کے حق ہونے کی ایک مورخانہ دلیل بیان کی ہی کہ رسول کریم صلعم کے زمانہ مبارک سے اس وقت تک سات صدیاں ہونے آئیں مگر فرمان خداوندی ہمارے پاس اُس سے زیادہ تازہ ہی جیسا کہ بوقت نزول تھا۔ اگر یہ دین متین (نعوذ باللہ) لغو ہوتا تو جیسے رسول اکرم صلعم اس جہان سے رحلت فرما گئے ایسے ہی کلام مجید کی عظمت بھی برقرار نہ رہتی کیونکہ جو آیات الٰہی نہیں ہوتیں اُن کا رواج ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔

چنانچہ فرماتے ہیں :-

مدتِ ہفصد شد از و تا بما　　تازہ ترست ایں خطِ والا بما

گرز گزافے بُدے ایں رہ بجائے　　او شدو ایں نیز نماندے بجائے

کہ چوں کشتی حرکت کند چناں در تخیلاتش در آید کہ ساحل متحرک است و در نفس الامر حرکت از کشتی است۔ بریں مذہب زماں وابستہ بدورِ زمیں شد۔"

مناجات یہ مضمون بھی پُراثر اور عارفانہ ہے:-

سوئے خودم کش کہ الٰہی شوم — خازنِ گنجینۂ شاہی شوم

آں عمل آور زمن اندر وجود — کاں بتو ام راہ تواند نمود

آنچہ دلم را زتو دوری دہ است — دور ترک دار کہ دوری بد است

بر منِ رسوا شدہ عیب کوش — عیبِ تو پوشی کہ توئی عیب پوش

من کہ بحکمِ تو دریں کارگاہ — از عدم ایں سو زدہ ام بارگاہ

جز تو شناسندۂ ایں راز کیست؟ — کآمدن و رفتنِ من بہرِ چیست؟

بہ کہ چو آوردی و بازم بری — ہم بسوئے خویش فرازم بری

سترِ مرا چوں ہمہ دانندۂ — باز رہانم کہ رہانندۂ

گرچہ تنِ من زپئے سوز راست — رحمتِ تو از پئے ایں روز راست

از عملِ خود چو نشینم خجل — ذیلِ کرم پوش بریں تنگدل

نعت پیش روِ کوکبۂ[۱] انبیا — کوکبش از منزلتِ کبریا

از حدِ ناسوت[۲] بروں تاختہ — برخطِ لاہوت[۳] وطن ساختہ

---

۱ انبوہ لشکر ۱۲ ۲ عالمِ اجسام۔ ملکوت، عالمِ ارواح۔ جبروت، عالمِ صفاتِ الٰہیہ ۱۲
۳ مقامِ ذات ۱۲

مرزِ لئے یافت منازل نورد — کیف وکم از راہ بروں بردگرد
پردۂ خویشی زمیاں خاستہ — مرتبۂ بے خودی آراستہ
چوں زمیاں رفتہ حجابِ خیال — بے حجبش جلوہ نمود آں جمال
جامِ عنایت زصفا نوش کرد — وز خودی خویش فراموش کرد

مدحت شاہ | اگرچہ ممدوح کا رویہ نامدوح تھا مگر شاعر کو شیوہ شاعری کے لحاظ سے یہ رسم بھی ادا کرنی تھی :-

سلکِ سخن را کہ دُرافشاں کنم — پیش کشِ حضرتِ سلطاں کنم
اے سخن! از رشتہ برون آر دُر — وز دُرِ خود کن ہمہ آفاق پُر
زانکہ چو بوسم درِ دولت پناہ — تحفہ ازیں بہ نبود پیشِ شاہ
شاہ سکندر روش و دارا نشاں — آئینہ روے سکندر وشاں

اس مدح میں ایک شعر خسرو کے قلم سے بے لاگ اور مورخانہ نکلا ہی جو کیقباد کی سہ سالہ سلطنت کا خلاصہ ظاہر کرتا ہی :-

تا تو گرفتی ہمہ عالم بنام — تیغ فرو خفت میانِ نیام

یہ بات بالکل سچ ہی کہ اس کی داد و دہش اور عیش وعیاشی کا شہرہ تو دُور دُور ہوا۔ مگر نہ کوئی جنگ ہوئی نہ کوئی ملک فتح ہوا۔

بزم معزی | سلطان ناصر الدین کی نسبیۂ ضیافت جس کا ذکر ہم خانگی ملاقاتوں کے تحت میں کر چکے ہیں جس کے بیان میں خسرو شعرانے ہر ایک ادنے

هر چه نه آثارِ خدائی دهد — که همه وقت روائی دهد

نیست تُسمے کو زجہاں بست بار — دولتِ اُو (صلعم) تا بہ ابد پایدار

معراج — رفتہ و باز آمدہ در یک زماں — رفتن و باز آمدنش تواماں

دوسرا مصرعہ پہلے کی تفسیر ہی اور لفظ تواماں اس مصرع کی روح ہی جو سامع کے دماغ میں مضمون کا پورا پورا نقش بٹھاتا ہی۔

معراج سے مراجعت کا مضمون خواجہ نظامیؒ نے بھی مثنوی مخزن الاسرار میں بیان کیا ہی:-

"واں سفرِ عشق بپا ز آمدہ — در نفسے رفتہ و باز آمدہ"

مگر خسروؔ کے شعر میں لفظ تواماں نے بیحد لطافت پیدا کردی ہی۔

چشمِ تیقّنش چو برحمت فتاد — اُمتِ بیچارہ زنقشش زیاد

آب کہ خود خوردہ ازاں زمزمہ — قطرہ چکانید بکامِ ہمہ

قطرۂ او چشمۂ والا شدہ — چشمہ چہ گویند کہ دریا شدہ

نیم شب آں پیکِ الٰہی زدور — آمد و آورد براقے ز نور

داد نویدش کہ ازیں قعرِ چاہ — خیز و بدریائے ابد جوے راہ

برق صفت جست بہ پشتِ براق — گرد بمیثاق شتاب از وثاق

جست بروں جوہرش از کن مکاں — یافت مکانے بحدِ لامکاں

از زبر و زیر بروں برد ذات — زیر و زبر ہیچ نماند از جہات

پیش رو راه ز نور بصر　　　گم شده را در دل شب راهبر

صفت باده

می که عرق از تن مردان کشید　　　گوهر هر مرد ازو شد پدید
پیش چنان گوهر یاقوت رنگ　　　کوه زده بر سر یاقوت سنگ
نام حرام ارچه برو شد وبال　　　هر چه نمک خورد بدان جز حلال
طرفه حرامے که بهر دست گاه　　　حق نمک دار ازین سان نگاه
لاجرم او داشت نمک را عزیز　　　حرمت او داشت همه خلق نیز

صفت قرابه

سینهٔ قرابه برآورده شور　　　وز حسد خود چشم بدان کرده کور
خون دلش گرچه بساغر خوری　　　هم نه کشد سر ز تواضع گری

صفت پیاله

گشت بلب زمے جان سرشت　　　کرده حدیث از لب جوی بهشت
باده تو گوئی که درو از صفا　　　هست معلق بمیان هوا

صفت ساقی

ساقی صوفی کش و مردم فریب　　　برده بیک غمزه ز عالم شکیب
نرگس نازندهٔ او نیم باز　　　نیمے ازو خواب و دگر نیمه باز
از کف او دود و دمادم خوش است　　　ور همه جور بود هم خوش است

علی شے کی صفت نگاری کی ہے، اُس میں سے کچھ اشعار ضیافتِ طبع ناظرین کے لئے یہاں نقل کئے جاتے ہیں:-

صفتِ شب

شب چو بیاراست سرِ سپہر — گشت مکلّل تتقِ ماہ و مہر
یافت فلک پردۂ گوہر نگار — رشتۂ شب از پئے آں پود و تار
طاقِ سما کرد چراغ آشکار — طاق یکے بود و چراغش ہزار
جوہریِ شام بسود اگری — کردہ گہر پیشکشِ مشتری
چرخ یکے حلقۂ انگشتریں — بر سرِ یک حلقہ ہزاراں نگین
خوشۂ چرخ از علفِ خانہ خیز — بہرِ خروسانِ سحر دانہ ریز
کرمکِ شب تاب ز بہرِ جہاں — ہمچو شرار از سرِ آتش جہاں

صفتِ شمع

شمع بہر بزمگہے سر فراز — خاصہ ببزمِ شہ عالم نواز
شمع نہ بل اخترِ عالم فروز — در دلِ شب شعشعہ پیوندِ روز
ساختہ از دود مدادے ز سر — دادہ بپروانہ سوادے ز سر

صفتِ چراغ

گشت دواں خانہ بخانہ چراغ — آتشِ او در دلِ شب کردہ داغ
پنبہ دہانے بزبانے دراز — با ہمہ کس گرمِ سرِ سوز و ساز

نانِ تنوری ز طرب قبہ بست	زاں کہ بخوانِ شہ عالم نشست

صفتِ زنانِ مطربہ

شد زنِ مطرب بنوا پروری	انجمنے پُر زمزمہ و مشتری
پردہ بر انداختہ از آفتاب	کردہ بیک غمزہ جہانے خراب
روے چو خورشید برافروختہ	جانِ کساں زآتشِ خود سوختہ
یافتہ از نغمہ گلوشاں خراش	صوتِ خراشیدہ شاں جاں خراش
زابروے خم پشت کماں ساختہ	تیرِ مژہ نیم کش انداختہ

زنانِ مطربہ کی ابرو مثل کمان تھی اور مژہ مثل تیر۔ یہ تشبیہات مبتذل ہیں مگر تیرِ مژہ کا جو وصف بیان کیا ہے کہ "نیم کش انداختہ" اس میں ایک ادائے خاص کی تصویر کشی کی ہے جس سے مضمون شعر نہایت بلند ہوگیا۔

جشنِ نوروز معزی دلّی میں کیقباد نے جشنِ نوروزی کیا ہے۔ خسرو نے اُس کا تمام سامان اس بیان میں سجایا ہے۔ گھوڑوں اور ہاتھیوں کی قطاریں ساز و یراق سے آراستہ کھڑی ہیں۔ دربار کی آرائش تین قسم کے گل و بوٹوں سے کی گئی ہے:-

(۱) زریں (۲) مومیں (۳) اصلی یعنی گلدستوں کا

دیواریں اطلس سے سجائی گئی ہیں۔ زربفت کا فرش ہے۔ بادشاہ تخت پر جلوہ فرما ہے۔ فوجی سردار صف بہ صف حاضر ہیں۔ نذریں پیش ہورہی ہیں۔ محاسب

چوں بدہد بادہ و گوید کہ "نوش" مست بروز دگر آید بہوش

صفتِ چنگ

چنگِ سرافگندہ سرافراختہ موے بمویش زہنر ساختہ

صفت رباب

کاسِ رباب از شغبِ دلنواز بردہ دلِ مردم و جاں دادہ باز

صفت نے

نامے دہاں بستہ و بسیار گوے نامے مگوکش بفسوں مار گوے
باز کند لب چو زباں آورے لیک زبانش بلبِ دیگرے

صفتِ دف

زہرہ ز دورش بسرود آمدہ چنبرش از چرخ فرود آمدہ
بستہ جلاجل بکمر جا بجاے چوں کمرِ چرخ جلاجل نماے
ہر سخنِ نغز کہ با دوست کرد آں ہمہ در پردہ و در پوست کرد

صفتِ مائدہ خاص

گرم تریں کارگزارانِ خواں مائدہ کردند ز مطبخ رواں
خوانچہ آراستہ پیشِ ہزار ہر ہمہ الوانِ نعم کردہ بار
صد قدح از شیرۂ آبِ نبات در مزہ ہمشیرۂ آبِ حیات
نانِ تنک صاف بداں گونہ بود کز تنکی روبدگر سو نمود

از دُر و یاقوت درختاں فراخ ۔۔۔ مرغ ز زر ساختہ بالائے شاخ

شاخ تو گوئی کہ بخواہد چکید ۔۔۔ مرغ تو گوئی کہ بخواہد پرید

(یعنی وہ مصنوعی شاخ ایسی بنائی گئی تھی کہ گویا اُس میں سے پھل ابھی ٹپک پڑے گا اور چڑیا ایسی ہے کہ گویا اُڑا چاہتی ہے)

ساختہ از موم بسے نخلِ چست ۔۔۔ کاں بجز از موم نیاید درست

باغِ سوم چوں گزری نیں دو باغ ۔۔۔ یافتہ از لالہ و ریحاں فراغ

بستہ بسے دستۂ گل دلفریب ۔۔۔ کوششِ صد دستہ نمودہ بزیب

(بہتیرے دل فریب گلدستے تیار کئے تھے جن کی زیبائش میں سو ہاتھوں کی کوشش صرف ہوئی تھی)

یافتہ سبزہ زچمن ہا درود ۔۔۔ بہرِ درُودِ آمدہ آں جا فرود

قصرِ ہمایوں ز زمیں تا سماک ۔۔۔ زیورِ زر بستہ چو فردوسِ پاک

اطلسِ نُہ رفعت بدیوارِ سنگ ۔۔۔ دادہ بہر سنگ نے یاقوت رنگ

کردہ مسلسل زگہر بوریا ۔۔۔ کانِ زرش خواندہ فلک بے ریا

خاک ازاں مفرشِ زربافتہ ۔۔۔ خلعتِ نوروز نشہ یافتہ

جشن چو آراستہ شد یک سرہ ۔۔۔ از طرفِ میمنہ و میسرہ

لہ کاٹنا گھاس وغیرہ کا۔ دوسرے مصرعے میں یعنی دعا۔ آفریں تحسین ۱۲ کہ نام ہے ایک ستارہ کا ۱۲ کہ بے شک و شبہ ۱۲ کہ فرش ۱۲

اُن کا حساب لکھ رہا ہی۔ حاجب پکار پکار کر تفصیل بیان کرتا ہی۔ رات کو بزمِ مے نوشی کی دھوم دھام ہی۔ اور بادشاہ کی طرف سے خلعت و انعام۔

از دو طرف رایتِ لعل و سیاہ؟ سایہ رسانید زماہی بہ ماہ

یک دو ہزار اسپِ مرصع ستام[1] از دمِ خود بستہ صبا را مدام

(ایک دو ہزار گھوڑے جن کا زیور جڑاؤ تھا۔ ایسے تیز کہ بادِ صبا کو اپنی دم سے باندھ رکھا تھا)

میمنہ[2] جلہا سیہ انداختہ آتشِ تفتے از دودِ سلب[3] ساختہ

(دائیں طرف گھوڑوں پر سیاہ جھولیں پڑی ہیں۔ گویا گھوڑے آگ ہیں اور اُن کا سیاہ لباس دھوئیں کا)

میسرہ[4] از پوششِ جلہائے لعل جلوہ کناں بادِ زگل ہائے لعل

(بائیں طرف کے گھوڑوں کی جھولیں سرخ تھیں گویا گھوڑے ہوا تھے اور جھولیں لال لال پھول)

وز پسِ اسپان صفِ پیلانِ مست ابرو ہوا گردہ بصحرا نشست

قلعۂ آہن تہِ بر گستواں قلعہ بجا ماندہ ستونش رواں

(ہاتھی ایسا معلوم ہوتا تھا گویا لوہے کے قلعے پر پاکھر پڑی ہی۔ قلعہ قائم ہی اور ستون یعنی ہاتھی کے پاؤں چلتے ہیں)

باغِ زر آراستہ شد جائے بار[5] گردہ بر وا بر جواہر نثار

---

[1] ستام۔ گھوڑے کا زیور ۱۲ [2] میمنہ۔ دائیں طرف ۱۲ [3] سلب۔ لباس ۱۲
[4] میسرہ۔ بائیں طرف ۱۲ [5] مراد گھوڑوں سے ۱۲

(اس سرے سے اُس سرے تک جملہ ملازمان شاہی نے نذریں پیش کیں)

گشت پُر از نافہ چینی زمیں — باد شد از نافِ زمیں نافہ چیں
ہر دو صف از صف شکناں گشت راست — تیغ وراں دست چپ و دست راست
حاجبِ فضّال چو قمری و سار — نغز نوا گشتہ بفصلِ بہار
شب چو برآئینِ بہاراں زمیں — گرد ہوا پُر ز گل و یاسمیں
شاہ بخلوتگہِ دولت شتافت — خلوت از و دولتِ جاوید یافت
گرد رواں برکفِ چوں لالہ زار — بادۂ گل رنگ بجے بہار
شاہ بہر جرعہ کہ بر خاک ریخت — در جگرِ خاک دُرِ پاک ریخت

متفرق مقامات

اب ہم چند مختلف مقامات کے اشعار بھی (جن میں خاص خاص خوبیاں پائی جاتی ہیں) پیش کرتے ہیں۔

جوش و اثر

مناجات میں فرماتے ہیں ؎

اے گنہ آمرز و شفاعت پذیر — پیر گنہاں را بکرم دستگیر!
گرچہ تنِ من ز پے سوز راست — رحمتِ تو از پے ایں روز راست
من کہ نہ نیکی ہمہ بد کردہ ام — نیک و بد خود بتو آوردہ ام

۱؎ تفصیل بیان کرنے والا چوبدار ۱۲ ۲؎ مینا ۱۲ ۳؎ "پے" کے بعد "را" بمعنی برائے زائد اور یہ متقدمین کا محاورہ ہے ۱۲

شاہِ جہاں نشست بزریں سریر ... چشمِ جہاں دوختہ از قدِ چو تیر

آبِ دُر از تاج و قبا و کمر ... تا بکمر تا بہ گلو تا بہ سر

چونکہ بادشاہ کے تاج، قبا اور پٹکے میں موتی ٹکے ہوئے تھے تو پٹکے کی چمک کمر تک اور قبا کی گلے تک اور تاج کی سر تک تھی ۔ اس شعر میں ایک تو لف و نشر ہی بترتیب معکوس اور دوسرے ایہام کیا ہی لفظ آب کے حقیقی معنی سے ۔ اگرچہ اس شعر کی بنیاد ایہام پر ہی مگر بندش الفاظ اور حسن معنی کے لحاظ سے پُرلطف شعر ہی ۔

تن چو دراں خلعتِ وشن گہر ... خونِ یواقیت بگردن گرفت

[بادشاہ نے جب یہ خلعت زیب تن کیا تو یاقوتوں کا خون اُس کی گردن پر تھا یعنی یاقوت اس رشک سے خون ہوگئے کہ خلعتِ شاہی میں ہم کو جگہ نہ ملی یا یہ کہ یاقوت جو گریبان میں ٹکے ہوئے تھے وہ بادشاہ کی گردن کی سُرخی دیکھکر شرمندہ ہوگئے]

جنبشِ سہم الحشم از ہر کراں ... سہم زناں بر حشمِ اختراں

[فوجی سردار جو ادھر اُدھر چل پھر رہے تھے ایسے چست و چالاک تھے کہ گویا ستاروں کی فوج پر بھی تیر مارتے تھے]

شحنۂ[1] بار آمد و صف راست کرد ... ترکِ فلک ہیبت از و خواست کرد

پیش کشیدند گراں تا گراں ... خدمتی[2] ہر ہمہ خدمت گراں

---

[1] منتظم دربار ۱۲   [2] نذر ۱۲

تاجکِ گردن کش و لشکر شکن　　بیشترے نیزہ ور و تیغ زن

راوتِ تُرک و ہنیں زنِ خارا شگاف　　پشت بہ پشت از پئے روئے مصاف

خشت زنانے کہ گہِ آزموں　　خشت نشانند بہ سنگ اندروں

پایک بازی گرِ موزوں خرام　　دادہ ببازی سرِ خود بہرِ نام

پیکِ گراں سنگ سبک ایستادہ　　تند چو ابرے کہ رود روزِ باد

بحرِ رواں لشکرِ دریا نورد　　موج زناں آب زمردانِ مرد

کیقباد کے لشکر کا بیان ہے جو دلّی سے روانہ ہوتا ہے

نورِ علمہا کہ بہ کیواں گرفت　　آتشے گوئی بہ نیستاں گرفت

پرچمِ بیرق کہ بگردوں رسید　　در رُخِ مہ گرد محاسن پدید

دمدمۂ کاسہ بآوازِ خوش　　کوس زدہ با فلکِ کاسہ وش

نیزہ کہ بر چرخ سر افراختہ　　پیرِ فلک خانہ زنے ساختہ

ہیکلِ پیلاں بزمیں خم فگند　　زلزلہ در عرصۂ عالم فگند

زاں ہمہ دنداں کہ بلانخ بود　　روئے زمیں عرصۂ شطرنج بود

جنبشِ اسپ از سمِ خارا شگاف　　لرزہ در افگندہ زمیں را بناف

ہریکے زاں کوہ تنانِ چو پیل　　رقص ہمی کرد ببانگِ صہیل

---

۱ اولاد عرب جو عجم میں پیدا ہوئی ۱۲　۲ سردار۔ راجپوت ۱۲　۳ نیزہ کوچک ۱۲　۴ ہندوستان کی ایک قوم ۱۲　۵ آوازِ نقارہ ۱۲　۶ مراد از اسپاں ۱۲　۷ بالفتح آوازِ اسپ ۱۲

عذر ز عاصی بود اندر گناہ — طرفہ کہ من عاصی و او عذر خواہ

نعت میں فرماتے ہیں ؎

تا بسریر عرب آں جم نشست — رعبِ عرب در ہمہ عالم نشست

خطبۂ لولاک بپرداختہ — منبرِ نہ پایہ ازاں ساختہ

ہستیِ او تا بہ عدم خانہ جود — نقشِ وجود از ہمہ بیگانہ بود

چوں ز وجودش عدم آواز یافت — تختۂ ہستی رقمِ تازہ یافت

بیان معراج میں فرماتے ہیں ؎

جامِ عنایت بصفا نوش کرد — وز خودیِ خویش فراموش کرد

بسکہ بروں برد وصالش ز بود — فرق نہ دانست ز خود تا بدوست

راہ کہ پر گم شد ازاں جبرئیل — وہم ملائک نشد آنجا دلیل

عزم ازاں قبلہ گہِ دل کشید — بیشتر از خویش بمنزل کشید

رفتہ و باز آمدہ در یک زماں — رفتن و باز آمدنش تواماں

یہ اُس لشکر کا بیان ہی جو سلطان ناصر الدین کے ساتھ بنگالے سے آیا تھا ؎

لشکرِ مشرق زادہ تا بہ بنگ — چیرہ دل و خیرہ کش و تیز جنگ

ترکِ خدنگ افگن و سنداں گزار[1] — ہر ہمہ شیر افگن و اژدر شکار

---

[1] جو شخص اپنا تیر سنداں سے پار کردے۔ سنداں لوہاروں کا وہ اوزار جس پر لوہا کوٹتے ہیں ۱۲

عبرہ ازاں معبر دریا تو جوے | من دہم از تیغ بہ بحریں شوے
از تو ز ہند و ستدن پیل و مال | وز قبلِ من بغل قیل و قال
تاج زمن - سر ز تو افراختن | عاج ز تو - تخت ز من ساختن
تا تو بمشرق بوی و من بغرب | حربہ خورد ہر کہ در آید بہ حرب

سلطان ناصرالدین کشتی میں سوار ہو کر دریائے سرجو کے پار اُترتا ہے

آب شد از بحر رواں تختہ پوش | کردہ ز ہر تختہ معلّم خروش

(یعنی کشتیوں کی کثرت سے دریا ڈھک گیا اور ہر تختہ کشتی پر ایک معلم یعنی کپتان ملاحوں کو چلا چلا کر کشتی رانی کا حکم دینے لگا)

نعرۂ ملاح کہ می شد باوج | بر تنِ خود لرزہ ہمی کرد موج
آب ازاں غلغلہ زاندازہ بیش | گرد ہمی گشت بگردابِ خویش

جس وقت کشتی منجھدار سے گزرتی ہے تو ملاح سب مل کر یکبارگی زور لگاتے اور نعرے مارتے ہیں اُس وقت کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ۔

"ملاحوں کے شور و غل کو سُن کر موج بھی کانپ رہی تھی اور دریا بھنور کے گرد گھومنے سے رُک گیا تھا"

کشتیِ پوئیدہ کہ چوں تیر بود | بود بجائے کہ زمیں گیر بود

(تیز رو کشتی تیر کی طرح چلی اور فوراً کنارے پر جا لگی)

گرد سواران که بخورشید جست — قطرهٔ بر چشمهٔ خورشید بست

بلکه ازان گرد سر افراخته — چشمهٔ خورشید شد انباشته

موی شگافان بکمان بسته زه — زه زده ابروی کمان را گره

تیغ برهنه که بپوشید دشت — برهنه راهین که چه پوشیده گشت

تیغ نه بل کاتش فولاد خیز — بر دل سنگین عدو گشته تیز

کیقباد کا لشکر کوچ کرتا ہے

صبح چو برزد علم آفتاب — لشکر سیاره فرو شد بآب

کوس عزیمت زد شهریار — لرزه درآورد بروین حصار

دمدمه را کرد دمامه بلند — دم بدم نای دمادم فگند

کیقباد کی زبان سے فخریہ پیام ناصرالدین کے نام

من که ز دروازهٔ اقلیم هند — لشکری آراسته ام تا بسند

سد سکندر زده ام از سپاه — فتنهٔ یاجوج مغل را پناه

رو تو چو خورشید ز مشرق برای — من بسم اسکندر مغرب گشای

شو تو سوی کامرو و نگر بخش — من کنم اقصای عراقین بخش

خیز تو از قلعهٔ چین جوی گنج — من ز در روم شوم سیم سنج

---

۱ بالفتح پل ۱۲ ۲ نقاره ۱۲

فتنہ و فساد کو دور کر دیا)

خنجر کو قطرہ کے ساتھ تشبیہ دینا ایک معمولی تشبیہ ہے۔ مگر دوسرے مصرع میں جو صفت قطرہ کی اضافہ کی ہے اُس نے اس تشبیہ میں ایک نازک لطف پیدا کر دیا ہے۔

بود بیک جاے صفِ تیغ و تیر   ہمچو نیستاں بلبِ آب گیر

(تلواروں اور تیروں کی صف پاس پاس تھی۔ گویا تالاب کے کنارے نیستاں کھڑا تھا)

یہاں صفِ تیغ کو آبگیر سے تشبیہ ہے بوجہ آب و تاب کے اور صفِ تیر کو نیستاں سے۔

شد زمیں از نعل نقش و نگار   چوں شکمِ ماہی و اندام مار

(گھوڑوں کے نعل سے زمین پر ایسے نقش و نگار ہو گئے تھے کہ وہ شکم ماہی اور اندام مار کی مانند معلوم ہوتی تھی یعنی زمین پر نعلوں کے نشان کثرت سے تھے۔ جیسے کہ شکم ماہی اور اندام مار پر ہوتے ہیں)

تیز تگ و گوش چو پیکاں پدید   بر سرِ یک تیر دو پیکاں کہ دید؟

(گھوڑا تیز دوڑنے والا ہے اور اُس کی کنوتیاں ایسی معلوم ہوتی ہیں گویا ایک تیر کے سرے پر دو پیکان ہیں)

یہاں گھوڑے کو تیر سے اور اس کے کانوں کو پیکان سے تشبیہ دی ہے۔ اور دوسرے مصرع میں تعجب مفید مدح ہے۔

دائرہ خیمہ بسبزی قطار   ابر فرود آمدہ در مرغزار

(ہر بادل میں خیموں کا کیمپ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سبزہ زار میں بادل اُتر پڑے ہیں)

یہاں خیموں کو بادلوں سے تشبیہ دی ہے

سوز وگداز

زسر کرشمہ یکرہ گزرے بسوے من کن | بغنائیتے کہ داری نظرے بروے من کن
منم و دوے و دردے زغمت چو ناتوانان | بزکوٰۃِ تندرستی گزرے بسوے من کن

ایجاز

گرچہ پدر بر سرِ تختش کشید | شست و فرود آمد و پیشش دوید

سلطان ناصر الدین نے زبردستی پکڑ کر کیقباد کو تخت پر بٹھا دیا تھا۔ دوسرے مصرعہ میں کس اختصار کے ساتھ تمام کیفیت کی تصویر کھینچ دی ہے کہ

کیقباد بتعمیل حکم تخت پر جا بیٹھا۔ مگر فوراً اتر آیا اور دوڑ کر باپ کے پاس چلا آیا۔

تشبیہ وتمثیل اس مثنوی کے اشعار میں تشبیہ وتمثیل اکثر نادر و غیر مکرر ہے اور بعض جگہ معمولی تشبیہ کو کسی نکتہ کے اضافہ سے لطیف و دل پسند بنا دیا ہے۔ لہذا چند اشعار متضمن تشبیہ وتمثیل نذر ناظرین کیے جاتے ہیں۔

لشکرِ اسلام کہ آنجا رسید | بود زمیں تشنہ کہ دریا رسید

(اسلام کا لشکر وہاں پہنچا گویا پیاسی زمین کے پاس دریا پہنچا۔ یعنی وہاں امن و خوشحالی پیدا ہوگئی)

اس شعر میں لشکر اسلام کے پہنچنے کو ایسے دریا سے تمثیل دی ہے کہ پیاسی زمین پر جا پہنچے۔ اور اس کو سیراب و شاداب کر دے۔

خنجرِ شہ قطرۂ آبے شمار | قطرہ کہ بنشاند زمیں را غبار

(بادشاہ کے خنجر کو قطرۂ آب سمجھو۔ مگر ایسا قطرہ جس نے روے زمین سے گرد وغبار کو دبا دیا یعنی

کو لامی سے اور باد خزاں کو آندھی کی رہ نما سے تشبیہ دی ہے۔ وجہ شبہ ہر ایک کی ظاہر ہے۔

نم بکفِ دست چنار از روش — زیبق لرزاں بکفِ مرتعش

(چنار کے پتوں پر تری اس طرح حرکت کرتی ہے جیسے رعشہ والے کی ہتیلی پر پارہ کانپتا ہے)

یہاں چنار کے پتوں پر نمی کے ہلنے کو ایسے زیبق سے تشبیہ دی ہے جو کفِ مرتعش پر لرزاں ہو۔

جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش — غنچہ گرہ بر زدہ بر دامنش

(پھول چونکہ کھل چکا ہے تو اس کے تن پر جو کپڑا تھا پھٹ گیا۔ مگر کلی ایسی معلوم ہوتی ہے گویا پھول کے پھٹے دامن میں گرہ لگی ہوئی ہے) یہاں پھول کی پتیوں کو جامۂ پارہ شدہ سے تشبیہ دی ہے اور غنچے کو ایسی گرہ سے جو پھٹے ہوئے دامن پر لگی ہوئی ہے۔ پہلی تشبیہ تو مبتذل ہے مگر دوسری میں تازگی و ندرت ہے۔

قطرہ کہ شد زابر چکاں بر ہوا — مہرۂ بلور شدہ در ہوا

(شدت سرما کا بیان ہے کہ جو قطرہ بادل سے ٹپکتا ہے وہ سردی سے جم کر مہرۂ بلور بن جاتا ہے)

یہاں قطرۂ آب کو بلوری مہرہ سے تشبیہ دی ہے۔

بادہ چو خورشید پگہ تا بہ شام — کردہ طلوع و غروب بجام

(شراب صبح سے شام تک پیالے میں آفتاب کی طرح طلوع و غروب کرتی ہے۔ یہاں شراب کو آفتاب سے اور شراب کے پیالے میں بھر جانے اور نکالے جانے کو طلوع و غروب سے تشبیہ دی ہے)

پیکِ گراں سنگ سبک التیائی　　تند چو ابرے کہ رود روزِ باد

(ہاتھی ہے تو بڑا وزنی مگر جھٹ پٹ کھڑا ہو جاتا ہے۔ تیز رو ایسا جیسے آندھی کے دن ابر)

یہاں ہاتھی کو ایسے بادل سے تشبیہ دی ہے جو آندھی کے دن ہوا پر دوڑتا ہے۔ وجہ شبہ تیز روی ہے۔

طرفہ عروسی شدہ آراستہ　　آئینہ از آبِ رواں خواستہ

قصر کیلوکھڑی کی صفت میں بیان کرتے ہیں کہ:۔ (یہ قصر حسن و زیبایش میں ایک عروس ہے جس نے جمنا کے آبِ رواں کو اپنا آئینہ بنایا ہے تاکہ اس میں اپنا جمال دیکھے)

اس شعر میں قصر کو عروس سے اور آبِ رواں کو آئینہ سے تشبیہ دی ہے۔

ہمچو دو آئینہ مقابل ز تاب　　آب دراں عکس نما، رو در آب

(یہ قصر اور آب جمن دو مصفا آئینے ہیں ایک دوسرے کے مقابل۔ پانی کا عکس تو قصر کی دیواروں میں نظر آتا ہے اور قصر پانی کے اندر) اس شعر میں قصر اور آب جمن دونوں کو آئینہ سے تشبیہ دی ہے مگر ایسے آئینے سے کہ ایک کا عکس دوسرے کے اندر نمودار ہے۔

نرگس بے دیدہ رواں کج روش　　خار عصا۔ بادِ خزاں کور کش

(یہ موسم خزاں کا بیان ہے کہ نرگس کے دیدے پٹ ہو گئے۔ اندھوں کی طرح چلتی ہے۔ کانٹا اس اندھی کی لاٹھی ہے اور بادِ خزاں اسکو کھینچ لئے جا رہی ہے) اس شعر میں نرگس کو آندھی سے کانٹے

عہ استاد ذوق نے ایک قصیدے میں اسی تمثیل کو الٹ دیا ہے ؎

ہوا پہ دوڑتا ہے اس طرح سے ابر سیاہ　　کہ جیسے جائے کوئی پیل مست بے زنجیر

تودۂ لعلے کہ بہر گوشہ بود   روے زمیں پُر ز جگر گوشہ بود

[لعل جو نثار کیے گئے تھے ہر طرف پڑے تھے گویا سطح زمین رنگا رنگ لعلوں سے پُر تھی یا وہ لعل زمین کے جگر کے ٹکڑے تھے کیونکہ لعل زمین کے اندر سے نکلتا ہی]

آمد آں سادہ زنخ بر منِ بیہوش زدآب   بر سرِ تشنہ نگہ کن کہ چساں چہ برسید

یہاں زنخ کو چاہ سے تشبیہ دی ہے اور یہ نہایت مبتذل تشبیہ ہے مگر دوسرے مصرعہ کے مضمون نے کہ "چاہ بر سرِ تشنہ رسید" اس تشبیہ میں ایک دلآویزی پیدا کر دی ہے۔

موے میاں در کمرِ زر شدہ   رشتہ بیاقوت و گہر در شدہ

بسایہ بودم خفتہ کہ یار آمد و گفت   چہ خفتۂ؟ کہ رسید آفتاب در سایہ

پنجہ کشادہ گل لعل از پلہ[1]   غرق بخوں ناخن شیر یلہ[2]

زابروے خم پشت کماں ساختہ   تیر مژہ نیم کش انداختہ

اودہ میں ایک شب سلطان ناصر الدین کیقباد کی خیمہ گاہ میں آیا ہی۔ اور دونوں بادشاہ ایک ہی تخت پر جلوہ فرما ہوئے ہیں۔ اس موقع کے بیان میں

---

[1] پلہ یا پلاس۔ درخت ڈھاک ۱۲ [2] بزم معزی کے آخر میں اس شعر پر نوٹ دیا گیا ہی ۱۲

شہ بتہ چتر سیہ می چمید　　اول شب صبح دوم می دمید

(بادشاہ چتر کے سایہ میں خراماں چلتا تھا۔ گویا رات کے شروع ہوتے ہی صبح صادق نمودار ہو گئی تھی)

اس شعر میں چتر سیاہ کو اول شب اور بادشاہ کو صبح صادق سے تشبیہ دی ہے۔ وجہ شبہ تشبیہ اول تاریکی اور دوم میں نور ہے۔

دکدکِ[1] دندانِ برہنہ تناں　　چوں شغبِ چوبکِ[2] عسس زناں

(جو لوگ برہنہ تن تھے جاڑے کے مارے اُن کے دانت بج رہے تھے۔ دانتوں کے بجنے کی آواز ایسی تھی گویا چوکیدار چوبک بجا رہے ہیں)

سبزہ نو رستہ تو گوئی مگر　　بچۂ طوطی ست کہ شد سبز بر

(سبزہ جو تازہ اُگا ہوا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ طوطے کے بچے نے ابھی کلیاں نکالی ہیں)

رودزن[3] از سینہ بروں بردہ صبر　　آب چکاں[4] دست چو باراں ز ابر

(مطرب نے ایسا بجایا کہ لوگوں کے دل بیقرار کر دیئے۔ اُس کا ہاتھ نہایت لطیف ہے گویا بادل سے مینہ برس رہا ہے)

در کماں دست بر دچوں ہنر بر　　قوسِ قزح داں کہ بر آمد ز ابر

کمان کو قوسِ قزح سے تشبیہ دی ہے۔

پشتِ نے از بار گہر خم زدہ　　چوں سحر گلشنِ شبنم زدہ

(بادشاہ کے چتر کی صنعت بڑا موتیوں کے بوجھ سے ایسا جھک گیا تھا جیسے صبح کے وقت گلشن شبنم کے بوجھ سے)

---

[1] شدت سرما سے دانتوں کے بجنے کی آواز ۱۲ [2] چوبک۔ ڈنڈا۔ زمانہ قدیم میں افسر چوکیداران ایک ڈنڈا اور ایک تختہ رکھتا تھا۔ ڈنڈے سے اس تختے کو بجایا کرتا تھا کہ چوکیدار اپنے اپنے کام پر ہوشیار رہیں ۱۲ [3] رودزن۔ مطرب ۱۲ [4] آب چکاں۔ نہایت ہلکا اور لطیف ۱۲

کشتِ زمیں آبِ دو باراں چشید　　مغزِ جہاں بوے دو بستاں کشید

چرخ یکے شد بہ دو ماہِ تمام　　بزم یکے شد بہ دو دورِ مدام

صوفیانہ خیالات صفتِ ساقی کے عنوان میں امیر صاحب نے ظاہرا بزمِ شاہی کے ساقی کی صفت نگاری کی ہے۔ مگر موقع ایسا دلچسپ تھا کہ یہاں مجاز کے پردے میں حقیقت کی جھلک دکھائی ہے اور بعض اشعار ایسے پرلطف ہیں کہ ادنے تامل سے اصلی ساقی (مرشد) کی یاد دلاتے ہیں۔

ساقیِ صوفی کُش و مردم فریب　　بُردہ بیک غمزہ ز عالم شکیب

ساقی یعنی مرشد کامل صوفی کا قاتل ہے عوام الناس کو دہوکے میں ڈال رکھا ہے کہ اُس کے کمال سے ناواقف ہیں اُس کی ایک ادا نے ایک عالم کے دلوں کو بے صبر و بیتاب کر رکھا ہے

گرچہ کہ چشمش شدہ با خواب جفت　　لیک گہے فتنۂ چشمش نہ خفت

بظاہر اُس کی آنکھ سوتی معلوم ہوتی ہے مگر اُس کی نگاہ باطن کی تاثیر کبھی معطل نہیں ہوتی ہمیشہ طالبان حق کے دلوں کا شکار کرتی رہتی ہے

عکسِ جنابش نرگسِ مست و خراب　　ہر ہمہ را شرمہ دہد در شراب

اُنکی بیخودانہ نظر کی تاثیر جذبۂ محبت کو اور بھی تیز کر دیتی ہے (یا اہل محبت کو خاموش بنا دیتی ہے)

ہر کہ بیک جرعۂ او سر نہد　　بے ہشیش بیند و بر تر دہد

جو شخص ادنی فیضانِ مرشد کو تسلیم و رضا سے قبول کرتا ہے تو مرشد اُس کی بیخودی کا اندازہ کر کے اُس کے حال پر اور زیادہ توجہ کرتا ہے

خسرو شعراء نے بہت سی تمثیلیں نکالی ہیں جس سے طبیعت کی جولانی اور تخیل کی وسعت ظاہر ہوتی ہے ؎

هر دو بیک تن چو دو پیکر شدند — بر فلکِ تخت چو مہ بر شدند
گشت بہ برجے دو قمر جاے گیر — گشت قرین بدو سلطاں سریر
ملک بیک تخت دو دارا نمود — دہر بیک آب دو دریا نمود
روے زمیں فرِّ دو جمشید یافت — چشمِ جہاں نورِ دو خورشید یافت
خاتمِ جم را دو نگیں دست داد — افسرِ کسرے بہ دو فرق اوفتاد
دبدبۂ کوسِ دو لشکر زدند — نوبتِ اقبالِ دو سنجر زدند
گلشنِ دولت بدو گل تازہ گشت — صوتِ دو بلبل بیک آوازہ گشت
مصقلۂ چرخ دو خنجر زدود — آئینۂ ملک دو صورت نمود
سایۂ یکے کرد دو فرِّ ہماے — پایۂ یکے ساخت دو لشکر کشاے
شاخ بہم سود دو سروِ جواں — موج بہم داد دو آبِ رواں
گشت یکے باغِ وفا را دو جوے — گشت یکے منبعِ صفا را دو روے
کشتِ زمیں آبِ دو باراں چشید — مغزِ جہاں بوے دو بستاں کشید

چرخ یکے شد بہ دو ماہ تمام
بزم یکے شد بہ دو دورِ مدام

طاری ہوتی ہے کہ قیامت ہی کے دن ہوش میں آئیگا

حکمت و اخلاق

انکرہ راگشت ہمیں دستگاہ — از ہنرِ خویش زبردستِ شاہ

نکرہ کو اپنے ہنر کی وجہ سے بادشاہ کے ہاتھ پر ایک بہتر جگہ ملی

چوں ہنرِ مرغ فراواں شود — مرغ زبردستِ سلیماں شود

وائے برآں آدمی بے خبر — کو کم ازاں مرغ بود در ہنر

دیگر

گشت چو قاصد بتنِ مرد خوں — بہ کہ بہ نشتر کند از تن بروں

دیگر

دجلہ چو آمیختہ گردد بہ نیل — ہست جدا کردنِ آں مستحیل

دیگر

تا بچمن سرو بود سایہ دار — کس نخزد زیرِ گیا سایہ دار

دیگر

چشمۂ چاہ ارچہ کہ بالا شود — چشمہ محال ست کہ دریا شود

دیگر

ملک بمیراث نیابد کسے — تا نزند تیغِ دو دستی بسے

دیگر

مے دہد وخوں خورد از دل تمام　　جرعۂ باقی نگذارد بجام

مرشد فیضان پہونچاتا اور مرید کے دل کو خواہشوں کے لوث سے پاک وصاف کرتا ہے یہاں تک کہ اپنا فیضان پورا کردیتا ہے

ورنہ شود مست حریف از شراب　　رو بنماید کہ بینید خراب

اگر طالب پر فیضان مرشد سے بیخودی طاری نہوئی تو مرشد اس کو اپنے انوار کا مشاہدہ کراتا ہے اس مشاہدے سے وہ بیخود ہوجاتا ہے

مست درو بیند و او سوے مے　　او شدہ مست از مے و مستاں زوے

پھر یہ حالت ہوتی ہے کہ طالب بیخود جو کچھ دیکھتا ہے مرشد کی ذات میں دیکھتا ہے اور مرشد فیضان غیب کا منتظر رہتا ہے غرض مرشد فیضان غیب سے مست وبیخود رہتا ہے اور طالب انوار مرشد کے مشاہدہ سے۔

بسکہ ہمہ جور بود دورِ او　　ہر کہ بود خون خورد از جورِ او

ایسے مرشد کا دَور سراسر جور ہے یعنی کثرت فیضان۔ لیکن ایسے فیضان کا تحمل کس سے ہو سکتا ہے ناچار طالب بظاہر خراب حال ہوجاتا ہے

از کف او دورِ دما دم خوش ست　　ور بمثل جور[1] بود ہم خوش ست

ایسے مرشد کا فیضان بتدریج ہو تو زہے نصیب اور اگر یکایک ہو تو بھی اچھا

چوں بدہد بادہ ؤ گوید کہ نوش　　مست بروز دگر آید بہوش

جب مرشد کامل فیضان پہونچاتا اور طالب کو نوید عطا سناتا ہے تو طالب پر ایسی بیخودی

---

[1] جور۔ ستم۔ جام لبالب پلاکر پینے والے کو لٹا دینا یعنی مست وبیخود کردینا۔

گرسنہ نانی کہ دریں تنگنائے | ناں ز نمک می طلبی ز خدائے
غرّہ بہ نزدیکی سلطاں مشو | بلبلِ باغی بگسِ خوان مشو
ہست شہے از خرمنِ ہستی خسے | تا تو چہ باشی کہ کمی زو بسے

بادشاہ عالم موجودات میں ایسا ہے جیسے خرمن میں ایک تنکا۔ پھر تو جو اس سے بھی کم تر ہے کیا چیز ہے !!!

چند کشی پیش ملک دستِ پیش | تا ت زکوٰتے دہد از ملکِ خویش
تشنہ بمیر آب ز دوناں مخواہ | خوں خور و از خواجہ شاں ناں مخواہ
چوں ببُریدی طمع از ناکساں | صرف مکن گوہرِ خود باخساں
گل بچراگاہِ ستوراں مبر | آئینہ در مجلسِ کوراں مبر

تخیل تخیل شاعری کی روح ہے اس مثنوی میں جا بجا ایسے موقع پائے جاتے ہیں جہاں حضرت خسرو نے تخیل کا طلسم باندھا ہے۔ مثلاً

جوہری شام بسوداگری | کردہ گہر پیش کشِ مشتری

شاعر کا خیال ہے کہ وقت شام ایک جوہری ہے جس نے سوداگری کی غرض سے خریدار کے سامنے جواہرات پیش کئے ہیں یعنی شام کو ستارے نکلے ہیں۔

چرخ یکے حلقۂ انگشتریں | بر سر یک حلقہ ہزاراں نگیں

دیگر

بسکہ صراحی جلی گشتہ صاف | بادہ درو دیدہ شد اندر طواف

تیغ که سهراب بر رستم کشید　　　هیچ شنیدی که ز گیتی چه دید؟

دیگر

خواست یکی خواسته لیکن نیافت　　　آنکه نمی خواست بر او خود شتافت

رفت یکی در طلب لعل سنگ　　　ریزهٔ سنگیش نیامد بچنگ

وان دگری را که غم آن نبود　　　لعل چنان یافت که در کان نبود

کوشش بیهوده ز غایت برون　　　کوشش آب است به هاون درون

دیگر

این همه بیداری ما خفتن است　　　کآمدن ما ز پی رفتن است

گر بودت خوش خور و بد خو مباش　　　ور نبود رنجه مشو گو مباش

تنگ مباش از پی عیش فراخ　　　کان بری از باغ که خیزد ز شاخ

هر چه رسد بیش خور و کم مخور　　　ور نرسد هم برسد غم مخور

هر چه بجوئی و نیابی مرنج　　　زانکه بخواهش نتوان یافت گنج

دیگر

آنکه شکیبش بقناعت درست　　　قرص خور از قرص زرش بهتر است

کان بغذا لذت کامش دهد　　　وین بطمع خست نامش دهد

خطاب بنفس

ترک طمع گیر ز خود شرم دار　　　تا نشوی چون خجلان شرمسار

دیگر

آہوے پوئندہ ببالا و زیر — خانۂ خود ساختہ درکام شیر

دیگر

گرم شود بر ہمہ بے ہیچ کیں — پس زحیا در رود اندر زمیں

دیگر

کشتی عاج ست تو گوئی رواں — گشتہ دو گوشش بدو سو بادباں
گوش کہ با چشم ہمی کرد لاغ — مردہ بود بہ پیشش چراغ
طرفہ کہ آں مردہ ز آسیب باد — ہیچ گزندے بچراغش نداد

دیگر

خاک یکے بیضۂ طوطی شمار — بیضہ یکے بچۂ او صد ہزار

یعنی کرہ زمین طوطی کا انڈا ہے اس ایک انڈے سے لاکھوں بچے نکلے۔

سبزۂ نو رستہ تو گوئی مگر — بچۂ طوطی ست کہ شد سبز بر

نیا اگا ہوا سبزہ گویا اس طوطی کا بچہ ہے جس نے نئی کلیاں نکالی ہیں۔

اسالیب بیان کی تازگی

فصلوں اور موسموں کا تغیر، صبح و شام اور رات دن کا ہونا ہر جگہ ایک نئے پیرایے میں بیان کیا ہے۔

آفتاب قوس میں

بیان کرنا یہ ہے کہ آفتاب برج قوس میں آگیا برسات ہو چکی سردی

گوئی کز او صاف صفاش از برون　　بادہ برون ست و صراحی درون

جلبی صراحی ایسی صاف ہی کہ اُس میں شراب گردش کرتی نظر آتی ہے اُس کی شفافی سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب باہر ہے اور صراحی اُس کے اندر

دیگر

در شکم او کف صافی گہر　　از ہوس بادہ شدہ شیشہ گر

صراحی کے پیٹ میں پاک و صاف جھاگ اُٹھتے ہیں تو اُن جھاگوں کو شراب کی ایسی ہوس ہے کہ وہ شراب بھرنے کے لئے اور نئے نئے شیشے بنا رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ:۔ صراحی میں شراب ہے۔ شراب میں جھاگ ہیں۔ اور جھاگوں پر ببلے اُٹھ رہے ہیں۔

دیگر

عکس رسن ہا کہ فرو شد بآب　　بستہ بہ پہلوے نہنگاں طناب

جب کشتی کی رسیوں کا سایہ پانی میں پہونچا تو اُس سایہ نے ناکوں کو طناب میں جکڑ لیا تاکہ ہل نہ سکیں۔

طفل کہن سال و لعابش رواں　　دایۂ او چرخ و لے مہرباں

آفتاب ایک کہن بچہ ہے جس کے منہ سے رال ٹپک رہی ہے جو اپنی دایہ یعنی آسمان کی گود میں ہے گو آسمان گو ستمگار ہے لیکن اس بچہ کے لئے دایۂ مہربان ہے۔

دیگر

با ہمہ چوں سایہ شدہ ہم نشست　　یک تن و ہر جا کہ بجوئیش ہست

آفتاب عالم

گلِ ریحاں جو پھولوں کا بادشاہ کہلاتا ہے اُس کو نکال دیا۔ اب چمن کے اندر اُس کی حکومت باقی نہیں رہی۔

فصلِ خزاں چوں بچمن خانہ ساخت | باد رواں کردہ بگلزار تاخت
شاہِ سپرغم زولایت براند | کس بچمن ہیچ ولایت نماند

فصلِ بہار

مقصود یہ ہے کہ موسم برسات آپہونچا اور ابر نمودار ہونے لگا پھول کھلنے لگے۔ اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے کہ

جب بہار کا جھنڈا بلند ہوا تو ابر نے اپنا خیمہ ستاروں پر جا لگایا پھولوں کا سکہ تیار ہونے لگا جیسے ہمارے بادشاہ کے دام بنتے ہیں اور اس سکہ کی تیاری معقول طور سے کی گئی۔

فصلِ بہاراں چو علم درکشید | ابر سراپردہ بر اختر کشید
سکۂ گل چوں درمِ شہ زدند | سکہ بصد وجہ موجہ زدند

آفتاب برج ثور میں

مطلب یہ ہے کہ جب آفتاب برج ثور میں آیا تو کھیتوں میں غلہ پک گیا اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے۔

کا موسم ہے اس مطلب کو یوں ادا کیا ہے۔

آسمان کے بادشاہ نے جس وقت کمان ہاتھ میں لی تو ماہ تیر نے دوڑ کر ملک کی حکومت موسم سرما کے سپرد کر دی۔

شاہِ فلک چوں بکمان دست برد تیر مہ اقلیم بسرما سپرد

شاہ فلک = کنایہ ہے آفتاب سے ۔ تیر = برسات کے ایک مہینے کا نام ہے۔ کمان = برج قوس لفظ تیر کمان سے مناسبت رکھتا ہے۔

یہ مضمون کہ اس موسم میں دن چھوٹا اور رات بڑی ہونے لگی یوں ادا کیا ہے کہ

جہان ایک بڑھیا ہے جس نے چرخہ کاتنا شروع کیا ہے اور رات کو نہایت لمبا دھاگا کات کر دیا ہے۔

زالِ جہاں چرخ زدن کرد ساز داد بشب رشتہ بغایت دراز

زال جہاں = کنایہ ہے دنیا جہان سے جسے بڑھیا مانا ہے۔

چرخ زدن = چرخہ کاتنا۔ رشتہ = ڈورا، دھاگا۔

فصل خزاں

مطلب یہ ہے کہ خزاں کا موسم آگیا۔ ہوا تیز چلنے لگی۔ پھولوں کی بہار ختم ہو گئی۔ اس مطلب کو اِس طرح ادا کیا ہے۔

جب فصل خزاں نے چمن میں گھر بنا لیا تو بادِ رواں گلزار میں اپنا گھوڑا کدانے لگی

صبح

رات کو سورج چھپ تو گیا تھا مگر پورا چاند تھا صبح ہوئی تو سورج نکلا یہ مضمون اس طرح سے باندھا ہے کہ

چوں دلِ شب حاملہ مہر گشت | بر شبِ حامل مہِ کامل گذشت
حالِ یکماہہ نہ بل یکشبہ | تا چو رے زاد دراں کوکبہ
آفتاب

دیگر

صبح ہوئی اور تارے چھپ گئے۔ اس مضمون کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

صبح چو برزد علمِ آفتاب | لشکرِ سیارہ فرو شد بآب

دیگر

رات گذری صبح ہونے آئی

کرد چو شب نوبتِ خود را تمام | صبح دُہل بر رو ببالاے بام
آفتاب

دیگر

صبح بر آورد چو چترِ سپید | بست سیاہی بہ سپیدی امید

دیگر

کوسِ سحرگہ فلک آوازہ گشت | دبدبۂ روز ز سر تازہ گشت
بلند آوازہ

دیگر

چوں زحل رفت بہ تورِ آفتاب | پخت ہمہ دانۂ پرویں[1] ز تاب

آفتاب برج جوزا میں

جب آفتاب برج جوزا میں آیا تو لو چلنے لگی اور گرمی کی شدت ہو گئی۔ اس مضمون کو اس طرح بیان کرتے ہیں

خانہ چو خورشید بجوزا گرفت | رفت دراں خانہ درون جا گرفت

باد ز جوزا[2] شد و آتش ز مہر | سوخت جہانے ز زمین تا سپہر

آفتاب برج سرطاں میں

جب آفتاب برج سرطاں میں آیا تو برسات شروع ہو گئی۔ اس مطلب کو یوں ادا کیا ہے

کرد چو رہ در سرطاں آفتاب | چشمۂ خورشید فرو شد بآب

ابر سراپردہ ببالا کشید | سبزہ صفِ خویش بصحرا کشید

بیان کرنا یہ ہے کہ جنگل میں نیا سبزہ اُگا ہے جا بجا پانی بھرا ہوا ہے اس مضمون کو اس طرح ادا کیا ہے کہ

سبزہ بصحرا شدہ چوں نوخطاں | ملکِ جہاں گشتہ بکامِ بطاں

---

[1] پرویں ایک خوشہ ہے ستاروں کا برج ثور میں جس کو ثریا بھی کہتے ہیں ۱۲

[2] جوزا برج بادی ہے ۱۲

صنایع بدایع صنایع بدایع عروسِ کلام کا زیور ہیں۔ اس مثنوی کے اکثر اشعار اس زیور سے آراستہ نظر آتے ہیں۔

چند اشعار متضمن صنایع یہاں نقل کیے جاتے ہیں:-

صنعت طباق یا تضاد

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ ایسے دو لفظ یکجا ذکر کریں جن کے معانی فی الجملہ ایک دوسرے سے مخالف یا ضد ہوں:-

خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند ۔۔۔ صبر ہر چند کہ بود اندک بسیار برفت

اندک و بسیار متضاد ہیں۔

دیگر

پاکباز زندہ برون از قیاس ۔۔۔ پُر دل و خالی دلِ شان از ہراس

دیگر

مستیِ او مایۂ ہشیاریش ۔۔۔ خفتہ ہمہ خلق ز بیداریش

دیگر

کردن بزرگی بحقیقت سبک ۔۔۔ وا دِسبک جامہ بقیمت گراں

دیگر

این ہمہ بیداریِ ما خفتن است ۔۔۔ کامدنِ ما نہ پے رفتن است

بیداری و خفتن میں اور آمدن و رفتن میں تضاد ہے۔

تیغ کشید اخترِ عالم فروز   لشکرِ شب کرد ہزیمت ز روز

دیگر

زنگیِ شب کرد سپیدہ بروے   خندہ زناں شد فلک از چار سوے

دیگر

مشعلۂ صبح کہ شد نور دار   ساخت یکے شعلہ ز چندیں شرار
ستارے ۱۲

دیگر

از تفِ آں شعلہ کہ در تاب شد   سیمِ کواکب ہمہ سیماب شد

آفتاب کی روشنی و گرمی کے اثر سے تارے سیماب بن کر اُڑ گئے یعنی چھپ گئے۔

دیگر

صبح ز بس دم کہ دما دم گرفت   آتشِ خورشید بعالم گرفت

دیگر

روزِ دگر کرد چو نافِ جہاں   مشکِ شب از آہوی مشرق نہاں

دیگر

گشت چو دریاے سپہر آبگوں   داد رواں چشمۂ خور را بروں

دیگر

شد گرہِ چرخ چو گنبد نماے   نعل مہ افگند بہ گنبد زپاے

دیگر

روزِ دگر صبح چو ضحاک شد   مارِ سیہ در شکمِ خاک شد
خندہ زن ۱۲

ارصاد

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ شعر میں ایسا لفظ لائیں جس سے یہ معلوم ہو کہ مصرع ثانی کے آخر میں فلاں لفظ ہوگا۔ اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ شعر کے قافیہ کا حرفِ روی[1] معلوم ہو:

شقۂ دیبا بہ زیبا شد   سیمبراں صورتِ دیبا شد

پہلے مصرعہ میں لفظ "دیبا" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دوسرے مصرعہ کا قافیہ یہی لفظ ہوگا۔ کیونکہ پہلا قافیہ "زیبا" معلوم ہے۔

سروِ پیادہ خوش بود اندر چمن و لیک   آں سروِ من پیادہ خوش ست و سوار خوش

اس غزل کے قافیے ہم کو معلوم ہیں کہ "زار" "بہار" وغیرہ ہیں پس لفظ "پیادہ" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس شعر کا قافیہ "سوار" ہوگا۔

موے بمو گیسوے او مشکِ ختن   فرق نہ بود سرِ موے ز مشک

دیگر

آئینہ صورتش از سینہ رفت   صورتِ دل اک ز آئینہ رفت

دیگر

باغ خراب از قدمِ بوم شوم   جغد قدم شوم شدہ بار بوم

---

[1] حرف روی وہ ہے جس پر قافیہ کی بنیاد ہوتی ہے۔

از پئے نامے کہ مبادش آمید! نامہ سیہ کردی و دیدہ سپید

دیدہ سپید کردن سے مُراد یہاں نابینائی ہی۔ مگر حقیقی معنے کے لحاظ سے سیاہ و سپید میں تضاد ہی۔

دیگر

گرمی دل نیست چو حاصل مرا سرد شد از آبِ سخن دل مرا

نو کنم انداز رسم کہن پس روی پیش روانِ سخن

نو۔ کہن۔ پس رو۔ پیش رو۔ میں تضاد ہی۔

ملکِ جہاں پختہ بمن شد تمام کے دہم از دست بسودای خام؟

پختہ ضد خام۔

دیگر

بستہ تست این دلم باد گرانش مبند کاش! کہ باد یگراں دل بخشاید مرا

یہاں بست و کشاد میں تضاد ہی۔

دیگر

تیز چو شد خنجر آں گرم خو پشت نہ دیدہ کس از و ہیچ رو

یہاں رو کے معنے وجہ و طور کے ہیں۔ مگر اصلی معنے کے لحاظ سے پشت و رو میں تضاد ہی۔

دیگر

نشستہ سبزہ زیں سو در چپِ گل ستادہ سرو زاں سو جانبِ راست

دیگر

گرم شدہ از مددِ جامہ مرد مردمِ بے جامہ بجاں گشتہ سرد

دیگر

گوش کن این گفت و مکن گفت کس بشنو و مشنو۔ سخن این ست و بس

آب فرو ماند چو کوہ از شہاب　　کوہ در آمد بتزلزل چو آب

دیگر

چشمِ پدر بہرِ جگر گوشہ تر　　گوشۂ ہر چشم شدہ پُر جگر

حسنِ تعلیل

اِس صنعت کا طریق یہ ہے کہ کسی وصف کے لیے کسی شے کو علت قرار دیں مگر وہ شے حقیقت میں اُس وصف کی علت نہو۔ گویا یہ صنعت ایک تخیل ہے جس سے طبیعت محظوظ ہوتی ہے۔

چنانچہ گھوڑوں کی تیز روی کی صفت کرتے ہیں :۔

از تگِ شاں کاں بہ صرصر زدہ　　باد بدیوار بسے سر زدہ

گھوڑوں کی دوڑ سے جس نے آندھی کو بھی مات کر دیا ہے ہوا نے اکثر دیوار سے سر پٹکا ہے۔ یہ امر تو ثابت ہے کہ ہوا دیوار سے ٹکراتی ہے مگر شاعر خیال کرتا ہے کہ ہوا کا دیوار سے سر پھوڑنا اس رشک و حسد سے ہے کہ وہ ان گھوڑوں کی تیز روی کا مقابلہ نہ کر سکی

شدتِ سرما اور آتش کی صفت میں فرماتے ہیں۔

آتش از انجا کہ بدل جاے کرد　　دود بر آمد ز نفس ہاے سرد

یہ بات تو ظاہر ہے کہ موسمِ سرما میں سانس کے ساتھ بھاپ نکلتی ہے جو دھوئیں سے مشابہ ہے۔ مگر شاعر خیال کرتا ہے کہ یہ دھواں اس سبب سے نکلتا ہے کہ آج کل دلوں میں آگ نے جگہ کر لی ہے۔

عکس و تبدیل

اُسے کہتے ہیں کہ کلام میں کسی چیز کو دوسری پر مقدم کریں۔ پھر مُقدم کو مُوخر بنائیں اور مُوخر کو مقدم۔

خوابِ من از دیدۂ من آب برد　　　آبِ من این دیدۂ بیخواب بُرد

مصرعۂ اولیٰ میں خواب مقدم ہے آب پر۔ مصرعۂ ثانی میں اُس کا عکس ہے۔

چرخ نداند در و دیوار کس　　　تکیہ بدیوار و درش کردہ بس

دیگر

مردمِ یک خانہ و صد مردمی　　　خانۂ یک مردم و صد مردمی

دیگر

چترِ شہ آن ست کہ شد چرخِ ماہ　　　چرخِ مہ این ست کہ شد چترِ شاہ

چترِ شاہ اور چرخِ ماہ کی ترتیب دوسرے مصرعہ میں بدل دی ہے۔ علاوہ اس کے یہاں صنعت ردُّ العجز علی الصدر بھی ہے۔ یعنی جو لفظ مصرعہ اوّل کے شروع میں تھا وہی مصرعۂ ثانی کے آخر میں آیا ہے۔

ورقِ قلم از سحرِ زباں برکشم　　　سحرِ زباں را بقلم درکشم

دیگر

آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش　　　وقتے ست خوش بہا کہ وقتِ بہار خوش

دیگر

لہذا اُس کو ایسا استغنا حاصل ہو گیا ہی کہ آسمانوں کی طرف پشت کر رکھی ہی۔

یہ امر ثابت ہی کہ چتر کی پشت آسمان کی طرف ہوتی ہی اور پشت کسی کی طرف ہونا بے پروائی کی علامت ہی۔ مگر شاعر خیال کرتا ہی کہ یہ بے پروائی اس وجہ سے ہی کہ اُس نے بادشاہ سے فیض حاصل کر لیا ہی۔

پیشِ دراز شرم سپہرِ کبود　　　نیمۂ کال بزمیں شد فرود

دیگر

پشتِ بنفشہ بہ سمن زارہا　　　کوژ شد از چیدنِ دینارہا

ادماج

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہی کہ ایک کلام سے دو معنی حاصل ہوتے ہوں اور دوسرے کی کچھ تصریح نہ کی ہو۔

لالہ چو از کوہ برفت آں شکوہ　　　کبک ببرید دل از تیغ کوہ

موسمِ خزاں میں لالہ کی بہار پہاڑ پر ختم ہو چکی ہی اس لیے کبک نے بھی پہاڑ کی چوٹی سے دل اُچاٹ کر لیا ہی۔

دوسرے مصرعہ کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہی کہ لالہ کے فراق میں کبک نے تیغ کوہ سے خود کشی کر لی ہی۔

شستنِ او با ہمہ دانندگاں　　　رفتنِ او جانبِ خوانندگاں

دوات کی تعریف کرتے ہیں کہ وہ داناؤں کے پاس بیٹھتی ہی اور لکھے پڑھے لوگوں

گرمی کی شدت کے بیان میں لکھتے ہیں کہ:-

جانب سایہ شدہ مردم رواں   سایہ بدنبالۂ مردم دواں

آدمی سایہ کی طرف کو جاتے ہیں اور سایہ آدمیوں کے پیچھے دوڑتا ہی۔
یہ تو ثابت ہی کہ آدمی کا سایہ اُس کے ساتھ ساتھ دوڑا کرتا ہی مگر شاعر کا خیال ہی کہ سایہ کا دوڑنا اِس وجہ سے ہی کہ وہ بھی آدمیوں کی طرح دھوپ سے بچنا چاہتا ہی۔

ابر و باراں کے بیان میں فرماتے ہیں:-

پردہ نشیں گشت فلک موبموے   باہمہ زالی شدہ پوشیدہ روے

یہ امر ثابت ہی کہ ابر میں آسمان چھپ جاتا ہی۔ مگر شاعر کا خیال ہی کہ آسمان نے شرم کے سبب سے مُنھ چھپا لیا ہی۔ مگر تعجب یہ ہی کہ باوجود پیرِ زال ہونے کے اتنا پردہ کرتا ہی۔

گل ز کرم زر دہد آں را کہ جُست   در پے خود جامہ نیازد درست

گُل کے زیرہ کو زرِ گُل کہتے ہیں۔ شاعر خیال کرتا ہی کہ یہ زر بخشی گل کی طرف کہ از راہ کرم ہی۔ مگر خود پھٹے کپڑے پہنتا ہی۔ اور پھٹے کپڑے پہنا کنایہ ہی اُس کے کھلنے سے۔

از رُخِ شہ رنگ چو دریوزہ کرد   پشت بہ قبۂ فیروزہ کرد

مرح چترِ شاہ میں کہتے ہیں کہ اُس نے رنگ بادشاہ کے رُخ سے بھیک مانگ کر لیا ہے

اس موقع پر تامل سے سمجھ میں آتے ہیں۔ اس لیے یہ معنی بعید ہیں۔ مگر مرادِ قائل یہی معنی بعید ہیں۔ تو اس کو ایہام کہینگے۔ ایہام کے معنے ہیں "وہم میں ڈالنا"

ایہام کی تعریف اس طرح بھی کی گئی ہے کہ "کلام میں ایسا لفظ لائیں جس کے دو معنے ہوں اور اُس محل پر دونوں معنوں کا اطلاق صحیح ہو"

یہ دوسری صورت ایہام کی پہلی صورت سے زیادہ پُرلطف اور پسندیدہ ہے

اب ہم اس مثنوی کے چند اشعار متضمن ایہام یہاں نقل کرتے ہیں :-

روم بگیرد بگہِ کارزار　　　تیغِ وے ۔ از زنگ نگیرد بعار

لفظ زنگ کے دو معنے ہیں۔ نامِ ملک اور لوہے کا میل۔ اس موقع پر دونوں معنے درست ہیں یعنی ممدوح کی تلوار جنگ کے وقت ملکِ رُوم کو تو فتح کرتی ہے اور عار کے سبب سے ملکِ زنگ کو کہ ایک حقیر ملک ہے نہیں لیتی۔

دوسرے معنے بھی صحیح ہیں۔ یعنی عار کے سبب سے وہ تلوار زنگ کو قبول نہیں کرتی۔ بلکہ ہمیشہ صاف شفاف رہتی ہے۔

در کشش تیر چو شد سخت کوش　　　زہ ۔ ز کمانِ خودش آید بگوش

لفظ زہ کے دو معنے ہیں (۱) چلّۂ کمان (۲) کلمۂ تحسین و آفریں یہاں دونوں معنے درست ہیں۔ یعنی

(۱) جب اُس نے تیر کو زور سے کھینچا تو کمان کی زہ کان کے پاس آگئی۔

کے پاس جاتی ہے۔ یا یہ کہ جو اُس کو جانتے ہیں اُن کے پاس پہنچتی ہے اور جو بلاتی ہیں
اُن کی طرف چلی جاتی ہے۔ علےٰ ہذا

شاخ بہر بار سگے گرد راہ ۔۔۔ جائے گمہ باز شدہ بارگاہ

رُجوع

صنعتِ رجوع یہ ہے کہ کلام اول کو باطل کر کے دوسرے کلام کی طرف کسی
فائدہ کی غرض سے مصروف ہوں۔

سلطان کیقباد کی مدح میں فرماتے ہیں۔

افسرِ خورشید بشاہی توئی ۔۔۔ نے غلطم ظلِ الٰہی توئی

یہاں رجوع کا مقصد مدح میں ترقی ہے۔

ایہام

صنعت ایہام کا طریق یہ ہے کہ کلام میں ایسا لفظ ذکر کریں جس کے دو معنے
ہوں ایک قریب اور ایک بعید۔

معنی قریب وہ ہے جو اُس مقام کے مناسب ہو اور معنی بعید وہ ہے جو اُس مقام
سے مناسبت نہ رکھتا ہو مگر کہنے والے کا مقصود معنی بعید ہو۔ مثلاً

ع۔ آئینہ و شانہ برابر شدہ

یہاں لفظ شانہ کے معنی ہیں (۱) کنگھا اور یہی معنی قریب ہیں اور آئینہ کی مناسبت
سے اول اسی معنی کا وہم ہوتا ہے (۲) دوسرے معنی استخوانِ بازو ہیں جو

یہ دوسرا ایہام ہی:-

پیل طلب کرد شہ پیل زور   کآورد آں بے نمکاں را بہ شور

لفظ شور کے معنے ہیں (۱) کھاری جو نمک سے مناسبت رکھتا ہی (۲) غل

یہاں دوسرے معنے مُراد ہیں۔ بے نمکاں بدصورت آدمی۔

مطلب یہ ہی کہ بادشاہ نے ہاتھی منگایا تاکہ اُن بدصورت لوگوں پر حملہ آور

ہو اور وہ ڈر کر شور و غل مچائیں۔

ہمچو کماں پُر خم و تیر از میاں   تیر ستادہ ست و کمانش رواں

یہاں تیر کے معنے ہیں کشتی کا مستول۔ اور تیر آلہ معروف بھی ہی جو کمان

سے مناسبت رکھتا ہی۔ یعنی کشتی مثل کمان تھی۔ اور مستول بیچ میں گویا تیر کھڑا تھا

اور کمان چل رہی تھی۔

مُسلمانان محمد را بیچارہ دل خود را   کہ تیر انداز من مست و کیشِ کافری دارد

لفظ کیش کے دو معنے ہیں (۱) تیردان۔ ترکش (۲) مذہب۔ یہاں معنے

دوم مُراد ہیں جو بعید ہیں۔

طفلِ شگوفہ برہ اُفتاد و مُرد   شاخ بدید و بعنادل سپرد

لفظ عنادل کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو جمع عندلیب دوم عنا

بمعنے رنج اور دل بمعنے معروف۔ اور یہاں دونوں معنے صحیح ہیں۔ یعنی شاخ

نے جب شگوفہ کو مُردہ دیکھا تو عندلیبوں کے سپرد کر دیا۔

دوسرے یہ کہ :-

(۲) جب اُس نے تیر کو زور سے کھینچا تو اُس کو اپنی کمان سے واہ! واہ! کی آواز سنائی دی۔

ناوک و پیکانش بغیاے جنگ　　　این زخطا دور شد وآن ز زنگ

یغما ایک شہر ہے ترکستان میں۔ اور خطا و زنگ ملک ہیں۔ یہ معنے قریب ہیں۔ مگر مراد قائل دوسرے معنے ہیں۔ یعنی

یغما لوٹ۔ خطا۔ قصور۔ زنگ۔ لوہے کا میل۔

ایہام کے علاوہ اس شعر میں صنعت لف و نشر بھی ہے۔ یعنی ناوک بے خطا ہے اور پیکان بے زنگ۔

گرد رہش کان بہ بصر شد دلیل　　　سرمۂ ہر چشم شدہ چند میل

مصرعۂ دوم میں سرمہ اور چشم کی مناسبت سے لفظ میل کے معنے قریب (سلائی) ہیں۔ مگر یہاں مراد دوسرے معنے ہیں یعنی مقدار مسافت)

صورتِ آں تخت گہِ بے بہا　　　عین چو ابرو شدہ بر چشمہا

لفظ عین کے کئی معنے ہیں (۱) آنکھ (جو ابرو کے مناسب ہے) (۲) اصل و ذات (۳) چشمہ۔ یہاں دوسرے معنے مُراد ہیں۔

بادشاہ کی کشتی جو تخت گاہ بے بہا تھی بعینہٖ ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے آنکھوں پر ابرو۔ یا چشمہا جمع چشمہ۔ یعنی کشتی چشموں کے اوپر مثل ابرو معلوم ہوتی تھی۔

لف و نشر

وہ صنعت ہے کہ اوّل چند چیزوں کو مفصلاً یا مجملاً ذکر کریں۔ پھر اُس کے منسوبات یا متعلقات کو بلا تعیین بیان کریں اس اعتماد پر کہ سامع ہر منسوب کا تعلق منسوب الیہ کے ساتھ سمجھتا ہے۔

حصۂ اوّل کو لف اور دوم کو نشر کہتے ہیں:

آبِ دُر از تاج و قبا و کمر ۔۔۔ تا بکمر تا بہ گلو۔ تا بسر

اس شعر میں نشر کی ترتیب لف کی ترتیب سے معکوس ہے۔ یعنی آبِ دُر پٹکہ کی وجہ سے کمر تک اور قبا کی وجہ سے گلے تک اور تاج کی وجہ سے سر تک تھا۔

جمع، تفریق، تقسیم

چند چیزوں کو ایک حکم میں شامل کرنا صنعتِ جمع کہلاتا ہے۔

دو چیزوں میں فرق ظاہر کرنا۔ اس کا نام تفریق ہے۔

جب چند چیزیں یا ایک ہی چیز جس کے چند اجزا ہوں ذکر کریں۔ پھر ہر ایک چیز کی طرف کوئی بات منسوب کریں بطور تعیین تو اس صنعت کو تقسیم کہتے ہیں۔

تیغ خوش و تیغِ زبان ناخوش ست ۔۔۔ تیغ چو آب ست و زبان آتش ست

اوّل تیغ ہونے میں تیغ اور زبان دونوں کو جمع کیا ہے پھر دونوں کا فرق ظاہر کیا ہے کہ ایک اچھی ہے اور ایک بری۔ بعد ازاں ہر ایک کی طرف ایک وصف منسوب کیا ہے بطور تعیین۔ یعنی تیغ مثلِ آب ہے اور زبان مثلِ آتش۔

دوسرے معنی یہ کہ شاخ کا دل مبتلائے رنج و عنا ہو گیا۔ اس شعر میں تصنع اور تکلف ظاہر ہے۔

از رُخِ خود پیشِ تو خاقانِ چین　　　صورتِ چین کرد بروئے زمین

دیگر

سایۂ او بر سرِ ہندو فتاد　　　ہند شد از روئے ہمہ اعظم سواد

اس میں شک نہیں کہ اس صنعت کا التزام مذاقِ سلیم کو ناگوار ہوتا ہے حضرت خسرو کو جو اس صنعت کی طرف زیادہ میلان ہے شاید اس کا سبب ہندی شاعری کی تقلید ہو۔

استخدام

یہ صنعت اس طور پر ہے کہ ایک لفظ کے دو معنوں میں سے ایک معنی مراد ہوں اور ضمیر لاکر جو اسی لفظ کی طرف راجع ہو دوسرے معنی کا ارادہ کریں۔

سوئے سوادِ اُودھ آمد چو باد　　　کرد حک از خنجرِ تیز آں سواد

لفظ سواد کے دو معنے ہیں گرد و نواحِ شہر اور سیاہی و تحریر۔

پہلے مصرعہ میں پہلے معنی مُراد ہیں۔ اور دوسرے مصرعہ میں اُسی لفظ سواد کی طرف اشارہ کرکے سیاہی کے معنے لیے ہیں۔ اور اس پر لفظ حک دلالت کرتا ہے۔

۲- اغراق یعنی باعتبار عقل ممکن ہو اور باعتبار عادت محال ہو۔

۳- غلو یعنی باعتبار عقل و عادت محال ہو۔

از سُمِ اسپش کہ زمیں کرد چاک   خاک پُر از مہ شد و مہ پُر ز خاک

یعنی خاک پُر از ماہ ہو گئی بسبب نقشِ نعل کے اور ماہ پُر از خاک ہو گیا کثرتِ گرد و غبار سے۔

دیدنِ او را اگر افگند ماہ   بلکہ فتادش گہِ دیدن کلاہ

منارہ کی بلندی میں مبالغہ کیا ہے کہ اس کے دیکھنے کے لیئے چاند نے اپنی ٹوپی اُتار لی۔ پھر کہتے ہیں کہ بات یہ نہیں ہے بلکہ دیکھتے وقت خود اس کی ٹوپی گر پڑی

خواست کہ پیشش ز سپہرِ بریں   ماہ فرود آید و بوسد زمیں

دیگر

سوئے فلک رفت زمیدانش گرد   ہم بفلک ماہ زمیں بوس کرد

دیگر

اوجِ معانی نہ بمعتد ابر طبع   بلکہ گزشتہ ز سموات سبع

دیگر

عمق در و کار بجائے کشید   کز تہ او گشت زمیں ناپدید

دیگر

رفت زمیں را چو حجاب از میاں   گشت پدید از تہِ آب آسماں

نافہ و خلقت کہ زد از مشک دم | ہر دو بہم زادہ شد از یک شکم
لیک جز این فرق نہ باید گزید | کز طرفِ مشک شد آہو پدید

یہاں نافہ اور خلقِ ممدوح کو مثالِ مشک ہونے میں جمع کیا ہی۔ پھر دونوں میں فرق بیان کیا ہو کہ نافے کے مشک کو آہو سے نسبت ہی اور آہو بمعنی عیب ہی۔

بگفت خسرو بکشائے زلف تماشہ | حریف و مطرب و چنگ و رباب در سایہ

یہاں حریف و مطرب و چنگ و رباب کو ایک حکم میں جمع کر دیا ہی۔

تجرید

کسی ذی صفت چیز سے کوئی چیز اُسی صفت کی حاصل کرنا۔ یا اپنے آپ کو شخصِ غیر سمجھکر باتیں کرنا۔

خسروِ من! بگذر از ین گفتگوے | نیکی خویش و بد مردم مگوے
چشم تو از عیبِ تو دیدن تہی ست | از دگرے پرس کہ عیبت کو ست
چشم بخود باز مکن چوں خساں | بیں ہمہ خود لیک بچشم کساں

مُبالغہ

مُبالغہ یہ ہو کہ کسی وصف کو اُس حد تک پہنچاویں کہ اُس حد تک اُس کا پہنچنا بعید ہو یا محال۔

اُس کی تین قسمیں ہیں:۔

۱۔ تبلیغ یعنی وہ بات جو عقل و عادت کے موافق ممکن ہو۔

پس خدا وہ ہے جس کی سلطنت میں کوئی شریک نہیں۔

تجنیس

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ الفاظ تلفظ میں مشابہ ہوں اور معنی میں متغائر

باش بکامم کہ بکامِ تو ام　　زندہ ہو نازندہ بنامِ تو ام

دیگر

گُل کہ سپرہاش فراہم شدہ　　پیشِ سپرِ غم، سپرِ غم شدہ

دیگر

فلکِ فلک مرتبہ خویش تخت　　رجعتِ خود کرد بمنزل درست

دیگر

حکمتِ حکمش کہ ندارد زوال　　ہم ز خلل خالی و ہم از خیال

پہلے مصرعہ میں تجنیس ہے اور دوسرے مصرعہ کے الفاظ میں شبہ اشتقاق۔

بردرِ تو آمدہ ام شرمسار　　از شرِ من درگزر و درگزار

دیگر

این خطِ پُر زہر بہ لب کہ می دمد؟　　دین دردسر بہر دماں کہ می برد؟

دیگر

اشترِ پویندہ پولاد پائے　　کوہ نما، از تنِ کوہاں نمائے

دیگر

دیگر

نیم فلک ہست بزیرِ زمیں　　چوں تہش نیست زمیں آن ہمیں

دیگر

بس کہ زمیں رفت ز ہمراہیش　　گاوِ زمیں شد خورشِ ماہیش

ان اشعار میں حوض کی گہرائی کی نسبت مبالغہ کیا ہے۔

بر درِ تو ہر کہ نہ بندد کمر　　غرق شود تا کمر اندر گہر

دیگر

نیزہ در رانے بنان و مصاف　　در شب تار از سرِ کیں موشگاف

دیگر

آئینہ گشتہ ز گچِ صاف خشت　　دیدہ در و صورتِ خود زشت

مذہب الکلامی

وہ صنعت ہے کہ کلام دلیل و برہان پر مشتمل ہو یعنی اس سے بطور دلیل نتیجہ مطلوبہ حاصل ہو جائے۔

شرک نہ در مملکتش دست سائے　　خود نتواں بود بشرکت خدائے

اس شعر میں صورت دلیل یہ ہے:۔

جس کی سلطنت میں کوئی ساجھی شریک ہو تو وہ ناقص ہے اور ناقص خدا نہیں ہو سکتا۔

دیدہ کہ نادیدۂ دیدارِ تست   دیدہ ڈنا دیدہ گرفتارِ تست

دیدہ ۔ نادیدہ ۔ دیدار یہ الفاظ ایک ہی مادہ سے مشتق ہیں۔

دیگر

کُن مکُن اور است زنو تا کمن   انچہ کند کیست کہ گوید مکن ؟

کُن ۔ مکُن ۔ کند مشتقات ہیں "کردن" سے۔

دیگر

نامۂ گل را بہ نما خامہ کرد   نامیہ را حرف کشِ نامہ کرد

لفظ نامہ کو نما اور نامیہ سے اشتقاق میں کچھ تعلق نہیں مگر مادہ کے لحاظ سے یہ الفاظ ملتے جلتے ہیں۔ اس لیے ایسی صورت کو شبہ اشتقاق کہتے ہیں۔

دیگر

کون و مکاں در خطِ امکانِ او   کائن و من کاں ۔ کمر کانِ او

اس شعر میں پانچ لفظ ایک مادہ سے ہیں۔ اور لفظ کان کہ فارسی ہے ان سے ملتا جلتا ہے۔ یہ شبہ اشتقاق ہے۔

دیگر

سکہ خود زیں فنِ اندیشہ زباے   تا نہ نشانم ۔ نہ نشینم زپاے

دیگر

حاجبِ فصل آمد و تفصیل داد   کرد مفصّل ہمہ در فصل یاد

حضرتِ دہلی کنفِ عدل و داد   جنتِ عدن ست کہ آباد باد

دیگر

ابر شدہ کوہ بلند از شکوہ   برق شدہ بر سرِ او تیغ کوہ

دیگر

آبِ معانی ز دلم زاد زود   آتشِ طبعم قلم داد دود

قلب

تجنیس ہی کی قسم میں قلب داخل ہے جس کی دو صورتیں ہیں (۱) کلمہ کے حروف بترتیب اُلٹ دیئے گئے ہوں یہ قلبِ کل کہلاتا ہے (۲) اگر حروف بے ترتیب اُلٹ دیئے گئے ہوں تو یہ قلبِ بعض کہلاتا ہے:۔

تا بسر یرِ عرب آں جم نشست   رُعبِ عَرب بر ہمہ عالم نشست

دیگر

فتنۂ چشم آمدہ زاں سو مدام   تیغِ زباں خفتہ میانِ نیام

اِن اشعار میں کلمات رُعب، عَرب، میان، نیام میں قلبِ بعض ہے۔

اشتقاق و شبہِ اشتقاق

یہ صنعت بھی ایک طرح کی تجنیس ہے۔ دو لفظ ایک مادہ سے مشتق ہوں تو اُن کا نام اشتقاق ہے۔ یا دو لفظ مشابہ ہوں اور مادہ دونوں کا جدا ہو تو اُس کو شبہ اشتقاق کہتے ہیں۔

صنعتِ تجنیس بھی ہے۔

صفتِ قلم میں بیان فرماتے ہیں :-

آہوئے مشکین و سرش با دو شاخ ۔۔۔ وز دُم او مشکِ صحرا فراخ

یہاں بطور استعارہ قلم کو آہو کہا ہے۔ اور آہو کی مناسبت سے سر، شاخ، مشک صحرا کا ذکر کیا ہے۔

یہ بھی صفتِ قلم ہے :-

در طلبِ صوف تراشیدہ سر ۔۔۔ گرچہ ہمہ جعد کنندش زبر

اس شعر میں صوف، تراشیدہ سر، جعد الفاظ متناسب ہیں۔

راکع و ساجد شدہ در ہر مقام ۔۔۔ در دلِ شب کردہ بیکجا قیام

ہیچ نبودہ بقیامش قعود ۔۔۔ طرفہ کہ در عینِ قیامش سجود

راکع، ساجد، قیام، سجود الفاظ متناسب ہیں جو فقہ کی اصطلاحات ہیں۔

حاجبی از موج بر آب دگر ۔۔۔ بر تنِ دریا صفتانش گزر

حاجبی ایک قسم کا مہین کپڑا ہوتا ہے۔ اس کی صفت بیان کرتے ہیں کہ لہروں سے اس کپڑے میں بڑی رونق ہے۔ اور دریا صفت یعنی اربابِ کرم اس کو پہنتے ہیں :-

موج، دریا، آب الفاظِ متناسب ہیں۔

چشم چو بر گلشنِ بختش فتاد ۔۔۔ گشت پیادہ چو گل از پشتِ باد

دیگر

از دو طرف تخت مطرف شود ... وز دو شرف بخت مشرف شود

یہاں علاوہ اشتقاق کے صنعتِ ترصیع بھی ہے:-

چوں اثرِ شوق زغایت گزشت ... گفتۂ دانش زکفایت گزشت

سیاق الاعداد

یہ ہے کہ اعداد کو بترتیب یا بلا ترتیب کلام میں ذکر کریں:-

پنج طرف چترِ چو مہرِ سپہر ... شش جہت آراستہ از پنج مہر

دیگر

چار گہر گرد جہاں را پدید ... در گرہ شش جہت اندر کشید

دیگر

ساختہ نہ حجرہ بہ از ہشت باغ ... ہشت بہشت از نہ او با فراغ

مراعات النظیر

اِس صنعت کا انداز یہ ہے کہ کلام میں ایسی چیزیں جمع کریں جو باہم نسبت رکھتی ہوں (سوائے نسبت تقابل و تضاد کے)

وقت چنیں میوہ پزد گرم تاب ... وز مدد ابر جہاں غرقِ آب
ابر دُر افشاں بہ شتہ دریا نوال ... ابر شش خود راند بدر الجلال

ان اشعار میں ابر، آب، دُر، دریا الفاظ متناسب ہیں۔ اور ابر و ابر شش میں

خرم و خنداں چو گل از بارگاہ   سوے گلستانِ دگر جست راہ

خرم، خنداں، گل، گلستاں الفاظ متناسب ہیں۔

رَدُّ العجز علی الصَدر

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہو کہ پہلے مصرعہ میں جو لفظ آیا ہو دوسرے مصرعہ میں اُسی کو لوٹاتے ہیں۔

عودِ قماری کہ ہمی داد دُود   غالیہ می ساخت گل از دودِ عود

اس شعر میں لفظ عود اور دود کو مصرعہ ثانی میں لوٹایا ہو۔

تا کہ بعزلت نہ نشانند خیز   پیشتر از مرگ بعزلت گریز

دیگر

باد کہ اندر سرِ ہُدہُد فتاد   تاجِ سلیماں ز سرش بُرد باد

اے سرِ چترِ تو ز اختر بلند   چترِ تو از ماہ بیک سر بلند

گرچہ تبد برگ و نوائے شاخ   برگ و نوا بود بمجلس فراخ

می کنم از تیغ خود آں دم دریغ   چوں کنم از خونِ خود آلودہ تیغ

ترصیع

وہ صنعت ہو کہ دونوں مصرعوں کے الفاظ وزن اور قافیہ میں متحد ہوں

اور وزن میں موافق ہوں۔ ہم قافیہ نہوں تو اُس کو مماثلہ کہتے ہیں۔

بادۂ نوشیں بصفا خواست کرد   وعدۂ دوشیں بوفا راست کرد

(مثال مماثلہ)

روئے چو گُل بود بہ پُشتِ زمیں گشت زمیں پُر سمن و یاسمیں

گلشنِ بخت سے مراد کیقباد۔ مطلب یہ ہو کہ کیکاؤس نے جب کیقباد کو دیکھا تو گھوڑے سے اُتر پڑا اور پیادہ پا ہوگیا۔ اس کا پھول سا منہ پشتِ زمین پر جا رہا (از راہِ تعظیم) گویا زمین سمن و یاسمین سے پُر ہوگئی۔ رُوئے و پُشت میں تضاد ہو۔

ساقیِ خورشید وشِ ماہ چہر دَور ہمی کرد چو مہر بر سپہر

اس شعر میں خورشید، ماہ، سپہر، دَور الفاظ متناسب ہیں۔

سینۂ خسرو زتست آئینۂ زنگ خورد مصقلۂ وصل کو؟ تا بزدایدہ مرا

آئینہ، زنگ، مصقلہ الفاظِ متناسب ہیں۔

حوض کہ دَورش زتسلسل نشست دَورِ مے از دَورِ تسلسل بجست

فصلِ دَے اور شدت سرما کے بیان میں کہتے ہیں کہ:۔

اس قدر پالا جم گیا تھا کہ حوض کے دَور کا تسلسل ختم ہوگیا۔ لیکن مادے کے دَور کا تسلسل قایم رہا۔

دَور و تسلسل اصطلاحِ حکمت اور الفاظ متناسب ہیں۔

دور کے معنے یہ ہیں کہ ایک شے موقوف ہو دوسری پر اور دوسری موقوف ہو اُسی پہلی پر جیسے مرغی کا وجود انڈے پر انڈے کا وجود مرغی پر موقوف ہو۔ تسلسل سے یہ مراد ہو کہ غیر متناہی اشیا کا وجود ایک ہی وقت میں ایک دوسرے پر موقوف ہو۔ اور یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہے۔ ختم نہ ہوتا ہو۔

گم شده ام - راہ نمایم تو باش | بے بصرم - نور فزایم تو باش

دیگر

بے کرمے نام فروشی کنند | بے گہرے مرتبہ کوشی کنند

دیگر

برق بہر تجے بتابے دگر | دشت ز ہر جبے بآبے دگر

دیگر

تیغ برگیر تا ز سر بر جہم | تیر بکشاے کز نظر بر جہم

دیگر

مہر چہ جوئی ز وفاے کہ نیست | روے چہ بینی بصفاے کہ نیست

دیگر

منزلِ سعدین شود برجِ تخت | مجمعِ بحرین شود روے بخت

دیگر

ہر طرفش رہ بنقابے دگر | ہر قدمش سیر بر آبے دگر

ذو قافیتین

اُس شعر کو کہتے ہیں جس میں دو قافیے ہوں یہ بھی ایک صنعت ہے

تن ز غنیمت بہزیمت سپرد | بُردنِ جاں را بہ غنیمت شمرد

دیگر

دیگر

نورِ ہدایت بچراغم رساں　　بوئے عنایت بدماغم رساں

دیگر

از حدِ ناسوت بروں تاختہ　　بر خطِ لاہوت وطن ساختہ

دیگر

ہر قدمے یک گل و صد آبجوے　　ہر چمنے صد گل و صد آبروے

دیگر

بر فلکش سایہ طرف بر طرف　　تا فلکش پایہ شرف بر شرف

دیگر

از دو طرف تخت مطرف شود　　وز دو شرف بخت مشرف شود

دیگر

غمزدگاں را بطرب دلکشاے　　گمشدگاں را بکرم رہنماے

دیگر

خستہ تن را بفنا در کشاے　　جوہرِ جاں را بہ بقا رہنماے

دیگر

طفلِ گیا را ز ہوا ریخت شیر　　مغزِ جہاں را ز صبا زد عبیر

دیگر

اشارہ ہی۔

رفت و بر اورنگِ سکندر نشست ۔۔۔ درصفِ پیلاں سدِ یاجوج بست

یہاں اشارہ ہی اُس واقعہ کی طرف کہ سکندر نے قوم یاجوج و ماجوج کا حملہ روکنے کو سدِ روئیں بنائی تھی۔

تنسیق الصفات

یہ ہی کہ ایک موصوف کے کئی اوصاف پے در پے ذکر کریں۔

بادا ہمہ وقت بشادی و ناز ۔۔۔ بادہ کش و خصم کش و بزم ساز
لشکرِ مشرق زا دو ھمایہ بنگ ۔۔۔ چیرہ دل و خیرہ کش و تیز چنگ

خیرہ، چیرہ میں تجنیس خطی بھی ہی۔

چند ہزارش ز سوارانِ کار ۔۔۔ تیغ زن و کینہ کش و نامدار

نظمِ مسجع

وہ ہی کہ قصیدہ یا غزل کی ہر بیت میں سوائے مطلع کے تین تین قافیے ہوں اور چوتھا قافیہ قصیدہ یا غزل کی زمین کا ہو:۔

چنانچہ اس مثنوی میں ایک مسجع غزل موجود ہی۔

اے زندگانی بخشِ من! لعلِ شکر گفتارِ تو ۔۔۔ در آرزوئے مردنم از حسرتِ دیدارِ تو
گر شہد باشد بر زباں۔ یا آبِ حیواں در دہاں ۔۔۔ گفتار میگویم کہ آں نبود مگر گفتارِ تو
زیں پس بخوباں ننگرم۔ در کوئے ایشاں نگذرم ۔۔۔ گر ہیچ یکرہ جاں برم! از غمزۂ خونخوارِ تو

چرخ زبیداد عناں تافتہ　　　مملکت از ظلم اماں یافتہ

دیگر

چنگ نوازاں بہوا سر کشید　　　چنگ نوازندہ نوا بر کشید

ہوا، نوا، سر، بر ہر مصرعہ میں دو دو قافیے ہیں۔

دیگر

خوشۂ چرخ از علف خانہ خیز　　　بر عروسان سحر دانہ ریز

دیگر

جملۂ عالم بوفا جوئیش　　　خاطر خسرو بہ ثنا گوئیش

دیگر

آتش ازاں جا کہ بدل جای کرد　　　دود برآمد ز نفس ہای سرد

دیگر

آب معانی ز دلم زاد زود　　　ز آتش طبعم بقلم داد دود

تلمیح

یہ ہے کہ کلام میں کسی قصہ یا واقعہ کی طرف اشارہ ہو جو مشہور ہو یا کتابوں میں مذکور ہو۔

شرط کرم بیں کہ بہنگام جنگ　　　گوہر خود ریخت بیاد اش خنگ

اس شعر میں جناب رسالتمآب صلعم کے دندان مبارک کے شہید ہونے کی طرف

اس مثنوی کے یہ دونوں شعر بھی اسی طرح کے ہیں۔

ہست ز یکسو تو میراثِ شاہ — من ز سہ سو شاہم و تو میراث خواہ

مصرعہ ثانی میں ز۔ س ۔ش کے اجتماع سے کسی قدر ثقالت پیدا ہو گئی ہے۔

زشت تر از زنگ شدہ بوے شمال — پست تر از پشت شدہ روے شمال

دوسرا مصرعہ زبان پر آسانی سے جاری نہیں ہوتا۔

پاے ستوراں بزمیں در شدہ — گاوِ زمیں را سُم شاں سر شدہ

دوسرے مصرعہ میں ایک گونہ ثقالت پیدا ہو گئی ہے اس ۔ش کے اجتماع سے۔

ضلع جگت کا اعتراض

مولانا شبلی مرحوم نے شعر العجم میں حضرت خسرو کی لفظی رعایتوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ "کہیں کہیں وہ ضلع جگت کی حد کو پہنچ گئی ہیں"۔ لیکن اس مثنوی میں تو صرف ایک شعر ہے جس کو ضلع جگت کہہ سکتے ہیں:-

طفلِ شگوفہ برہ افتادہ مُرد — شاخ بدید و بغا دل سپرد

قبولِ عام

جس طرح خواجہ نظامیؒ کی مثنویات خمسہ میں سے سکندر نامہ کو زیادہ شہرت اور قبولیت نصیب ہوئی اسی طرح خسرو کی تمام مثنویات میں قران السعدین کو قبول عام کا فخر حاصل ہوا۔

در کوے تو بر ہر درے۔ افتادہ می بینم سرے ‏ ‏ این نیست کارِ دیگرے جز کارِ تست و کارِ تو

خواہی نمکزن ریش را۔ خواہی بکش درویش را ‏ ‏ ہر چونکہ خواہی خویش را۔ بربستہ ام در بارِ تو

چوں غم بگفتار آورم۔ یا گریہ در کار آورم ‏ ‏ یا رُو بدیوار آورم۔ بارے بجانِ دیوارِ تو

خواہی کہ بر ہر خندۂ۔ پیشش افگنی افگندۂ

اینک چو خسرو بندۂ۔ نو بردۂ بازارِ تو

قافیہ معیوب

دو ایک جگہ اس مثنوی میں شائگاں قافیے بھی آگئے ہیں اگرچہ اس قسم کے قافیے کو اہلِ سخن نے جائز رکھا ہو مگر اس کو معیوب سمجھا ہو۔

باد زند دست بدستِ ہمہ ‏ ‏ وز دمِ او باد بدستِ ہمہ

ایک اور شعر میں ایسے قافیے ہیں جن کو شائگاں بھی نہیں کہہ سکتے۔

بادِ خزاں ہر دو از آنجا کہ بود ‏ ‏ خشک شدہ شاخ ہم آں جا کہ بود

ممکن ہو کہ اس شعر کی کتابت میں کچھ غلطی ہوئی ہو۔

تنافر

دو ایک اشعار میں تنافر بھی پایا جاتا ہو۔ تنافر اُسے کہتے ہیں کہ ہر ایک لفظ بجاے خود تو فصیح ہو مگر اُن کے اجتماع سے تلفظ میں گرانی پیدا ہو جاتے اور وہ زبان پر آسانی سے رواں نہ ہو سکیں جیسا کہ حضرتِ نظامیؒ کے اس شعر کا دوسرا مصرعہ مشہور ہی:۔

زسُمِ ستوراں دراں پہن دشت ‏ ‏ زمیں شش شد و آسماں گشت ہشت

خاتمہ

(از خاکسار مقدمہ نگار)

مثنوئ چند جز این مثنوی — ہست نگارِ قلمِ خسروی
خرم و خنداں چو گلِ بوستاں — تحفۂ نغز است پئے دوستاں
ہاں مگر این نامہ کہ دانیش نام — یافت از آں جملہ فراتر مقام
چشمِ ہنر بیں شدہ حیرانِ او — ریختہ نیرنگ ز الوانِ او
دیدۂ بینندہ مگر دید نقش — سیر مگر دیدہ ز گل چید نقش
ہر چہ فزوں دید فزوں شد ہوس — کرد ثنا ہا خرد نکتہ رس
بیتِ قصیدہ چو مغے در گذشت — ہر غزلے ہمچو غزالِ بہشت
موج زناں نظم چو آبِ رواں — از نفسِ طوطئ عذب البیاں
داد نوا سنجئ آں نغز گو — تا بدہد بلبلِ شیراز کو؟
طوطئ ہند ار بنوا آمدے — بلبل ز ایراں بہ ثنا آمدے
من کہ ندانم روشِ یا رسی — بے خبر ہندیم ار دو ارسی
من ز کجا نقدِ سخن از کجا؟ — کاسۂ تہی و عمل از کیمیا!
گر ز کجی سازِ خطا می زنم — بانگِ کرم زن کہ کجا می زنم
در قلم افتادہ دریں باب راست — راستیش حضرتِ نواب راست
خانِ فضائل حشم اسحٰق خاں[1] — آئینۂ حسرتی[2] نکتہ داں
پر خردم از سرِ سودا و سود — دامِ دلم خاطرِ دالاش بود

۱ حاجی نواب محمد اسحٰق خاں مغفور رئیس جہانگیرآباد و بلند شہر و آنریری سکرٹری ایم اے او کالج علی گڑھ ۱۲

۲ حاجی نواب محمد مصطفیٰ خاں خلد مکاں المتخلص بہ شیفتہ و حسرتی رئیس جہانگیرآباد و دہلی ۱۲

اب سے نصف صدی پہلے تک جب کہ فارسی زبان کی درس و تدریس کا عام رواج تھا سکندر نامہ اور قران السعدین یہ دونوں مثنویاں ہمارے مکاتب میں داخلِ درس تھیں۔ اسی لیے بڑے بڑے قابل لوگوں نے ان کتابوں پر حواشی لکھے اور ان کی شرحیں مرتب کیں۔ رفتہ رفتہ وہ رواج کساد سے تبدیل ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اب ان کتابوں کے پڑھنے پڑھانے والے نادراتِ روزگار میں شمار ہونے لگے۔

قران السعدین کے اسباب قبولیت سے اوّل وہ چند خصائص ہیں جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور ان خصائص نے اس مثنوی کو محض مثنوی نہیں رکھا بلکہ نظم کے اصنافِ ثلثہ کا ایک بامزہ مرکب بنا دیا ہے جس میں ہر مذاق کا سامانِ ضیافت موجود ہے۔ قصیدہ کی جگہ قصیدہ غزل کی جگہ غزل اور مثنوی کی جگہ مثنوی۔ پھر مثنوی میں محض قصہ گوئی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر موسم اور اُس کے لوازم کی تفصیل ہے۔ ہندوستان کے پھولوں اور پھلوں کا ذکر ہے دلی اور اُس کی عمارتوں کا بیان ہے۔ یہ مضامین اہلِ ہند کے لیے قدرتاً موجبِ انبساطِ خاطر ہیں۔

اصل قصہ بھی ہندوستان کا ایک تاریخی واقعہ ہے اور حضرت خسروؒ نے اکثر چشم دید حالات کو نہایت وضاحت سے نظم کیا ہے۔ اس لیے تاریخی حیثیت سے بھی وہ حالات قدر و وقعت کے قابل ہیں چنانچہ بعد کے مورخین نے کیقباد کی سلطنت کے ذکر میں اس مثنوی کے اشعار سے اکثر واقعات کا استناد کیا ہے۔

ان تمام خوبیوں کے علاوہ تشبیہ و تمثیل کی ندرت، اسالیبِ بیان کی تازگی، نئے نئے الفاظ کی کثرت اور سب بالاتر خسروؒ کا حسنِ بیان ہے جس نے اس مثنوی کو قبولِ عام کا خلعت پہنایا تھا۔

مثنوی

قِران السّعدین

خسروؒ

ساختہ گشت از روشِ خامۂ
از پسِ شش با چنیں نامۂ
در رمضاں شد بسعادت تمام
یافت قران نامۂ سعدین نام
آں چہ بتاریخ ز ہجرت گذشت
بود سنہ ششصد و ہشتاد و ہشت
(از مثنوی قران السعدین)

تا ختام ہرزہ براہ دراز | بر اثر حکم۔ نہ از روئے آز
نوبتِ پیری و منم طفلِ راہ | عاجزم و عاجزیم عذر خواہ
خوش مثلے گفتہ و در سفتہ اند | "پیری و صد عیب چنیں گفتہ اند"
نیز سپاسے بجنابِ بشیر[1] | خلق وے آمیختہ شکر بہ شیر
یاوریِ او کہ بے کار کرد | از کتبِ خواستہ انبار کرد
خامہ زنِ من کہ حسن چشتی ست[2] | رہرو و آبم و خطش کشتی ست
ہر ورقے نقشِ نو انگیختن | لعل و دُر از نوکِ قلم ریختن
کز لبِ و بر رخِ کاغذ رواں | لیک نہ بینی ز ستردن نشاں
عارضِ کاغذ کہ سمن زار بود | گشتہ کنوں سرخ و سیاہ و کبود
لاجرم آں کاغذِ زار و حزیں | شد ہمہ تن پیرہنِ کاغذیں
از رخِ شاں خامہ کہ دُر دی کش ست | یادِ بزرگاں بدر و دے خوش ست
شعرِ تو اے خسروِ شیریں بیاں! | زندہ جاوید۔ تو ہم زندہ ماں
خضر توئی و سخن آبِ حیات | نوشِ تو بادا سخن از عینِ ذات
شعرِ تو پروردۂ درد ست و سوز | شعلۂ او سرد نگشتہ ہنوز
گرچہ گذشتہ است ششصد و زل | لیک نہ کم شد تفِ سوزِ دروں
تا دمِ گرمِ تو فغاں بر کشید | آتشِ سوزندہ زباں در کشید

شاد بماں خسروِ جنت نشیں

باد بجانِ تو ز حق آفریں

---

[1] شیخ بشیر الدین صاحب بی اے ایل ایل بی آنریری مجسٹریٹ میرٹھ [2] ایم حسن چشتی اندر کوٹ شاہ پیر خاں میرٹھ

امیرؔ نے مثنوی کے اشعار کی تعداد ۳۹۴۴ بتائی ہے ؎

در ز جمل باز کشائی شمار

نہ صد و چار و چہل و سہ ہزار (صفحہ ۲۳۰ متن و ۹۵ مقدمہ)

مگر موجودہ نسخہ میں یہ تعداد صرف ۳۶۹۰ ہے، یعنی ۲۵۴ ابیات کم ہیں۔ ۷۷ عنوانات کے ۷۷ اور ۲۱ غزلوں کے ۱۹۰ اشعار (اصل ۳۹۴۴ یا موجودہ ۳۶۹۰ کے علاوہ) ہیں

محمد مقتدی خاں شروانی

فہرست مضامین

متن

قران السعدین

مثنوی ہٰذا کے عنوانوں کی دو قابل لحاظ خصوصیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ بھی منظوم ہیں دوسرے یہ کہ اوّل سے آخر تک اس طرح مرتب و مسلسل ہیں کہ ان کو بہ یک نظر پڑھنے سے کتاب کے مضامین کا ماحصل و دل خلاصہ عمدہ طور پر مفہوم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خود مصنف علیہ الرحمۃ نے ان اشعار میں اس کی جانب کنایہ فرمایا ہے ؎

طرزِ سخن را روشِ نو دہم — سکۂ ایں ملک بجز تر دہم
نو کنم اندازۂ رسمِ کہن — پس روی پیش روانِ سخن
در نگرم تا چہ دُر افشاندہ ام — تا بچہ ترتیب سخن راندہ ام
کامم ازیں نامۂ عنواں کشائے — نامِ بلند ست کہ ماند بجائے (صفحہ ۲۳۸-۲۳۹)

اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ فہرست مضامین میں ان عنوانوں کو یک جا کر دیا جائے اور عشترلیں جو متن کے اندر بیچ بیچ میں آتی جاتی ہیں اُن کا سلسلہ جدا قائم کر دیا گیا ہے اور بطور حوالہ کے صرف مطلع کا پہلا مصرعہ درج کیا گیا ہے۔

اسی ضمن میں چند الفاظ مثنوی کے اشعار کی تعداد کے متعلق کہنا چاہتا ہوں۔ کیوں کہ مولٰنا محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم (غالباً مقدمہ کے ختم کرتے ہی انتقال فرما جانے کی وجہ سے) متن کی جانب توجہ نہ فرما سکے تھے اور مقدمہ کے اندر انہوں نے صرف یہ تحریر فرمایا ہے کہ حضرت

غزلیات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

شکر گویم کہ بتوفیقِ خداوندِ جہاں — بر سرِ نامہ ز توحید نوشتم عنواں

نامِ ایں نامۂ والا ست قران السعدین — کز بلندیش بسعدین سپہرست قراں

حمدِ خداوند سرایم نخست — تا شود ایں نامہ بنامش درست

واجبِ[1] اول بوجودِ قدم — نے بوجودے کہ بود از عدم

بیشتر از وہمِ خردپروراں — بیشتر از فہمِ فراست گراں

نور فزائے بصرِ[2] دوربیں — دیدہ کشائے دلِ عبرت گزیں

فکرتِ صاحب خرداں خاکِ او — معترفِ عجز در ادراکِ او

دل متحیر کہ چہ داند ورا — روح دریں گم کہ چہ خواند ورا

زہرہ ندارد خردِ دستِ[3] خیز — تا کند اندیشہ دریں راہ تیز

---

[1] یعنی خداوند تعالی واجب الوجود ست ای ذات وے مقتضی وجود او ست و اول ست ای وجود وے پیش از ہمہ چیز ست پس واجب و اول صفت بعد صفت ست مر خداوند را و اول را صفت واجب آوردن از برائے احتراز ممکنے کہ واجب بالغیر ست ۱۲ [2] یعنی بصری کہ نظر بر عواقب امور و غوامض حکم و مصالح ایزدی می اندازد نور العین و شناسائی او را می افزاید ۱۲ [3] از آں رو دست خرد گفتہ کہ جولان وے اول در راہ خرد ست و بعد یافتن تا دور رساندہ ۱۲

نوٹ - مندرجہ بالا طریق پر مضامینِ متن کی فہرست مرتب ہو چکنے کے بعد حضرت امیرؒ کے دیوان بقیۂ نقیہ کے ایک نہایت قدیم نسخہ کا حال معلوم ہوا جس کے مضامین کی فہرست بھی منظوم عنوانوں کے یکجا جمع کر دینے کے ذریعے سے مرتب کی گئی ہے اور اغلب ہے کہ یہ ترتیب خود مصنف رحمتہ اللہ علیہ کی دی ہوئی ہے۔ علاوہ بریں اس مثنوی کے اندر حسن اتفاق سے ایسی قابلانہ اور پر از معلومات تمہید و تنقید کا جمع ہو جانا بھی ایک نہایت عجیب اور نادر قران السعدین ہے۔ ایک سے زیادہ امور میں توارد درحقیقت ایک ایسا لطیفہ ہے جس کی توجیہ صرف خسروؒ کے روحانی فیض کے حوالے سے ہو سکتی ہے۔ بزواللہ مضجعہ۔

محمد مقتدیٰ خاں شروانی

غیرتِ غیر از قدرش دور به ۱؎ — پاک ز امکانِ تغیر چو غیر

شرک نه بر مملکتش دست یائے — خود نتواں بود بشرکت خدائے

فطرتِ هستی نه باسباب ساخت — بے سبب غیر عَلَم بر فراخت

نقشِ صور کرد به آلت نه کرد — بر فلک و طبع حوالت نکرد

چون و چرا نقش طرازِ تن است — آئینهٔ صورت ازو روشن است

آن که نگنجد بخیال و صُوَر — چون و چرا کے کند آن جا گذر

پاک ز آلودگی آب و خاک — پاک تر از هر چه بگویند پاک

نے کس ازو زاده نه نے او ز کس — زادن و نازادنِ ما زوست و بس

دیدنِ خود گفت بما در نهفت ۲؎ — شاد هماں کس که بدید و نگفت

دیدنِ او هست ز هم دم دروغ — تا هم ازو دیده بیابد فروغ

چشمِ جهت بینش ۳؎ چه بیند بنور — تا نکند خود جهت از دیده دور

بسته مکان را بجهات و صفات — هم ز مکان فارغ و هم از جهات

بے همه جا و بهمه جا درون — در همه جا و ز همه جا برون

راستی او به درستی که خواست — راست درست آنچه کند جمله راست

۱؎ یعنی حریم حق جل شانه عالی ترست ازانکه غیر او برو غیرت برد و دعوی مساوات او کند چه غیرت در اقران و در صفت ممکن الحصول باشد منزه است ز امکان تغیر ۱۲ ۲؎ این بیت ترجمه آیهٔ لا تدرکه الابصار و هو یدرک الابصار ست یعنی بینائی ها او را نمی یابند و او بینائی ها را می یابد یعنی ما را الحکم داد که من برملا بنظر نخواهم آمد بل پوشیده از چشم ظاهر ۱۲ ۳؎ ضمیر شین راجع بر دم است و درین مصراع تلمیح است بحدیث که چون آنحضرت صلی الله علیه وسلم از معراج باز آمد صحابه پرسیدند که یا رسول الله تو خدا را دیدی بجواب گفت خدائے تعالی نور است چه طور دیده شود ۱۲

آدمی این جا بسخن راہ جوست | لیک سخن کے رسد آنجا کہ اوست
ہر کس ازو آمدہ در گفت و گوے | معرفتش از ہمہ پوشیدہ روے
رخش عقل در رہش افگندہ سُم[۱] | علت و معلول در رہ برد و گم
کس نبرد راہ بہ تحقیق او | در برد الّا کہ بتوفیق او
من کہ ہمہ ہستی من نیستی ست | ہستی بے نیست ندانم کہ چیست
ہستی ما نزد خرد اندکے ست | واں ہمہ با نیستی ما یکے ست
نیست شناسندہ ہستی مگر | آنکہ ورا نیست ز ہستی گذر
نیستی از ہستی او تست دست | ہست بود نیست شود ہر چہ ہست
ثابت مطلق[۲] بصفات احد | زندہ باقی بقائے ابد
بود در اول کس ازو پیش نہ | ماند در آخر کس ازو بیش نہ
حادثہ را با ازلش کار نے | نقش فنا با ابدش یار نے
حکمت و حکمش کہ ندارد زوال | ہم ز خلل خالی و ہم از خیال
کرد خرد وحدت او را سجود | ثانی او ممتنع اندر وجود

---

[۱] سم افگندن کنایت از عجز و درماندن ست حاصل معنی ایں کہ چوں دلیل در راہ معرفت حق بجائے نرسیدے مدلولے کہ بوسے ثابت شود و معرفے کہ از وے حاصل آید نیز گم و لاشے خواہد بود پس ہم علت گم گشت وہم معلول ۱۲ [۲] ثابت اے موجود دایم مطلق اے منزہ از جمیع قیود ۔ مراد با حدیت صفات آنکہ ہر یک از صفات حق فی نفسہا واحد ست تکثر و تعدد بکثرۃ متعلقات ست مثلاً علم یکے ست و کثرت او باعتبار کثرت معلومات ست و قدرت یکے تعدد او باعتبار تعدد مقدور ست ایں چنیں سایر صفات ۱۲

حقۂ تن را بفنا در کشاے | جوہرِ جاں را ببقا رہنماے
زآبِ عنایت[1] گہر انگیختہ | در صدفِ کن فیکوں ریختہ
قطرۂ احسانش بفیضِ عمیم | حملِ صدف بستہ ز درِّ یتیم
حجلہ کشِ جلوۂ بکرانِ باغ | خاص کنِ عطر بہ قصرِ دماغ
نقش طرازے کہ بصنعِ بدیع | راند قلم بر صفحاتِ ربیع
نامۂ[2] گل را بہ ثنا خامہ کرد | نامیہ را حرف کشِ نامہ کرد
سنبلِ تر بر رخِ گلشن کشید | سنبلہ را دانہ بخرمن کشید
طفلِ گیا را ز ہوا ریخت شیر | مغزِ جہاں را ز صبا داد عبیر
نافِ[3] شگوفہ ز بخورِ نسیم | کرد بعنبر نفسی مستقیم
جلدِ چمن را کہ ورق کرد باز | مہرِ خودش داد بعنوانِ راز
چشمِ سحاب از نمِ دریا کشاد | چشمۂ آب از دلِ خارا کشاد
چار گہر کرد جہاں را پدید | در کرۂ شش جہت اندر کشید
دورِ زمیں را بزماں باز بست | دام و دد از وے باماں باز رست

---

[1] تواند کہ از گہر جوہرِ اوّل کہ روحِ محمدی ست مراد باشد و ریختن در صدفِ کن فیکوں عبارت از ایجاد او ست و تواند کہ گوہر انسان مراد باشد و از صدفِ کن فیکوں فلک یا عالم ۱۲ [2] اضافت نامۂ گل بیانیہ ست نما و نمو کہ ست یعنی بالیدگی نامیہ قوتے کہ صفتِ نمو داد و تقریر یعنی آنکہ اللہ تعالیٰ از برائے نوشتن نامۂ گل بے بحثۂ آوردن گل نما را بجائے قلم و نامیہ را بمنزلہ کاتب نامۂ گل ساخت ۱۲ [3] بخور خوشبوئے معنبر نفس حرکت با نفسے محمل کہ فارسی باشد یعنی نیکو یعنی یک عنبر آلود نفس مستقیم ای درست و دیر پا و محمل کہ یائے وی یعنی مصدر باشد اے عنبر آلود نفس بودن فاعل او اللہ تعالیٰ ست و مفعول او ناف شگوفہ یعنی ناف شگوفہ معنبر نفس بلغت یا آنکہ معنبر نفسے بودن بوجہ استقامت داد و در بعض نسخہ بعنبر نفسے ست اے ناف شگوفہ بعنبر نفسے اے عنبر نفس بودن ثابت نکرد ۱۲

راست روی بردہ ز بے حاصلان | دادہ درستی بشکستہ دلان

غمزدگان را بطرب دلکشائے | گم شدگان را بکرم رہنمائے

مونسِ ہر دل کہ فراغیش نیست | محرمِ ہر شب کہ چراغیش نیست

ہر چہ نہ او در خطِ امکانِ[۱] اوست | ہر چہ جز او بندۂ فرمانِ اوست

روزیِ ہر کس برساند بسے | منتِ روزی نہ نہد بر کسے

داد بلب[۲] روزیِ تن را کلید | جستہ و ناجستہ بخواہد رسید

کن مکن او راست ز نو تا کہن | ہر چہ کند کیست کہ گوید مکن

عالمِ برحق نہ بتعلیمِ کس | ہر ہمہ زو یافتہ تعلیم و بس

ہر چہ کند در کل و در جزء اثر | کلی و جزئیش بود زان خبر

مور بہ جائے کہ نہد پائے راست | او بشبِ تار بداند کجاست

آنچہ بہستی رقمش حرف جوست | خامہ گزارِ قلمِ صنعِ اوست

صانعِ بے عیب ز علت بری | نور فزائے قمر و مشتری

غالیہ سائے شبِ مشکیں پرند | پردہ برانداز سپہرِ بلند

نور دہِ انجمِ خورشید تاب | سبز کنِ خاک بتاثیرِ آب

---

۱ ماسوائے حق داخل امکان اوست یعنی از جملہ ممکنات مخلوق اوست یا آنکہ از قدرت اوست یعنی ایجاد و عدم آن نزد او برابر است امکان بمعنی قدرت بسیار آمدہ ۱۲ ۲ یعنی لب را کلید تن گردانید کہ از شے در روزی او کشادہ شود و مداً آنکہ روزی کہ مقسوم رزق است مخصوص بخوردن و آشامیدن نیست بلکہ ہر چہ شخص کہ در معیشت و تمدن محتاج آنست روزی اوست و میتوان از کلید سخن مراد داشت زیرا کہ سخن سبب تحصیل اسباب معاش است ۱۲

گرچہ نیاید ز منِ خاکسار ‌‌ ‌ زانچہ شوم بر درِ تو رستگار

ہم بتو ام ہست امیدِ تمام ‌ ‌ گر ز درِ تو رد نشوم والسّلام

در تضرّع بہ درِ حق کہ گنہگاراں را
داد بارانِ گنہ شوے ز عینِ غفراں

اے بجلالت قدم آراستہ ‌ ‌ شُبہہ[1] ز شُبہت ز میاں خاستہ

ذاتِ تو پیداست ولے نے چو من ‌ ‌ من ز تو پیدا او تو از خویشتن

نیست ثنا ہائے کمالِ تو کس ‌ ‌ ہستیِ خود ہم تو شناسی و بس

دانشِ ہر کس کہ بسویت گزشت ‌ ‌ یک دو قدم رفت عناں تاب گشت

فکر دریں پردہ براز ایستاد ‌ ‌ بانگ زدش حیرت باز ایستاد

عقل دریں خطہ ٹانے نیافت ‌ ‌ خطِّ اماں جست و نشانے نیافت

دل بتو دادہ است نشانی مرا ‌ ‌ در تو رسم گر برسانی مرا

سوئے خودم کش کہ الٰہی شوم ‌ ‌ خازنِ گنجینہ شاہی شوم

آں عمل آور ز من اندر وجود ‌ ‌ کاں بتو ام راہ تواند نمود

وانچہ دلم راز تو دوری دہ است ‌ ‌ دور ترک دار کہ دوری بہ است

نورِ بصر دہ بشناسائیم ‌ ‌ تا بنود جز بہ تو بینائیم

---

[1] شُبہ اول بمعنی شک و شِبہ بالکسر بمعنی نظیر یعنی ایں شبہ از میاں برخاست کہ کسے نظیر تو باشد بشرح آیۂ لیس کمثلہٖ شیٔ ۱۲

سلسلۂ آب زن بر زرہ — طوقِ زمیں کرد گرہ بر گرہ

باد محیطِ کرۂ آب ساخت — نار بہ پیرامنِ آن بر فراخت

کحلِ شب از دیدۂ انجم نمود — نورِ دل از سینۂ مردم نمود

طالعِ مردم ز شمارِ نخست — کرد بتقویمِ عنایت درست

زآب چناں کرد مصوّر خیال — کاں بتصوّر ننماید جمال

نقش چناں بست بہر تن کہ ہست — کش بدلِ خود نتواں نقش بست

قصرِ جسد را بہ ہمیں داوری — زآب و گلے کرد عمارت گری

دفترِ دل را خطِ شاہی نوشت — جائزۂ سرِّ الٰہی نوشت

جاں کہ بہر جسم روانیش داد — پرتوے از نورِ خدائیش داد

گوش بآوازِ سخن تازہ کرد — وز سخن آفاق پر آوازہ کرد

ما کہ نبودیم۔ بہ بود آمدیم — از عدم از روئے بجود آمدیم

کیں در اگر او نگشادے بما — دولتِ ایں خانہ کہ دادے بما

نورِ بصر داد کہ بینا شدیم — چشم کشا شد کہ شناسا شدیم

معرفتش گر نشدے رہنمائے — نے ز خود آگہ بُدے نے از خدائے

گر ہمہ زاندیشہ جگر خوں کنم — شکرِ چنیں مرحمتے چوں کنم

طاعتِ ما نے کرمش بے قیاس — وائے براں کس کہ نگوید سپاس

اے صفتت بندہ نوازندگی — از تو خدائی و ز ما بندگی

جز تو شناسندهٔ این راز کیست — کامدنِ در فتن بانہب چیست
به که چو آوردی و بازم بری — ہم بسوئے خویش فرازم بری
جز برہِ خویش مدارم مدار — در بتو امید ندارم مدار
پردہ برانداز کہ چوں لاشوم — پردہ کشائے درِ الّا شوم
گم شدہ ام راہ نمایم تو باش — بے بصرم نور فزایم تو باش
دامنِ ترآب ندارم بجوئے — دامنم از عینِ عنایت بشوئے
ساختہ سوختنم چوں خساں — آب ز سر چشمۂ غیبم رساں
گرچہ تنِ من ز پئے سوز راست — رحمتِ تو از پئے این روز راست
اے گنہ آمرز شفاعت پذیر — پر گنہاں را بکرم دستگیر
من کہ نہ نیکی ہمہ بد کردہ ام — نیک و بدِ خود بتو آوردہ ام
نیک بدم نیک نشد ہیچ بد — از منِ بد ساز نکش نیکِ خود
در بد و نیکم بتو امید وار — نیکی بپذیر و بدی در گذار
خود منم از فعلِ بد و کردِ زشت — کندۂ دوزخ نہ نہالِ بہشت
کندہ چو در سوختن آرد وبال — بیشتر از سوختنش کن نہال
ہست چو انعامِ تو اے کارساز — ق — از من و از طاعتِ من بے نیاز
مرحمتے کن کہ گنہ کردہ ام — نامۂ اعمال سیہ کردہ ام
عدلِ تو گر حکم بطاعت کند — ہمچو منے را کہ شفاعت کند

قوتِ دل بخش ز دینِ خودم — سینه قوی کن بیقینِ خودم

تا چو زعونِ تو قوی دل شوم — بو که توانم که بمنزل شوم

درد ندارد دلِ بے حاصلم — چاشنیِ درد نِه اندر دلم

حسنِ عمل نیست که پیش آورم — عذرِ رسوائیِ خویش آورم

بر منِ رسوا شده عیب کوش — عیب تو پوشی که توئی عیب پوش

گر همه نیک ست عمل یا بدم — دیده برافروز بعیبِ خودم

چوں کژیِ دل کندم خود پرست — آئینهٔ راستیم ده بدست

در بسوئے راستی آید سرم — راست چناں دار که زاں نگذرم

هر رهِ خیرے که بگیرم بپیش — راهبرم بخش بتوفیقِ خویش

وانچه به بد ره برد انجامِ کار — از من و از خاطرِ من دور دار

معرفتم ده که شناسا شوم — بخردیم بخش که دانا شوم

نورِ هدایت بچراغم رساں — بوئے عنایت بدماغم رساں

اے ز کرم بر دلِ ما در کشاے — گم شدگاں را سوئے خود رهنماے

بر درِ تو بسته ام امید بار — بار کشا بر منِ امیدوار

باز کن از روضهٔ رحمت درے — بو که بیابم ز سعادت برے

از درِ خویشم بدرِ کس مراں — خود چه کشاید ز درِ دیگراں

من که بحکمِ تو دریں کارگاه — از عدم ایں سو زده ام بارگاه

اے کرمت غسل گنہ را سحاب ق مرحمتے کن کہ بیوم الحساب
گر مثل نیک و اگر بد شوم درکنف ظلِّ محمد شوم

نعتِ سلطانِ رُسل آنکہ مسیحا بدرش
پردہ دارے ست نشستہ زپسِ شادروں

پیشرو و کوکبۂ انبیا کوکبش از منزلتِ کبریا
کون و مکاں در خطِ امکانِ او کاین و من کان کمر کانِ او
کرد لوا نصب در ایوانِ ہو تختِ لوا آدم و من دونہٗ
از حدِ ناسوت برون تاختہ بر خطِ لاہوت وطن ساختہ
لعلِ وے از خاتمت آگہ شدہ خاتمِ انگشتِ ید اللہ شدہ
خاتمش از ہفت فلک حلقہ سا یافتہ از مہرِ نبوت طراز
گرچہ سلیماں شود انگشتریں خنصر او را نرسد در نگیں
گرد شدہ حلقۂ پیغمبراں خاتمش مہر نہادہ براں
ختمِ نبوت شدہ برہانِ او مصحفِ ختم آمدہ در شانِ او
سکہ چو از مہرِ نبوت کشاد محمدتش نام محمد نہاد
طرفہ کہ ہر حرف کز اں کم کنند فائدہ خاص فراہم کنند
گر دہنِ میم شود زو نہاں حمدِ خداوند کند بے دہاں

تا نشود عونِ تو ام دستیار / کے شوم از طاعتِ خود رستگار
خاصه که چون بنگرم احوالِ خویش / عذر نه و جرم ز اندازه بیش
اے بعنایت علم افراخته / کارِ دو عالم کرمت ساخته
در تتقِ سرِّ تو ام راه نیست / جز تو کس از سرِّ تو آگاه نیست
سرِّ مرا چون همه دانندهٔ / باز رهانم که رهانندهٔ
گر ز تو بر خلد براتِ منست / نامهٔ من خطِ نجاتِ منست
ور تو کنی سوئے جهنم رهم / در که پناهم که ز تو وارهم
عذر ندارم چه کنم بر گناه / عفوِ تو گو تا شوم عذر خواه
بر درِ تو آمده ام شرمسار / از شرِ من در گذر و درگذار
روے سیاهم بتو دارد امید / هم تو کنی روئے سیاهم سپید
کار بدستم چو ندادی نخست / کارِ من آخر همه بر دستِ تست
دستِ من آن دم که بماند ز کار / دست ز کارِ منِ مسکین مدار
از عملِ خود چو نشینم خجل / ذیلِ کرم پوش برین تنگدل
در شبِ تاریک چو بینی رهم / مشعلهٔ ده ز انارِ الکرم
چون شبِ من تیره شود روز بخش / شامِ مرا شمعِ شب افروز بخش
صبحِ قیامت که بود گرم تاب / ظلِ خودم بخش در آن آفتاب
پیشِ تو آرم چو حسابِ جفا / حسبِ کرم بخش ز حسبی کفا

در تتق بارگهش گاهِ بار　　　مایده کش عیسی و خضر آبدار

پیش چنان چشمهٔ دریا قیاس　　　نوح نبی آبی خود در هراس

موسی اگر در رهِ او نیست پیک　　　کی ارنی گوید و انظر الیک

زان رخِ گلگون که گل افشان شده　　　نار براهیم گلستان شده

خوی خوشش چون خوی گل گشت پاک　　　از خوی او گل بدمیده ز خاک

گل که لباسِ خوشیش در برست　　　از خوی دیباچهٔ پیغمبرست

ساخته نه حجره به از هشت باغ　　　هشت بهشت از نه او با فراغ

حجره نه و خلد نه از هشت بیش　　　یعنی ازان هشت به یک حجره پیش

تا بسریرِ عرب آن جم نشست　　　رعبِ عرب در همه عالم نشست

خطبهٔ لولاک بپرداخته　　　منبرِ نه پایه ازان ساخته

هستیِ او تا بعدم خانه بود　　　نقشِ وجود از همه بیگانه بود

چون ز وجودش عدم آوازه یافت　　　تختهٔ هستی رقمِ تازه یافت

سایهٔ رحمش که ز گردون گذشت　　　رزق رسان بر همه آفاق گشت

سایه ز بس نور نه بد پیش و پس　　　سایهٔ خورشید ندیده است کس

سایه نه و ظلِ سلامت ازو　　　سایهٔ خورشیدِ قیامت ازو

از پیِ خورشیدِ قیامت جهان　　　ساخته از گیسوی او سایبان

موی بموی گیسوی او مشکِ خشک　　　فرق نبوده مگر موی ز مشک

ور ز میاں حلقۂ حا گشت دو　　مدِ ظلالی دہد آں شاخِ نور

ور کمرِ میم دگر بر کشاد　　دال برحمت شد و آں در کشاد

تا در نامے کہ بہر حرفِ خویش　　تا دہ با بخشد از اندازہ بیش

نامِ محمّد بدو تدویرِ میم　　در حدِ خود یافت دو چشمِ سلیم

یعنی اگر کس ز محمّد پرد　　چشمِ وے آں بہ کہ ز حد نگذرد

بلکہ محمّد بدو میم درست　　یافت دو حلقہ بحدِ خویش چست

حلقۂ او سلسلۂ تافتہ　　ہر دو جہاں بستۂ آں یافتہ

در شبِ تاریکِ عدم رہ نبود　　ور چہ کہ رہ بود کس آگہ نبود

نورِ نخستش چو علم بر کشید　　شامِ عدم را سحر آمد پدید

ہستی ازاں نور چراغے بدست　　راہ نما گشت بہر کس کہ ہست

یافت نخست آدم ازاں نور تاب　　عطسہ زد از دیدنِ آں آفتاب

چشمش ازاں نور چو بینا شدہ　　عطسۂ او نورِ مسیحا شدہ

با دمِ مسیحاش چو دمساز شد　　مریم ازو حاملۂ راز شد

مردہ مسیحش بدمِ بندگی　　دم نزدہ بیشِ مے از زندگی

سینۂ آدم دم ازو یافتہ　　زخمِ عصا مرہم ازو یافتہ

بلکہ خود آدم بر ہش خاک بود　　خاکِ ورا کردہ ملایک سجود

آتشِ بدخواہ چو شد تابناک　　دولتِ او گشت بیک مشتِ خاک

من کہ بدل راستیم نیست کار | رستہ نگردم بجز آں رستگار

نے بہوا گفت اگر راز گفت | کانچہ بگفتند بد و باز گفت

ماہ ز ریش اثرے یافتہ | تاب نیاوردہ و بشگافتہ

گرچہ شب چاردہم راست مہ | چاردہ مہ توانش نہ بل چاردہ

ابرو و مژگاں قلم و نوں ہم | صورت او سورۂ نون والقلم

اُمّیِ دانا کہ بعلم فزوں | راندہ قلم بر ورق کاف و نوں

بے خط و قرطاس ز علم ازل | شکل لوح و قلمش کرد حل

چوں قلم اندازۂ علمش نداشت | علم بدل کرد و قلم را گذاشت

اعلم حاذق بوجود عدم | افصح صادق ز عرب تا عجم

آنکہ دریں پردہ مخالف نواست | گو بجا زآں کہ حجت بجاست

اے کہ نبی گفتۂ او گفتہ[۱] | مردہ تواں گفت اگر خفتہ

ہست مُبی گر سخن[قرآن][۲] آں بشر | تو بشری نیز بگوئی دگر

آنچہ دل از یک نقطش گم بود | کے بجد فکرت مردم بود

دور شو از حجت غیبت بدر | کیں ہمہ گفت آنکہ بُد اندر حضور

سخت تریں کفر کہ اعراب راست | خیر براہیں نشد ستند راست

---

[۱] دریں شعر تعقید ست یعنی اے کہ میگوئی قرآن گفتہ (کلام) نبی ست کلام خدا نیست اگر تو ازیں رمز غافلی ترا مردہ تواں گفت ۱۲ [۲] دریں بیت ہم تعقید ست یعنی اگر قرآن کلام نبی ست کہ او بشر ست آخر تو ہم بشر ہستی مثل او بگو۔ شرح آیۂ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ شَکٍّ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۱۲

بے غلط آنجا کہ چنیں مو بود — مشک نگویم کہ ز آہو بود

کعبہ ز مشکش بزمیں داد ناف — خوش دم ازو نافۂ عبد المناف

امت ازاں سلسلۂ مشکسائے — یافتہ منشورِ نجات از خدائے

اندکرمش غرقۂ آبِ فنا — یافتہ در بحرِ بقا آشنا

امنیِ امت ازاں گونہ جست — کامنِ خود از امنۂ خود نشست

عونِ عباد اللہ ازاں ساں نمود — کآفتِ عبد اللہ اش آساں نمود

عذر ز عاصی بود اندر گناہ — طرفہ کہ من عاصی و او عذر خواہ

سنگِ وقارش بصفِ اصطفا — مروۂ حلم آمد و کوہِ صفا

تیغ زبانش کہ چناں تیز بود — بدگہرش ہیں کہ بسنگ آزمود

سنگ کہ بر گوہرِ تیغش رسید — رخنۂ دندانش ازاں شد پدید

گرچہ کہ دندانہ فتادش تیغ — ہم سرِ بدخواہ برد بے دریغ

شرطِ کرم ہیں کہ بہنگامِ جنگ — گوہرِ خود ریخت بپاداشِ سنگ
دعا حق مختار ۱۲

خنجرِ تیزش ہمہ تن شد زباں — تا کند آئینِ شریعت بیاں

ریختہ از لب ہمہ دُرِّ ثمین — رشتۂ آں دُر شدہ حبلِ متین

خصمِ رکیکش بہ عیان و نہفت — شاعرے گفت ارچہ کہ شعرے نگفت

آنکہ بدو وحی پیاپے رسد — شاعرِ کذاب بدو کے رسد

وانکہ سخن راست کند از دروغ — پیشِ چناں مرد ندارد فروغ

داد نویدش که ازیں قعرِ چاه — خیز و بدہ پای ابد جوے راه

رو که کشاده درِ احسان تست — داعیهٔ دعوتِ یزداں تست

منتظر اند ملایک به پیش — منتظراں را نظرے ده بخویش

باز کشا دست درِ آسماں — پاے بروں نه ز زمین و زماں

خیمه ازیں دایره بیروں فگن — غلغله در عالمِ بیچوں فگن

در قدم افراز یزک را علم — ساقهٔ سوے عرش فرست از قدم (عقب سپاه ۱۲)

باز کشا صفِ جناح از ملک — برگزراں جنبشِ قلب از فلک

قلب رواں کن درِ سلطاں بزن — تیغ بروں کش سرِ شیطاں بزن

فرصت آں نیست که شینی بجاے — خیز بدولت برکاب آر پاے

صاحبِ معراج که ایں مژده یافت — روے ازاں موجِ دولت بتافت[۱]

برق صفت جست به پشتِ براق — گرد بمیثاق شتاب از وثاق (خانه ۱۲)

صفِ ملایک برکابش دواں — پیشرو کوکبهٔ خسرواں

طرقوا از غیب ندائے رهش — مشعله در پیش ز نور اللهش

چار ملک غاشیه بسته بدوش — هفت فلک حلقه فگنده بگوش

بر فلکِ ماه برآمد نخست — ماه که بشکست[۲] ازو شد درست

تاخت ازاں جاے بمیدانِ تیر[۳] — تیر[۳] دراں کیش شد آرام گیر

۱؎ بتافت یعنی روشن کرد ۱۲ ۲؎ بشکست از معجزهٔ شق القمر ۱۲ ۳؎ تیر اول عطارد و تیر دوم براق ۱۲

مدتِ ہفصد شد از وتا بما — تازہ ترست ایں خطِ والا بما

گر بگزافے بُدے ایں رہ بپائے — او شد و ایں نیز نماندے بجائے

ہرچہ نہ آثارِ خدائی دہد — کے ہمہ وقت روائی دہد

اینت شے کو زجہاں بست بار — دولتِ او تا بہ ابد پائدار

بارِ خدایا بحقِ آں رسول — کیں سخنِ چند کُن از ما قبول

وصفِ معراجِ پیمبر کہ شب روشن شد

سِرِّ اسریٰ[1] ش ز زلفِ مشک فشاں

چوں شبِ قدرش بفلک فردم — قدرِ ہزاراں شب ازاں نور زاد

شمعِ شبستانش کہ بر سر فراخت — دودۂ آں زہ شبِ معراج ساخت

چشمِ ملایک ز سوادے کہ داشت — کرد ہمہ گوشۂ آں شب نگاشت

موے وے از گیسوے کحلی نشاں — باز سیہ کرد ہمہ چشم شاں

نیم شباں پیکِ الٰہی ز دور — آمد و آورد براقے ز نور

پائے براقش کہ ز اختر گزشت — چشم کس از پائے وے آگہ نگشت

انجمِ آں شب ہمہ دیدہ سپید — طالبِ آں نور بچشمِ اُمید

ویں نتواں گفت کہ بود او بخواب — خفتہ کہ دیدست مہ و آفتاب

لہ اتباعِ رسمِ قرآن کردہ شد۔ تلفظ اسریٰ شش باشد ۱۲

آنکه با نگار درین دم زنند[1] | بر دهنش زن که زنخ می زنند

ای که ترا عقل درین شبهه دید | این خبر او داد که عقل آفرید

باخبرش عقل تو گر خویش نیست | عقل تو از دانش او بیش نیست

عقل تو تحقیق ترا در نیافت | کی بتواند بجهان ره شتافت

طور وگر بیشتر از عقل هست | وان نبود کی رسد آنجات دست

دست همان مرد بدان جا رسد | کز حد قوسین بادنی رسد

راست بقوسین درآمد چو تیر | چشم زما زاغ شده گوشه گیر

آن دو کمانش که بیکجا کشید | بانگ زه از چرخ بگوشش رسید

ترک کمان کرد قدم پیش برد | دست بآماجگه خویش برد

منزلتی یافت منازل نورد | کیف وکم از راه برون برد گرد

پردهٔ خویشی زمیان خاسته | مرتبهٔ بیخودی آراسته

آینه صورتش از سینه رفت | صورت ادراک ز آئینه رفت

چون زمیان رفته حجاب خیال | بی جهتش جلوه نمود آن جمال

رفت چو حد جهت از پیش وپس | از پس واز پیش خداوند وبس

نقش خود از راه فنا بر گرفت | نور بقا دید و ثنا درگرفت

بانگ برون زد بادای سپاس | شکر فزون کرد ز راه قیاس

---

[1] کسانیکه درین باب با نگار دم زن هستند بر دهن آنها طپانچه بزن که لغو می گویند ۱۲

زہرہ کہ دریافت ازاں صبح تاب[۱] — کرد حرارت بدفِ آفتاب

دید چو خورشید بدریائے نور — کرد زن چشمۂ بے آب دور

گشتہ دراں کوکبہ بہرام پست — تیغ بیفگند و بہم دست بست

یافت غبارے رہش مشتری — قیمتِ آں دادہ انگشتری

پرتو او تافت بروئے زحل — گشت نحوست بسعادت بدل

کرد ازآنجا بثوابت عروج — پُر ز خورشید شد از روئے بروج

یافت چو کرسیِ فلک را گذشت — عرش روان کرسیِ خود پیش داشت

پیشتر کز آں چو شدندش دلیل — لرزہ درآمد بپرِ جبرئیل

دامن ازاں پایہ فروتر کشید — پائے بدامانِ ادب درکشید

طائرِ عرشی بسوئے سدرہ راند — خطبۂ طوبیٰ لکش از دور خواند

جست بروں جوہرش از کن فکاں — یافت مکانے بحدِ لامکاں

از زبر و زیر بروں برد ذات — زیر و زبر ہیچ نماند از جہات

در محلے کز جہت آمد بری[۲] — زاب و گلش کرد عمارت گری

پیشتر از عقلِ کل از جائے خویش — رفت بکُل باہمہ اجزائے خویش

---

[۱] یعنی چوں زہرہ ازاں صبح تاب حاصل کرد دفِ آفتاب را حرارت دادہ سرودن آغاز نہاد دف را بوقت نواختن از آتش گرم میکنند ۱۲

[۲] یعنی در محلیکہ از جہات ستہ بری بود رسول صلعم آنرا از گلِ تعمیر نمود یعنی مع جسم ظاہر تشریف بردند مراد این است کہ معراج مع الجسد بود نہ کہ مجرد روح ۱۲

قطرهٔ او چشمهٔ والا شده — چشمه چه گویند که دریا شده

ای شبِ تو روشنیِ روزِ ما — نورِ رخت شمعِ شب افروزِ ما

تو شده مخصوص بعونِ خدای — عونِ تو ما را بخدا رهنمای

بنده سه حاجت بتو امید بست — وان باجابت رسد امید هست

اولش این کین سخنم در پذیر — ور زللی هست گرفته مگیر

آن دومیش گرچه نه اندر خورم — سوی خودم خوان و مران از درم

سومیش آن است که انجامِ کار — دست بگیر و بخدایم سپار

مدحتِ شاه که نامش بفلک رفته چنانکه
نقشِ آن داغ شده خنگِ فلک را بر ران

وقت شد اکنون که بجادوگری — باز کشائیم درِ داوری

در قلم از سحرِ زبان برکشیم — سحرِ زبان را بقلم درکشیم

بر سمن از غالیه بندیم بند — پیشِ صفِ مورچه ریزیم قند

سلکِ سخن را که درافشان کنیم — پیشکشِ حضرتِ سلطان کنیم

ای سخن از رشته برون ریز دُر — وز دُرِ خود کن همه آفاق پُر

زانکه چو بوسم درِ دولت پناه — تحفه ازین به نبود پیشِ شاه

شاهِ سکندر روش و دارا نشان — آینهٔ روی سکندر روشان

دل بتضرع خبر اندوز کرد — لب بتحیت ادب آموز کرد
گاہ بخود لا شد و الّاک گفت — گاہ بدو نعبدُ ایاک گفت
رحمتِ حق نیز بعونِ تمام — گفت سلامیش علیہ السلام
ریخت بدامانش ز بہر گفتنی — گوہرِ ناسفتنی و سفتنی
یافت کرامت بخطابے کہ خواست — گشت مشرف بجوابے کہ خواست
جامِ عنایت بصفا نوش کرد — از خودے خویش فراموش کرد
بس کہ برون برد وصالش ز پوست — فرق ندانست ز خود تا بدوست
راہ کہ پرگم شد ازاں جبرئیل — وہمِ ملایک نشد آنجا دلیل
عزم ازاں قبلہ گہِ دل کشید — پیشتر از خویش بمنزل رسید
بس کہ وے آں راہ بسرعت نوشت — پیشتر از رفتنِ خود باز گشت
رفتہ و باز آمدہ در یک زماں — رفتن و باز آمدنش توأماں
چشمِ یقینش چو برحمت فتاد — امتِ بیچارہ ز رفتش زیاد
ہر تحفے کز کرمِ غیب یافت — دامنِ پر جانبِ امت شتافت
با شرفِ رحمت و تشریفِ جود — گوہرِ اقبال بجیبِ وجود
آمد ازاں مقصدِ مقصود باز — زادِ رہ آورد باہلِ نیاز
گفتنی آں را کہ سزا دید گفت — داشتنی ہم بدل اندر نہفت
آب کہ خود خورد ازاں زمزمہ — قطرہ چکانید بکامِ ہمہ

تا ز کفش یافت زمیں کیمیا — رست زر از خاک بجائے گیا

گل کہ بروید ز زمیں سرخ و زرد — تنکۂ زر داں کہ کفش تخم کرد

سکۂ زر ریخت بروئے زمیں — گرچہ کہ رو زرد شدہ زر ازیں

در کفش از سکۂ ضربِ کرم — کوفتگیہاست بروئے درم

سکہ چو از مہر درم ساز کرد — بخششِ او مہرِ درم باز کرد

گر جدِ والاش ز بہرِ کرم — کرد یکے را دو عیارِ درم

بیں کہ عیارِ درمش تا چہ شد — کز سہ یکے بود یکے را سہ شد

ہر طرفے کاخترِ او رو نہاد — فتح دوید و درِ دولت کشاد

خاکِ درش بر سرِ شاہاں سزاست — خاک بر آں سر کہ نہ اینش ہواست

چشم جز ایں سرمہ نیارد ازو — کیست کہ ایں چشم ندارد ازو

بس کہ بجاکِ درِ او گاہِ بار — چشم نہادند سراں صد ہزار

سرمہ کہ ہر چشم بر آں در فشاند — خاک ہمہ گم شد و آں سرمہ ماند

ز اہلِ بصر ہر کہ بر آں در شتافت — خاک طلب کرد ولے سرمہ یافت

از شمِ اسپش کہ زمیں کرد چاک — خاک پُر از مہ شد و مہ پُر ز خاک

خواست کہ پیشش ز سپہرِ بریں — ماہ فرود آید و بوسد زمیں

سوئے فلک رفت ز میدانش گرد — ہم فلکِ ماہ زمیں بوس کرد

تیغ زناں گرم شود آفتاب — تا ہمہ آفاق بگیرد ز تاب

برجِ شرف چوں فلک از ہفت پشت ہفت فلک خنصرِ او را شست
با شرفِ ماہ سر افراختہ جائے شرف بر سرِ مہ ساختہ
پشت بہ پشت از دو طرف شہریار ہر طرف از ہر دو طرف تاجدار
در گہر از تاجوران سر بلند بر صفتِ تاج بگوہر بلند
میوۂ دلہائے بلند افسراں شاخ فشاخش نسبِ سروراں
میوہ کہ آمد چو زبالش بہار میوہ یکے آمد و بالش چہار
نورِ جد از جبہۂ او تافتہ فرِ جد از فرِ جدِ خود یافتہ
شمسِ جہانگیر جد بادِ فرش اظہرِ من شمس جدِ دیگرش
ناصرِ حق شاہ فرشتہ سرشت خوئے خوش نسخۂ باغِ بہشت
جدِّ سوم شاہ غیاثِ امم حاکمِ فرماں زعرب تا عجم
ہر سہ جدش کعبۂ ارکانِ جود کردہ دو عالم سہ جدش را سجود
پایۂ شاہی کہ زمہ برترست کیست کہ ایں پایہ بدو درخورست
شاہ جواں بخت معزِ جہاں تاج دہ و تخت ستانِ شہاں
وارثِ اکلیلِ کیاں کیقباد کافسرِ جد فسرِ کیانیش داد
یافتہ از خطبۂ نامش اثر پایۂ منبر بفلک بردہ سر
باہمہ زاں منبر چوں نردباں خطبۂ او برشدہ تا آسماں
سکۂ نامش چو درم شد درست بلکہ بنامش درم از خاک رست

در خطابِ شہِ عالم چو لبلکِ خدمتش
آیم و ایں گہرِ چند فشانم ز زباں

اے سرِ چترِ تو ز اختر بلند	چترِ تو از ماہ بیک سر بلند
سودمہ چترِ سیاہِ تو سر	درمہ ازاں کرد سیاہی اثر
گوہرِ آں چتر کہ برشد بماہ	قطرۂ بارانست در ابرِ سیاہ
کِلۂ گردوں کہ عماری وشست	بر درِ قدرِ تو عماری کشست
رایتِ میموں؎ کہ شدہ چرخ تاب	کوس زدہ با علمِ آفتاب
کوسِ تو کافاق پر از صیتِ اوست	جز سخنِ فتح نگوید بپوست
لشکرِ تو از عددِ ذرہ بیش	ہر یک ازاں ذرہ ز خورشید پیش
افسرِ خورشید بشاہی تو لیٔ	نے غلطم ظلِّ الٰہی تو ئیٔ
بارگہت راست ہنگامِ بار	مہر سلاحی و فلک پردہ دار
صفۂ کسریٰ کہ تواں طاق گفت	بارگہت را نتواں گفت جفت
قصرِ ترا برجِ کمان تیر کش	شمسۂ آں نہ فلکِ شیشہ وش
مہ کہ در انگیزشِ رنگ ست چست	نقش گرِ صورتِ ایوانِ تست
بر درِ تو ہر کہ بہ بندد کمر	غرق شود تا کمر اندر گہر
تیغ بر آور کہ بلند اختری	آئینہ برگیر کہ اسکندری

؎ تیر شمشیر ۱۲

نورِ جبینش چو بدید از کمیں — در شده از شرم بزیرِ زمیں

دشمنِ او در رہِ رفعت مکاں — زیرِ زمیں چوں زبرِ آسماں

عزم چو بر کشتنِ دشمن کند — خونِ بداندیش بگردن کند

گاهِ وغا یک تنه چوں صد سپاه — ملک ستاننده تر از مهر و ماه

بست چو در قلعه کشائی کمر — لعل و گهر ساخت عدو را جگر

سلکِ گهر از دُرِ بحری برش — عبرهٔ بحرین بهائے دُرش

روم بگیرد بگهِ کارزار — تیغِ وے ار زنگ نگیرد زعار

ناوکِ وے پیکانش بنیاے وجنگ — ایں زخطا دور شد او ز زنگ

گر بکمان دست برد چوں هژبر — قوسِ قزح داں که برآمد ز ابر

در کششِ تیر چو شد سخت کوش — زه ز کمانِ خودش آمد بگوش

روے چو خورشیدِ وے اندر کماں — کوتهیِ روزِ بداندیش داں

آمده تیرش ز خطا چنداں — لیک نرفته بخطا هیچ گه

تیرِ وے از شیر جهد گاهِ کار — شیر ز تیرش نجهد در شکار

گوے زمیں در خمِ چوگانِ اوست — حالگہِ[۱] بخت بمیدانِ اوست

ایزدش از فتنه نگهدار باد — بارے و با دولتِ وے یار باد

---

[۱] حالگہ یعنی جولانگاه و میدانِ گوے بازی ۱۲

نافۂ خلقت کہ زد از مشک دم — ہر دو ہم زادہ شد از یک شکم

لیک جز ایں فرق نشاید گزید — کز طرف مشک شد آہو پدید

صحن زمیں پیش تو با ایں وقار — ماند چو ذرہ بہوا بیقرار

دور فلک مست ز جام تو شد — دہر بیک جرعہ غلام تو شد

زہرہ بچنیاگریت کرد عزم — بوکہ ازیں[1] پردہ در آید بزم

خوں شدہ ز احسان تو کان دروں — وز دل صد پارہ بر انداخت خوں

موج کفت رفتہ بدریائے آب — آب گذشت از سر دُر خوشاب

لاف نوالت چو ز دریا شنید — آب ز تیزی لب دریا گزید

خود ہمہ دریا ز کفت خاک شد — چوں کف خود حامل خاشاک شد

باد مدام آں کف دریا نشاں — ز ابر کرم بر سر ما دُر فشاں

گشت گہ بخشش دُر ثمیں — ہر غزلم خاصہ تو خاصہ ایں

غزل

اے زندگانی بخش من لعل شکر گفتار تو — در آرزوئے مردنم از حسرت دیدار تو

گر شہد باشد بر زباں یا آب حیواں در دہاں — گفتار میگویم کہ آں نبود مگر گفتار تو

معذوری۔ از زلف سیہ پوشی بر آں روئے چو مہ — سیری ندارد ہیچگہ چوں دیدہ از دیدار تو

گیرم ترا زیں چشم تر دشوار می آید نظر — بیروں کنم دیدہ ز سر آساں کنم دشوار تو

---

[1] ازیں پردہ یعنی پردۂ فلک ۱۲

پیشِ سریرت کہ شد از چرخ بیش / خندۂ ضحاک براورنگِ خویش

از رخِ خود پیشِ تو خاقانِ چیں[1] / صورتِ چیں کردہ بروے زمیں

کیست فریدوں کہ بہ بندِ گمت / می نہد دیدہ بخاکِ رہت

چشمِ سپیدہ کو کہ نیاید براہ / تا نکند خاکِ رہت را سیاہ؟

نامِ تو جم بر سرِ افسر نوشت / نیست مر او را بہ ازیں سرنوشت

تا تو گرفتی ہمہ عالم بنام / تیغ فرو خفت میانِ نیام

جبہتِ تو با رقمِ عدل و داد / لوحِ خدائیست کہ محفوظ باد

عدل چو موے تو بہر چار سوے / جملہ جہاں بستہ بیکتارِ موے

عدلِ تو بربست بہ نیروے خویش / گردنِ دہ گرگ بیک موے میش

تا درِ عدلِ تو جہاں برکشاد / بید نلرزید ز طوفانِ باد

عدلِ تو تا ایمنیِ دہر خواست / نرگسِ رعنا ز زمیں خفتہ خاست

کفر شد از بس کہ خرابی پذیر / دیو نگردد بجد دیوگیر

ہیبتِ تو تیغِ سیاست بدست / حربہ زد اندر دلِ شیرانِ مست

فتنہ ز بختِ تو نخسپد بسے / بختِ تو در خواب نہ بیند کسے

روشنی از راے تو گیرد جہاں / چشمۂ خورشید نماند نہاں

خاتمِ جم با ہمہ نقشِ کمال / از تو شد انگشت نما چوں ہلال

---

[1] یعنی خاقانِ چین رُخِ خود را پیشِ تو بر زمین سود و بر زمین نقشِ چین (جبین) پیدا شد ۱۲

هر دم ازاں قلعۂ مینو سرشت — قلعۂ فیروزہ شدہ خشت خشت

چوں فلکِ ثابتہ ثابت صفات — نے چو فلکہائے دگر بے ثبات

برجِ فلک آمدہ ثابت سہ چار — برجِ حصارش ہمہ ثابت شمار

برج بہ برجش درجاتِ سپہر — گشتہ بگردِ سرِ او ماہ و مہر

کنگرِ او گشتہ زبان جملہ تن — و آمدہ با مادۂ سما در سخن

چرخ نماند در و دیوارِ کس — تکیہ بدیوار و درش کردہ بس

ملک ز دروازۂ او فتح یاب — سیزدہ دروازہ و صد فتحِ باب

نامِ بلندش رہِ بالا گرفت — تا بختن شد ہمہ یغما[۱] گرفت

گر شنود قصۂ ایں بوستاں — مکہ شود طائفِ[۲] ہندوستاں

شہرِ نبی را لبرِ او قسم — شہرِ خدا گشتہ ز صیتش اصم

درخشش از چرخ چو دیدم عطا — گفتم روم ست نگفتم خطا[۳]

قبۂ اسلام شدہ در جہاں — بستۂ او قبۂ ہفت آسماں

ساکنِ او جملہ بزرگانِ ملک — گوشہ بگوشہ ہمہ ارکانِ ملک

تختگہِ تاجورانِ بلند — گشتہ ز اقبالِ شہاں بہرہ مند

گوشۂ ہر خانہ بہشتے شگرف — گشتہ بصنعت زرِ بے صرفہ صرف

بر سرِ ہر کو ز بزرگاں صفے — در رفِ[۴] ہر خانہ نہاں رفے

---

۱ یغما بمعنی ملک و بمعنی غارت ہر دو موزوں ہستند ۱۲ ۲ طائف طواف کنندہ و نیز شہری ست عربیا ۳ ختا بمعنی غلط و نیز نام ملک در شعر ہر دو معنی درست ہست ۱۲ ۴ طاق گرد در پہلوے دروازہ سازند ۱۲

زیں پس بخوباں ننگرم در کوے ایشاں نگذرم — گر ہیچ یک رہ جاں برم از غمزۂ خونخوارِ تو

در کوئے تو بر ہر درے افتادہ مے بینم سرے — ایں نیست کارِ دیگرے ایں کارِ تست ایں کارِ تو

خواہی نمک زن ریش را خواہی بکش درویش را — ہر چونکہ داری خویش را بربستہ ام در تارِ تو

چوں غم بگفتار آورم یا گریہ در کار آورم — یار و بدیوار آورم بانگے ہماں دیوارِ تو

خواہی کہ بہرِ خندۂ پیش افگنی افگندۂ — اینک چو خسرو بندۂ نو بردۂ بازارِ تو

صفتِ حضرتِ دہلی کہ سوادِ اعظم

ہست مشہور وی از حرسہا اللہ نشاں

حضرتِ دہلی کنفِ دین و داد — جنتِ عدن ست کہ آباد باد

ہست چو ذاتِ ارم اندر صفات — حرسہا اللہ عن الحادثات

دورش از آنگاہ کہ پرکار شد — دائرۂ چرخ ز پرکار شد

تا کہ بنا یافت نگنجید پیش — در ہمہ عالم ز بزرگیِ خویش

از سہ حصارش دو جہاں یک مقام — وز دو جہاں یک نفسش دہ سلام

حصنِ برونیش ز عالم بروں — عالم بیرونش بحصن اندروں

حصنِ درونیش تو گوئی اگر — چرخ بزیر ست و حصارش زبر

گفت حصارِ نو او را سپہر — کاے[1] فلکِ نو بکہن دہر

[1] یعنی اے فلک تو من بمقابلہ کہن ہستم بر من مہربانی دار ۱۲

سقفِ سما کز کُہنی شد نگوں | در تہِ او داشتہ سنگیں ستوں
تا سرش از اوج بگردوں شتافت | گنبدِ بے سنگِ فلک سنگ یافت
آنکہ ز زر بر سرش افسر شدہ است | سنگ ز نزدیکیِ خور زر شدہ است
سنگِ وے از بس کہ بخورشید سُود | زو زرِ خورشید عیاری نمود
سنجرِ سنگیں کہ ستونِ سپہر | آمدہ از مہر شدہ ہم بمہر
گر نہ خزف شد فلکِ شیشہ ساز | از چہ بران سنگ بود شیشہ باز
دیدنِ او را کلہ افگندہ ماہ | بلک فتادش گہِ دیدن کلاہ
ماہ نخسپید ہمہ شب تا سحر | کز سرِ نخلش خلد دار دبر
زاں خلہ ہر بار کہ در ابر داد | برق زجا جست و دگر جا فتاد
شد چو بلند از شرفِ نفسِ خویش | زد ز بلندی بحق چرخ نیش
بر ملکش سایہ طرف بر طرف | تا فلکش پایہ شرف بر شرف
از پئے بر رفتنِ ہفت آسماں | کرد زمیں تا بفلک نردباں
گرد سرش کرد مؤذن چو گشت | قامتش از مسجدِ عیسیٰ[1] گزشت
موذنش[2] آنجا کہ اقامت کشید | قامتِ موذنِ نتواند رسید
مسجدِ جامع زدروں چوں بہشت | حوضِ زبیروں شدہ کوثر سرشت

---

[1] بیت المقدس ۱۲

[2] مؤذن ظرف از اذان یعنی کنگرہ کہ موذن بران ایستادہ اذاں می گوید ۱۲

مردم یکجا نہ و صد خرمی   خانۂ یک مردم و صد مردمی

صفت مسجدِ جامع کہ چنان ست درو

شجرۂ طیبہ ہر سوئے چو طوبی بجناں

مسجدِ او جامعِ فیضِ الٰہ   زمزمۂ خطبۂ او تا بماہ

بر سرِ نہ تخت گرفتہ شہی   منبرش از خطبۂ بیت اللّٰہی

آمدہ در وے ز سپہرِ کبود   فیض بیک خواندنِ قرآں فرود

غلغلِ تسبیح بگنبد دروں   رفتہ ز نہ گنبدِ والا بروں

گنبدِ او سلسلہ پیوندِ راز   سلسلہ چوں کعبہ شدہ حلقہ ساز

خواندہ امم کعبۂ دینِ خودش   پیش نشستہ حجر الاسودش

بندۂ سنگش دُر و لعل و عقیق   زد ہمہ آزادیِ بیت العتیق

ہر کہ سعادت بودش رہنمائے   بر درِ او سر بنہد از گلہ پائے

در تہ سقفش ز سما تا زمیں   نصب شدہ جملہ ستون ہائے دیں

قامتِ خود کردہ موذن دراز   دادہ اقامت بہ ستونِ نماز

صفت شکلِ منارہ کہ ز رفعت سنگش

اُنپئے خنجرِ خورشید شدہ سنگ فشاں

شکلِ منارہ چو ستونے ز سنگ   اُنپئے سقفِ فلکِ شیشہ رنگ

مرغ بہ رودِ وے اندر سرود | رقص کناں ماہی از آوازِ رود

شیشہ گری[1] کردہ بر آبش حباب | شیشۂ خالی و جہاں پُر گلاب

باد کہ بر وے خطِ زیبا نوشت | نسخۂ ماہیتِ دریا نوشت

عمق درو کار بجائے کشید | کز تہِ او گشتہ زمیں ناپدید

رفت زمیں را چو حجاب از میاں | گشت پدید از تہِ آب آسماں

نیم فلک ہست بزیرِ زمیں | چوں تہش نیست زمیں آں ببیں

بسکہ زمیں رفت تبہ راہیش | گاوِ زمیں شد خورشِ ماہیش

حوض نگویم کہ جہانے ز نور | نور کزو دیدۂ بد باد دور

گردِ وے از اہلِ تماشا گروہ | دامنِ خیمہ شدہ دامانِ کوہ

نادرہ شہرے کہ بجدش دروں | نادرہ زینساں بود از حد بروں

شہرۂ بل بحرِ عجائب نما | بحرِ وے گشت بکوہ آشنا

زاں بہ دلِ کوہ گرفتہ قرار | تا کند اقلیمِ عدو سنگسار

تا بدو فرسنگ بہ پیرامنش | روضۂ باغ و چمنِ گلشنش

تا فلک از جونِ بدو داد آب | دجلہ رواں برد بہ بغداد آب

ہر کہ دریں ملک دمے آب خورد | گشت دل از آبِ خراسانش سرد

بسکہ خنک دید خراساں سپہر | گشت ہمہ سال برو سرد مہر

۱؎ شیشہ گری فریب دہی ۱۲

صفتِ حوض کہ در قالبِ سنگین گوئی
ریختہ دستِ ملک زآبِ خضر صورتِ جاں

در کمرِ سنگ میانِ دو کوہ — آب کمر صفوت و دریا شکوہ

ساختہ سلطانِ سکندر صفات — در سدِ کوہ آئنہ زآبِ حیات

تا خضر آبِ خوشِ او نوش کرد — آبِ خوشِ چشمہ فراموش کرد

شہر گر از وے نبود آب کش — کس نخورد در ہمہ شہر آبِ خوش

آب کہ علت زبرائے تری ست — تری آں آب زعلت بری ست

در نخورد آبِ وے اندر زمیں[1] — کے بزمیں در خورد آبے چنیں

در تہ آبش زصفا ریگِ خرد[2] — کور تواند بہ دلِ شب شمرد

موجِ بلندش کہ رسد تا بماہ — باز دہد آب بابرِ سیاہ

سیلِ وے آہنگ بکہسار کرد — کوہ بتر دامنے اقرار کرد

چوں مد و جزرش زنشیب و فراز — زآب زکوہ آمدہ ور فتہ باز

چوترہ و قصرِ بلندش در آب — گشت ازاں ساغرِ صافی حباب

رود بسے زو شدہ تا آبِ جون[3] — جوں نَے آب از وجستہ عون

---

[1] یعنی آب آں حوض در زمین نمیرود زیرا کہ زمین لایق ایں آب محترم نیست ۱۲

[2] یعنی ریگ آب او چناں صفاست کہ کور ہم در میانہ شب ذرہائے او را میتواند شمرد ۱۲

[3] جون دریائے جمن ۱۲

پنج ہزار از ملکِ نامدار | لشکرِ شاں بیشتر از صد ہزار

کوکبہ زینگونہ کواکب عدد | کانجمنِ چرخ بر ذراں مدد

بر سرِ شاں شاہِ جوان بخت زاد | تاجور و پاک گہر کیقباد

کرد چو در ششصد و ہشتاد و شش | بر سرِ خود تاجِ جدِ خویش خوش

ضبط چناں کرد جہاں را زداد | کز کے و جمشید نکردند یاد

گنج بر انگونہ بصحرا فگند | کز کرم آوازہ بدریا فگند

مرتبہ عدل چناں بیش گشت | کاتش و خاشاک بہم خویش گشت

بسکہ جہانے بزر اندودہ شد | لشکر و شہری ہمہ آسودہ شد

گرم شد آوازہ بگردِ جہاں | جزیہ بدرگاہ رسید از شہاں

لرزہ در افتاد بر ایانِ ہند | از حدِ لکھنوتی تا آبِ سند

رفت خبر بر شہِ مشرق پناہ | ناصرِ دیں وارثِ ایں تختگاہ

کافرِ او را پسر انباز گشت | واں شرف از وے بہ پسر باز گشت

گرچہ بجو در راہ نداد ایں غبار | عاقبتش بود تغیر بکار

چتر بسر کرد و علم بر کشید | ساختہ کیں شد و لشکر کشید

لشکرِ مشرق ز عوض تا بہ بنگ | چیرہ دل و خیرہ کش و تیز جنگ

اودھ ۱۲ بنگالہ ۱۲

ترکِ خدنگ افگن و سنداں گزا | ہر ہمہ شیر افگن و اژدر شکار

تاجکِ[1] گردن کش و لشکر شکن | بیشتری نیزہ ور و تیغ زن

---

[1] تاجک نام قوم غیر عرب کہ بسیار جری مے باشد ۱۲

گرچہ دریں ملک ہوا ہست گرم ‌‌ از خنکیہائے خراساں چہ شرم

مہرِ فلک گرم شد اندر روفاش ‌‌ گرم ازاں گشت جہاں را ہواش

گل ہمہ سالہ بچمن خوش نسیم ‌‌ خاک زگلہا شدہ پُر زر و سیم

تربیِ صد گونہ بصد برگِ تر ‌‌ کوزۂ ہر خاک پر آبے دگر

خطِ تر سبزہ بصحرا و کشت ‌‌ نسخہ گرفتہ ز سوادِ بہشت

میوہ ز ہند و زخراساں بسے ‌‌ زانچہ نخوردہ بخراساں کسے

مردمِ او جملہ فرشتہ سرشت ‌‌ خوش دل و خوش خوے چو اہلِ بہشت

ہر ہمہ نزدیکِ دل و گرم خوں ‌‌ رفتہ چو جاں در تنِ مردم دروں

ہر سرِ مو بر تنِ ایشاں ہنر ‌‌ وآمدہ در موئے تنگافی بسر

ہر چہ ز صنعت بہمہ عالم است ‌‌ ہست درایشاں و زیادت ہم است

وز قلم ہر چہ برآرد علم ‌‌ وانچہ نگنجد بزبانِ قلم

بیشتر از علم و ادب بہرہ مند ‌‌ واہلِ سخن خود کہ شمارد کہ چند

ہر طرفے سحر زبانے نوست ‌‌ ریزۂ چیں کمترشاں خسروست

چوں ز سخن بگذری آہنگ و ساز ‌‌ نغمۂ مرغانِ بریشم نواز

زخمہ زنانے کہ بگاہِ سرود ‌‌ از رگِ ناہید بتابند رود

واز ہنر نیزہ و پیکان و تیر ‌‌ ہر کہ در آید ظفرے بے نظیر

لشکرِ مانی ہمہ لشکر شکن ‌‌ گاہِ وغا غازیِ کافر شکن

خون خوردنِ شان باشکارست   گرچه پنهان خورند باده

فرمان نبرند ازانکه هستند   از غایتِ نازِ خود مراده[1]

نزدیکِ دل آنچنانکه جان را   بر داشته گوشه نهاده

جائے که بره کنند گل گشت   در کوچه دمد گلِ پیاده

آسیبِ صبا رسید بر دوش   دستارچه بر زمین فتاده

شان در ره و عاشقان دنبال   خوناب ز دیده ها کشاده

ایشان همه بادِ حسن در سر   وانها همه دل بباد داده

خورشید پرست شد مسلمان   زین هندوگانِ شوخ و ساده

کردند مرا خراب و سرمست   این مغبچگان تاک[2] زاده

بر بسته نشان بوئے مرغول   خسرو چو سگیست در قلاده

صفتِ فصلِ دے و سردیِ مهرِ شه شرق
و آمدن تیغ کشیده زپے ضبطِ جهان

شاهِ فلک چون بکمان دست برد   تیر مه[3] اقلیم بسرما سپرد

گشت چو کیخانه کمانِ سپهر   داد سپهر آتشِ تیرش زمهر

قوس همی گشت نمی ایستاد   زان فلکش آتشِ خورشید داد

---

[1] مراده سرکش ۱۲ [2] تاک لے قوم تانک ۱۲ [3] تیرمه و تیرماه بحسب پارسیان مدت ماندن آفتاب در برج سرطان و خریف را نیز گویند ۱۲

راوتِ[1] ژوپین زن و خارا شگاف[2] | پشت بپشت از پئے روئے مصاف
خشت زنانے کہ گہِ آزمون | خشت نشانند بسنگ اندرون
پایک بازی گر و موزون خرام | دادہ ببازی سرِ خود بہرِ نام
پیلِ گران سنگ سبک ایستاد | تند چو ابرے کہ رود در رہِ باد
بحرِ روان لشکرِ دریا نورد | موج زنان آب ز مردانِ مرد
ساختہ جنگ سپاہے چنیں | گشت رواں در پئے شاہے چنیں
تند چو باد آمد ازاں خار خار | از پئے گلگشت ببوئے بہار
راند ازاں جا بعوض باد پائے | باد ہمی ماند ز سیرش بجائے
در عوض آمد کمرِ کینہ چست | خطبۂ خود کرد بدآنجا درست
شہرِ عوض را ہم ازاں دستبرد | غارت ترکانش بیغما سپرد
زیں طرف آگاہ نہ فرزندِ شاہ | کز پئے او راند سپہ در سیاہ
نوش ہمی کرد مے از جامِ مہر | بے خبر از گردشِ دورِ سپہر
دورِ خوشی باد مدام از عیش | ساغرِ مقصود مے اندر پیش
از طرفِ چنگ بہنگامِ نوش | ایں غزلش جائے گرفتہ بگوش

غزل

اے دہلی و اے بتانِ سادہ | پگ بستہ و ریختہ کج نہادہ

---

[1] راوت قومے ست در ہند کہ آں را راجپوت گویند۔ ژوپین نیزۂ کوچک۔ [2] نوعے از شمشیر ۱۲

بستہ ہوا بر دلِ آب از عمل　　عقدۂ مشکل کہ نمی گشت حل

سکۂ وے کردہ بضربِ کیاں　　نقرۂ فرزون درمِ ماہیاں

باد کہ بر آب ہمی زد قلم　　آب چو شد تختہ بماند از رقم

گر وے دیوانہ جنوں در گرفت　　باد ز آب ارچہ رقم بر گرفت

دانہ بعہدے کہ زرست از گیا　　آب شد از گردشِ دور آسیا

گشتہ غدیر از تہِ بط نقرہ سائے　　زو بطِ زرپائے شدہ نقرہ پائے

حوض کہ دورش بہ تسلسل نشست　　دورِ وے از نقشِ تسلسل نجست

چونکہ شمر[1] سلسلہ در پا فگند　　کرد ہوا سلسلہ را تختہ بند

آبِ رواں شد گرہِ ناکشاد　　روئے زمیں آخرِ سنگیش داد

صفتِ آتش و آں گرم رو یباش بدی
کہ شب و روز بودِ شمع دل و میوۂ جاں

آتش از انجا کہ بدل جائے کرد　　دود[2] بر آمد ز نفسہائے سرد

گرچہ ز بر دستِ عناصر نشست　　گشت بسرہا ہمہ را زیر دست

بسکہ جہاں سوزی وگر می نمود　　چوب چناں خورد کہ بر خاست دود

دود کز و سوختہ در تف و تاب　　بر شدہ بر ابر بامید آب

---

[1] شمر بفتحتین حوض خورد یعنی از کثرت برف حوض منجمد بود و ہوا سلسلۂ موج را تختہ بند کردہ بود ۱۲

[2] دود بر آمدن ہلاک شدن ۱۲

بسکہ ز خورشید شد آتش نشیں　　　گشت ہمہ خانہ[1] قوس آتشیں

زالِ جہاں چرخ زدن کرد ساز　　　داد بشب رشتہ بغایت دراز

رشتہ ز تطویلِ ہمہ خورد پیچ　　　نامدہ تقصیرِ درازیش ہیچ

بندہ بے دید کہ شب کم نگشت　　　گرچہ کہ بر شب مہ کامل گزشت

گم شدہ روز از شبِ بے منتہا　　　خواند ہمی از پئے خود والضحیٰ

روز چناں تنگ مجال آمدہ　　　کش بگہِ چاشت زوال آمدہ

خنجرِ خور یک نقط از خطِ شب　　　کردہ کف روز نہادش لقب

بستنِ یخ بود بہر بوستاں　　　گرچہ نبد برف بہندوستاں

از عملِ عالمِ پر انقلاب　　　نقرۂ خالص شدہ سیمابِ آب

داشت چمن باقئے دیوانہ جنگ　　　جوئے ہمی داد بدیوانہ سنگ

آب ز آہن شدہ زنجیر تاب　　　بلکہ ز آہن شدہ زنجیرِ آب

ہر کہ کہ در سلسلہ کاری نشست　　　سلسلۂ گم شد و دیوانہ جست

چشمہ ز بے سنگیِ خود می شتافت　　　گشت گراں سنگ ز سنگی کہ یافت

آب کہ صد شیشہ نمودے ز دست　　　سنگ شد و شیشۂ خود را شکست

بست جہاں بندِ مسلسل بر آب　　　داد کلیدش بکفِ آفتاب

قطرہ کہ از ابر چکاں بر ہوا　　　مہرۂ بلور شدہ در ہوا

---

[1] لہ برج قوس مزاج گرم خشک دارد لے نقطہ آتشیں ست ۱۲

شمع اگر کشتہ شد و داد جان ❊ زندہ نشد تا کہ نداد او زبان

نور چراغی کہ شب داشت پاس ❊ گشتہ بہر خانہ از و در دشناس

سود کلاہِ سیہش سر بماہ ❊ کو ز دخاں یافت کلاہِ سیاہ

ہر کہ دمے زو شدہ عیسے قدم ❊ زندہ کناں آتشِ مردہ بدم

شعلہ کشاں از سرِ آتش زباں ❊ شُستہ بہر پشت شدہ پشتیاں

خلق ز پیش آتش و پنبہ ز پس ❊ خود بمیاں ماندہ چنیں دیدکس

ہر کہ ز پوشش مددِ پشت یافت ❊ روئے خود از آتشِ خورشید تافت

پوششِ شاہانہ خز و آبِ زر ❊ خاصہ گہِ پوششِ ایامِ خز

سیم براں بستہ بگاہِ سلب ❊ گردنِ[ل] مہ را بد والِ قصب

آب تنک شد ز تری برہاں ❊ تا بگلو یار مرا ہمہ زماں

لرزہ کناں بر تنِ خوباں حریر ❊ چوں گلِ نسریں بلبِ آبگیر

پیرہن از پشت بتانِ چو ماہ ❊ شعرِ سیہ در تہِ جعدِ سیاہ

تار بہ رنگی مو تافتہ ❊ بافتہ و شعر لقب یافتہ

تن ز کتاں در لتِ بالا زہ بار ❊ لت کہ کند بر تنِ خود اختیار

شستہ دیبا برِ زیبا شدہ ❊ سیم براں صورتِ دیبا شدہ

اطلسِ رنگیں کہ ز خوں آمدہ ❊ آتشے از دود بروں آمدہ

ل یعنی گردن خود را از گلو بند بستہ بودند از مہ مراد چہرہ است ۱۲

در ہمہ تدبیر شدہ پختہ کار | خلق و جہاں گشت ازو پختہ خوار
پختہ بے گشتہ ازو دیگِ مرد | دیگ بے پختہ ولے خود نخورد
گاہ بہر خانہ وطن ساختہ | گاہ بے خانہ برانداختہ
بسکہ زباں آوری آموختہ | جملہ جہاں را بزبان سوختہ
تیغِ زباں را چو گرفتہ بدست | روئے ازو تافتہ ہر کس کہ ہست
ذرّۂ او سوئے ہوا در شتاب | ذرّہ کہ گردد بدے آفتاب
تیز چو شد خنجرِ آں گرم خوے | پشت ندیدش کس ازو ہیچ روے
گاہ گلِ شمع شدہ در ضیا | گاہ شدہ فاکهة فی الشتاء[1]
ہندو ازو سوزشِ تن دید سود | پیشترش گرچہ پرستش نمود
ہر کہ شد از دونِ خد قبلہ ساز | سوختہ گردد ہم ازاں قبلہ باز
آب کہ زو جوششِ بسیار دید | کشتنِ او مصلحتِ کار دید
کرۂ ناری نسب و نامدار | گام نزد تا نشدش باد یار
کرہ کہ چوں باد روانہ شدہ | گاہ شدن خانہ بخانہ شدہ
کرہ کہ ہر بار طبق پختہ کرد | سوختہ شد دم بدم و چوب خورد
لیک اگر جست بروں ناگہاں | گرم چو خورشید گرفتہ جہاں
بس کہ درو یافت لطافت اثر | نامدہ کیفیتِ او در نظر

---

[1] در حدیث آمدہ است النار فاکهة فی الشتاء یعنی آتش میوہ است در سرما ۱۲

هر که بشب کرد گلیمے فراز — کرده باندازهٔ آں پا دراز

وانکه زاندازه برون برد پاے — سردی ایام نمودش سزاے

ایں شده پشمیں ز گلیم درشت — نقّہ شده او ز پے پنبه[1] پشت

گشته بهم پنبه و پشم آشنا — گرچه بود پشم ز پنبه جُدا

دکدک دندانِ برهنه تناں — چوں شغب بیرِ چوبکِ زناں

گرم شده از مددِ جامه مرد — مردمِ بے جامه بجا گشت سرد[2]

بو که ز سرماش رهاند خداے — لرزه گرفته همه را دست و پاے

زانوے مردم بشکم در شده — آئینه و شانه برابر شده

دست بکش[3] مردمِ مفلس زباد — کش بخنکے دست کشیدن نداد

هر که طلب کرد ز خورشید تاب — گرم روی کرد برو آفتاب

تافت جهاں رشتهٔ صبح از سپهر — دوخت بے جبهٔ[4] مسکیں ز مهر

مهرنما چرخ بهر مهر جوے — هم ز پسِ پشت هم از پیش روے

بس که شده پرتش خورشید گرم — پشت بدو داده همه کس ز شرم

شه بچنیں وقت بر آهنگ مے — رخش طرب کرده رواں پے بپے

باده همی خورد همی خورد غم — عیش همی کرد همی کرد کم

---

[1] از بسیارے پنبه پشت ایشاں پنبه شد گویا که پشت ایشاں عین پنبه شده بود ۱۲ [2] یعنی هلاک شد ۱۲

[3] مفلس دستها در بغل خود کرده بود زیرا که سردی او را اجازت دست از بغل کشیدن نمیداد ۱۲

[4] قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الشمس جبة المساکین ۱۲

قرطه شده برتنِ چون سیم تاب | غرقهٔ خون گشته از و آفتاب

در کلهِ شده قندز مقیم | خاسته مو برتن قندز زبیم

قاقم انگشت نما پشت دست | بر دهنِ دی زد و بر هم شکست

رقت بقاقم بتِ سنجاب سای | موی ز قاقم بخلیدش بپای

شانه بران مو چو زبان آوران | رفت و طبع زید زبانش دران

شانه زده مویشِ نا بافته | شانه ز پشتِ ملکان یافته

زانو هیِ موگرهِ مو نخاست | کز گره موی ز پهلو نخاست

از همه پیوند درونی سمور | از دمِ سنجاب نمی گشت دور

سوزنِ موسینه شده خلق توز | موی نهنگانی شده موینه دوز

دست کشیده همه در آستین | کرده مه دی همه را پوستین

موی ملو مفلس موینه دوست | گرگ نهنگالی شده در زیر پوست

قاقم و سنجاب منعم رسان | برد گلیمی بر مفلسان

برد خطی و قبطی دم بدم | کرده بهم دعوی خط و قلم

بس که خطی در هنرِ خط افزود | پیچش بسیار بکاغذ نمود

از خطِ او هیچ کژی بر نخاست | کش نی جو القلم کرد راست

وان قبطی زان خطِ نو بافته | داغِ خطا بر سر خز یافته

زیرِ گلیمی شده هر کس مقیم | آمده مردان همه زیرِ گلیم

چند ہزارش ز سوارانِ کار   تیغ زن و کینہ کش و نامدار

ہر ہمہ یکدل شدہ گرز دست برد   جاں بسپارند بگاہِ نبرد

نیزہ ورانے بسناں در مصاف   در شبِ تار از سرِ کیں مو شکاف

پایک بازندہ بروں از قیاس   پُردل و خالی دلِ شاں از ہراس

بر سرِ خود تیغ ببازی کشاں   یافتہ بازی اجل از تیغِ شاں

اطلسِ خوں دادہ ز شمشیرِ کیں   جامگیِ زرد قبایانِ چیں

بیلک ترکانِ شکاری شکر[1]   دم بدم آلایشِ خونِ جگر

کشتن گاومیش بدشتِ فراخ   در کفِ شاں داو کمانہائے شاخ

پیش کماں شاں شکمِ گاومیش   زخم بے خوردہ ہم از شاخِ[2] خویش

بحر رواں تیز ز غایت بروں   آمد و نامد بنہایت دروں

قصر روانے چو سپہرِ ارجمند   از قدمِ شاہ شدہ سربلند

تن ز نہنگیش فزوں آمدہ   وز دہنِ مار بروں آمدہ

لاہرہ زیں بارگہِ سرفراز   چار طرف کردہ درِ خویش باز

تبو یکے خانہ عمارت بر آب   نا شدہ از آب عمارت خراب

لو یکے ماہیِ دُم در ہوا   ماہی چوبین و بآب آشنا

چند صف آراستہ پیلانِ مست   رفتہ زمیں در تہِ پا کردہ پست

---

۱ بیلک ترکی از تیر و شکر مخفف شکرہ کہ جانورے ست شکاری ۱۲

۲ شاخِ خویش کماں کہ از شاخِ گاومیش ساختہ بودند ۱۲

ریختہ ساقی مے رنگیں بجام ‏ ‏ می ز لبِ شاہ رسیدہ بکام

در خز و دیبا ہمہ دیوارِ قصر ‏ ‏ صورتِ دیبا شدہ شاہانِ عصر

تاجوران غرقۂ دُر تا بسر ‏ ‏ منطقہ بنداں بگہر تا کمر

محرمِ خلوت شدہ خاصانِ شاہ ‏ ‏ خرگہِ خورشید شدہ پُر ز ماہ

عیشِ مدام آمدہ فرزانہ را ‏ ‏ دَورِ نشاط آمدہ پیمانہ را

ہر ہمہ را سرخوشیِ از شراب ‏ ‏ دوست شدہ سرخوش و دشمن خراب

امن پدید آمدہ در چار سوے ‏ ‏ فتنہ ز ہر شہر و دِہے کردہ روے

چرخ ز بیداد عناں تافتہ ‏ ‏ مملکت از ظلم اماں یافتہ

ضبط شدہ روئے زمین زیرِ تیغ ‏ ‏ ہمچو غبارِ زمیں از آبِ تیغ

خنجرِ شہ قطرۂ آبے شمار ‏ ‏ قطرہ کہ بنشاند زمیں را غبار

تا کہ از انجا کہ جفائے جہاں ست ‏ ‏ قاعدۂ دولتِ شاہنشاں ست

گرم شد آوازہ کہ خورشیدِ شرق ‏ ‏ تافتہ شد بر خطِ مغرب چو برق

ناصرِ دنیا شہِ کشور کشاے ‏ ‏ تیغ بر آورد بچیں کرد راے

راند ز لکھنوتی و دریائے چند ‏ ‏ تا سپہش گرد بر آرد ز سند

بیں کہ سپہرش چہ تمنا نمود ‏ ‏ کاب فرو میل ببالا نمود

قوت سیلے بنود تا برود ‏ ‏ آب ببالا نرود از فرود

سوئے سوادِ او دمِ آمد چو باد ‏ ‏ گرد حک از خنجرِ تیز آں سواد

کرد اشارت کہ دلیرانِ رزم — ساختہ دارند ہمہ سازِ عزم

گفت بخازن کہ ندارد نگاہ — سیم قراری[1] ز قرارات خواہ

خرج و قرارات بہم ضم کنند — کارِ حشم زیں دو فراہم کنند

خازنِ شہ کرد درِ گنج باز — گشت حشم ہم بدرم دل نواز

گشت چو لشکر ززر آراستہ — یافت بے خواستہ ناخواستہ

بیدرمی شد ز کفِ مرد سلب — گشت درم از سر و پا مرد قلب

نامہ فرستاد بہر کشورے — خواند ز ہر شہر و ولایت سرے

جمع شدند از امرائے دیار — از شہ و خان و ملکِ شہریار

تیغ زنانِ ہمہ اقلیم ہند — نیزہ گزارانِ نواحی سند

عرضہ طلب کردِ شہِ سرفراز — خامہ سرِ محبّر را کردہ باز

در قلم آمد ز یل و پہلواں — یک لکہ آراستہ برگستواں

مردم و یک اسپ بکارے نبود — پایک و افغان بشمارے نبود

لشکرِ ایں مہر ستارہ سوار — باد چو ذراتِ ہوا بے شمار

چاکرِ او گشتہ سکندر بزم — ساقیِ او خضر ہنگامِ بزم

بندہ زیادش ہمہ حال شاد — ویں غزل از حالِ منش داد یاد

غزل

شد ہوا سرد کنوں آتش و خرگاہ کجاست — بادۂ روشن و رخسارۂ دلخواہ کجاست

---

[1] سیم قراری مشاہرہ مقررہ و قرارات خواہ سپاہی ۱۲

هر یک ازاں پیلِ حصاری زعاج — بستہ زآفاق بدنداں خراج

حملہ چو بر کوہ برند از ستیز — کوہ قیامت کند اندر گریز

خشکی و تری ہمہ لشکر رواں — از شہ و خان و ملک و خسرواں

در بر و بحر از سپہِ خشمناک — غلغلہ در بحر و تزلزل بخاک

قلعے ازیں گونہ برآراستہ — تیغ شدہ خوں ز میانِ خاستہ

آمدہ اقصائے او دہ درگرفت — وازہمہ اقلیم سراسر گرفت

نیست شب و روز جز اینش سخن — کایں منم اسکندرِ دارا شکن

گر پدرم رفت جہانباں منم — وارثِ اکلیل سلیماں منم

تا سرِ من درخورِ افسر بود — سر کہ نہد تاج کرا سر بود

ہر کہ ز دعویِ من آید بقیل — سر کشمش چوں دبہ در پائے پیل

مردمکِ دیدۂ من کیقباد — کافسر جد فرِ بزرگیش داد

گوہرش از نسبتِ من روشن ست — کاں گہر از مہرۂ پشتِ من ست

گرچہ جہانگیر شد و تاجدار — نیست جہاندیدہ تر از من بکار

تختِ پدر گرچہ پے پائے من ست — ہر ہمہ دانند کہ جائے من ست

جائے خود از بخت بود رہنمائے — تا نہ ستانم نہ نشینم ز پائے

مہر غیاثے کہ بہیں سکہ گشت — از خط نامم نتواند گذشت

حاصلِ ایں حادثہ کامد بدر — شاہِ جہاں یافت پیاپے خبر

زاں صفِ انجم کہ مہیا شدہ | مہ بشرف گاہِ ثریا شدہ

نورِ علمہا کہ بکیہاں گرفت | آتشے گوئی بہ نیستاں گرفت

خواست کہ افتد بزمیں چرخِ پیر | لیک شدش چوبِ علم دستگیر

پرچمِ بیرق کہ بگردوں رسید | در رخِ مہ گردِ محاسن پدید

از شغبِ کوس دمے کاندروست | گاوِ زمیں را خلل آورد پوست

دمدمۂ کاسہ بآوازِ خوش | کوس زدہ با فلکِ کاسہ وش

نیزہ کہ بر چرخ سر افراختہ | تیر فلک خانہ نئے ساختہ

بسکہ زمیں شد ز علم سایہ دار | ماند چو سایہ[1] زدگاں بیقرار

ہیکلِ فیلاں بزمیں خم فگند | زلزلہ در عرصۂ عالم فگند

زاں ہمہ دنداں کہ بلانج بود | روئے زمیں رقعۂ شطرنج بود

از حشم و پیل دراں پیل مال | اختر جنبد ثابت و سیرِ جبال

جنبشِ اسپ از سمِ خارا شگاف | لرزہ در افگند زمیں را بناف

از روشِ اسپ بگامِ فراخ | گاوِ زمیں را شدہ سر شاخ شاخ

واز اثرِ نعل بصحرا تمام | خاک پر از نون[2] شدہ و عین و لام

ہر یک ازاں کوہ تنان چو پیل | رقص ہمی کرد بہ آہنگِ صہیل[3]

گرد سواراں کہ بخورشید جست | قطرہ بر چشمۂ خورشید بست

---

[1] سایہ جن و پری وغیرہ ۱۲ [2] یعنی از نعل اسپاں بر زمین نشانہائے نون و عین و لام بود صنعت این است کہ در نعل ہم سہ حرف است ۱۲ [3] صہیل آواز اسپ ۱۲

روشن اینک دل شمع گریهٔ خونین تن من | خرگهِ گرم ولے ماهِ نخسرگاه کجاست

وے ہمی رفت و زبس دیده گر غلطیده بخاک | گفت یارب کہ کجا پاے نہم راه کجاست

ہر شب اے دیده کہ بر چرخ ستاره شمری | جانِ من عزمِ سفر کرده بگو ماه کجاست

ماهِ من کور شد این دیده ز بیداری شب | آخر از زلف نپرسی کہ سحرگاه کجاست

گفتی از طرهٔ کوته شبِ تو روز کنم | اے بریده سرِ آں طرهٔ کوتاه کجاست

من برانم ز زنخدانت کہ در چہ افتم | یکزماں ترک[1] زنخ گیر و مگو چاه کجاست

پیش ازیں کردمی از آه دلِ خود خالی | دل کرا ماند کنوں طاقتِ آں آه کجاست

عزمِ حج دارد خسرو زپے توبهٔ عشق | توشه اینک غمِ دل بارگہِ شاه کجاست

جنبشِ شاه ز دہلی زپے کینِ پدر گشتنِ آغازِ غبار و شدنِ مہر نہاں

روز دوشنبه بگہِ چاشتگاه | در مہ ذی الحجه بپایانِ ماه

رایتِ منصور ببالا کشید | ماهِ علم سر بثریا کشید

شاه شد از خانهٔ دولت سوار | خانهٔ دولت شد ازو بختیار

کوکبهٔ چوں فلک آراسته | ماهِ علم تا بفلک خاسته

صف شکناں صف زده در پیشِ شاه | انجمنے ساخته بر گردِ ماه

---

[1] ترک زنخ عبارت از ترک گفت ۱۲

زیرِ علمِ آں شہِ خورشید تاب[1] — بود یکے سایۂ و صد آفتاب

لشکرِ انبوہ بہم بستہ صف — غرقِ عرق گشتہ سواراں ز تف

کوکبۂ زیں نمط انجم شمار — رفت بروں با علمِ شہریار

نصب شد اعلامِ مبارک اصول — گرد سراپردہ بسیری[2] نزول

دامنِ دہلیزِ بریشم طناب — بر شدہ زاں رشتہ ببامِ سحاب

میخ کہ شد دور تر از دامنش — رفت فرو در زمیں از سرزنش

بارگہِ شاہ درآں بوستاں — روئے ظفر داشت بہندوستاں

چار ستوں بود برسمِ شہاں — در خمِ دہلیز جہاں در جہاں

عرضِ ویش بنائش نہاد — خانہ ز تربیع بہ تسدیس[3] داد

بارگہی را دو ستوں رسم بود — شاہِ یگانہ دو دِگر در فزود

چار ستوں بارگہِ عرش سائے — عرشِ دوم گشتہ بداں چار پائے

شیرِ سیہ شد ز سرِ بارگاہ — خانۂ خورشید گزرگاہِ ماہ

از اثرِ ہیبتِ شاہِ دلیر — لرزہ ہمی کرد ز جہد بادشیر

کوشکِ لعل و سیہ شد بلند — ہر یک ازاں سایہ بگردوں فگند

لعل چو آتش سیہش ہمچو دود — سوختہ زیں ہر دو سپہرِ کبود

ہر دو دو برجِ مہ و خورشید تاب — گرچہ بیک برج بود آفتاب

---

[1] یعنی لشکر کثیر بعددِ ستارگاں بود ۱۲ [2] نام مقامی ۱۲ [3] نوعیست از خیمہ ۱۲

بلک ازان گرد سر افراشته — چشمهٔ خورشید شد انباشته

نے خود ازاں گرد کہ بر شد بمہر — گشت[۱] جزیرہ بمحیط سپہر

شاہ بران سوے چو کشتی براند — کشتی ماہ آمدہ بر خشک ماند

شاہ فلک رفعت و خورشید تاب — زیر علم چون بشفق آفتاب

گرد رہش کاں ببصر شد دلیل — سُرمهٔ ہر چشم شدہ چند میل

گرد وے از خاصگیان سران — موج چو دریا زدہ از ہر کران

موے شگافاں بکماں بستہ زہ — زہ زدہ ابروے کماں را گرہ

ترکش پُر تیر کمر بستہ تنگ — شیر نیستاں شدہ از بہر جنگ

پیش رکاب از روش تیغ تیز — سوے عدم کردہ سلامت گریز

گرد وے از ہیبت تیغ یلاں — نے بزمیں بود و نہ بر آسماں

تیغ برہنہ کہ بپوشید دست — برہنہ را ہیں کہ چہ پوشندہ گشت

تیغ نہ بلک آتش پولاد خیز — بر دل سنگین عدو گشتہ تیز

تیز زباں ہندی مرد میاں — طرفہ بود تیزی ہندی زباں

گرد بگرد شہ والا گہر — حصن پلارک شدہ سر تا بسر

در صف تیغ آں تن آراستہ — چوں گلے از سوسن تر خاستہ

پیش سپہ روشنی دور باش — داد جگرگاہ عدو را خراش

---

[۱] یعنی گرد دریاے فلک از گرد سم اسپان جزیرہ (ٹاپو) پیدا شد ۱۲

تختِ شہی کرد سلیماں پدید — خلق چو موراں ز دو سو صف کشید
فرق نہادند سراں بر زمیں — خاک شد از فرقِ سراں نافِ چیں
خلق ز دو سو صفِ ادب ساز کرد — بار یکے آمدن آغاز کرد
یافتہ چوگانِ زر از دستِ شاہ — حالِ کساں گفت زراں حال گاہ
حاجبِ خلقے چو دراں فتحِ باب — گشت مشرف بشکوہ و جواب
رخش طلب کرد شہِ تاجور — رفت ز یک تخت بہ تختِ دگر
خانۂ زیں منزلِ خورشید شد — سرو ہمسایگیِ بید شد
عزم برون کرد شکار افگناں — بر دلِ خورشید غبار افگناں
روئے زمیں گشت پر از یوز و باز — ہر ہمہ آہو کش و نخچیر ساز
آنکہ رہا گشت ہمیں دستگاہ — از ہنرِ خویش زبر دستِ شاہ
چوں ہنر از عیب فزاواں شود — مرغ زبر دستِ سلیماں شود
وائے بر آں آدمیِ بے خبر — کو کم ازاں مرغ بود در ہنر
باز ز دستِ ملکاں می پرید — چوں نہ پرد ہر کہ چناں جائے دید
خفت چو خرگوشِ بخوابِ دراز — جست ز خواب از خلشِ چنگِ باز
سار و کلنگے کہ نوا می گرفت — چرخ خود آں را بہوا می گرفت
مرغِ ہوا جملہ سیہ چشم[۱] برد — صید زمیں پیشِ سیہ گوش مرد

۱؎ سیہ چشم پرندۂ شکاری ست ۱۲

خرگہِ زریں کہ درآمد بہش — چنبرِ مہ شد کمرِ خرگہش

بود چو داخل بزرگی علم — گشتہ پیادہ ز شکوہش حشم

ہر کہ درون زد قدم دلدلش — راند بہ نیزہ علمِ داخلش

میمنہ بر تلپتہ (نام مقام) زد میسرہ — بود میان اندپتہ (نام مقام) میسرہ

پیلِ گراں سنگ بہاپور بود — قلب چو دریاش درآمد بجود

پیش بہاپور زبعدِ رسِ میل — سنگِ گراں سرمہ شد از پای پیل

پایگہِ خاص بسیری رسید — سبزۂ تر بر سرِ سبزی رسید

خیمہ ز ہر سوے بیک پاے خاست — چار وتد گشت بیک قطب راست

دائرۂ خیمہ چو پرکار گشت — نقطۂ خاکی بمیانش نشست

خیمہ پر از گل چو گلستاں نمود — در گلِ او دشت چو بستاں نمود

دائرۂ خیمہ بسیری قطار — ابر فرود آمدہ در مرغزار

بس کہ دراں گلشنِ مینو نشاں — شاہ شد از ابرِ کرم دُر فشاں

ہر کہ دریں سبزہ نظر در گرفت — قطرہ طلب کرد و گہر بر گرفت

یک شبے آں جا بخوشی گام راند — خورد مئے روشن و گوہر فشاند

روزِ دگر صبح چو ضحاک شد — مارِ سیہ در شکمِ خاک شد

داورِ جمشید نسب کیقباد — تاجِ کیاں بر سرِ دالا نہاد

سرو جوانیش کہ شد میوہ دار — شاخِ کرم گشت و درآمد بہار

باد رِ بارش و جہاں پست او   قلعۂ دہر شدہ دربست او

از شرفِ پایۂ او نردباں   پایۂ سایہ شدہ بر آسماں

کالبدِ چرخ بجنبش یکے ست   خشتِ زمیں کالبدِ مشتیست

آئینہ گشتہ ز گچ صاف خشت   دیدۂ او صورتِ خود در بہشت

ہرچہ کہ در آئینہ بیند جواں   پیر وراں خشت بہ بیند ہماں

ہرچہ کہ نقاش بیکسو کشید   عکس بہ دیوارِ دگر شد پدید

نیست درو حاجتِ نقش اصفا   بس کہ شد از عکس گماں و نما

نقش بلندش ہوا خامۂ اند   تختۂ منقش بفلک باز خواند

دیدۂ بد مردم ازاں جائے خوش   تیر بسے خوردہ ز ہر تیر کش

قطرہ بر آں بام نیفتاد تیز   ابر گریزندہ ز باراں گریز

شکل ستونش بمقام ستاد   قصر ارم را شدہ ذات العماد

گشت چو جاروب و خاک روب   گرد ز سیخش[۱] ہمہ کس سرمہ چوب

طرفہ عروسی شدہ آراستہ   آئینہ از آبِ رواں خواستہ

چون گرو گشت حبابے عیاں   قصر نمود از تہِ آبِ رواں

ہمچو دو آئینہ مقابل ز تاب   آب درو عکس نما او در آب

عکسِ دویش مثل نیارد دگر   گرچہ کہ سر زیر کند یا زبر

---

۱ سیخ (تیلی)، سرمہ چوب = سلے چوب سرمہ یعنی سلائی ۱۲

هرچه ز بالا و فرو در نمود　　بلکه همه چشم و همه گوش بود

بود چو خورشید ولایت فروز　　گشت کنان تا گهِ نیم روز

چشمهٔ خورشید چو شد گرم رو　　کرد روشِ نو هوسِ شهرِ نو

رفت بکیلوکهرے داد عون　　از مددِ دست چو دریا بجون

قصر شد از فرِّ شهی ارجمند　　چون فلک از منزلتِ خور بلند

صفتِ قصرِ نو و شهرِ نو اندر لبِ آب
که بود عرصهٔ رفرف[1] چو رفِ آن ایوان

قصر نگویم که بهشتے فراخ　　روضهٔ طوبیٰ درِ او را بشاخ

با چمنِ هشت درش در یکے　　با فلکِ هفت سرش سر یکے

بامِ سفیدش بفلک سوده سر　　کرد بخورشید سفیدے ابر

پلّه چو مهتاب ببامش نهاد　　گشت[2] ز دوران بزمین اوفتاد

رفت درونِ درِ او آفتاب　　وقف زمین کرد رخِ چرخ تاب

رفت صبا زانِ در و دیوارِ خس　　گفت ندانم در و دیوارِ کس

ره بسوے روزنِ او جست ماه　　هیچ نداد او بسوے خویش راه

بانگ کشاده درِ او دم بدم　　رفته بدربند و بدربرد و ازهم
　　　　　　　　　　　　　　مقام　　مقام

---

[1] رفرف بالش ها و بساط ہاے گرانمایه و تختے که رسول صلعم را سوے خداے تعالیٰ در شبِ معراج برد۔ ورف طاق ۱۲

[2] گشت یعنی از دوران سر بر گردید و بر زمین وفتاد ۱۲

گشت بدنبالِ حریف از زوال
قامتِ مہ بدرِ دہ گشتے چون ہلال

بس کہ نمے شد کفِ شہ گنج سنج
بیش درِ آفاق نگنجید گنج

موسمِ دی جملہ بعشرت گذاشت
ز آتشِ می مجلسِ خود گرم داشت

باد ہمہ وقت خوش و شادکام
کس نہ زبردستِ وی الا کہ جام

مہ بجنیبت کشیِ عزمِ او
زہرہ بخنیاگریِ بزمِ او

ہمتِ عالم بوفا جوئیش
خاطرِ خسرو بہ ثناگوئیش

این غزل از مطربِ موزون اصول
یافتہ در گوشِ ہمایون قبول

غزل

سوارِ چابکِ من باز عزمِ لشکری دارد
دلِ من باز بر دنبالِ او جان آوری دارد

من اندر خاکِ میدانش لگدکوبِ بلا گشتم
ہنوز آن شہسوارِ من سرِ جولانگری دارد

بہر شکلے کہ می آید ز من جان می برد آرے
دروغ ست آن کہ این شیوہ ز ہر دلبری دارد

مسلمانان نگہ دارید بیچارہ دلِ خود را
کہ تیر اندازِ من مست ست و کیشِ کافری دارد

ندارم آن چنان بختے کہ خواند بندۂ خویشم
غلامِ دولتِ او ہم کہ با او چاکری دارد

مثل گر یک سخن با من بگوید عاقبت آنرا
بیارد بر زبان و سرزنش خود برسری دارد

تو نیٔ دیوانہ وش جانان کہ داری سایہ گیسو
دلم دیوانہ تر از تو کہ آسیبِ پری دارد

مرا چون صیدِ خود کردی شجاعت میکنی جانم
نمیگوید تمنّاش لیکن سخن در لاغری دارد

؎ پارسال ۱۲

طاقِ بلندش بفلک گشت جفت — حاصلِ او شد فلک اندر نهفت

کنگرِ طاقش بزبانِ دراز — پیشِ فلک گفت سخنہائے راز

سنگِ سفیدش کہ شدہ بر سپہر — آمدہ از مہر و شدہ چشمِ مہر

یکطرفش آب و دگر سوے باغ — باغ و آبے زدہ سویش بلاغ

بازی

آبی ازاں باغ برد ماند زرد — باغی ازاں آب بجا گشت سرد

شاخ بہ بار رگہے کردہ راہ — جایگہِ بار شدہ بارگاہ

شہ چو دراں خلدِ بریں جائے کرد — خرم و خنداں بطرب رائے کرد

باز بہے بُرد کفِ زرفشاں — گرد پر از زر کفِ ساغرکشاں

بادہ کشاں باز کشیدند صف — گشت مئی لعل درافشاں ز کف

رود زناں از سینہ بروں بردہ صبر — آب چکاں دست چو باراں ابر

بس کہ شد او مست ز آدابِ خویش — ریختہ از پردہ بروں رازِ خویش

چنگ ز سر گشتہ تواضع نمائے — بادِ تکبر بسر افگندہ نائے

زخمہ چو نولِ بط در رود و چنگ — راہ چکاوک زدہ و بانگِ کلنگ

مرغک و صد مرغِ دگر در صفیر — بر ہمہ مرغاں شدہ گنجشک میر

شاہ دراں زمزمۂ نائے و نوش — بحرِ کفش گشت چو دریا بجوش

دست ندیمے کہ ورق برگرفت — مہرۂ کاغذ بگہر در گرفت

بربطِ مطرب کہ نوا برکشید — تارِ بریشم بدُر اندر کشید

جلدِ چمن را شده شیرازه باز — مانده از باد ورقها فراز

سوسنِ آزاده در افتادگی — هیچ نمی گفت ز آزادگی

نسترن آویخته بر شاخ بود — هر دو بهم باز گسستند زود

شاخ چو از بادِ خزاں گو شکست — بادِ خزاں نیز از و بر شکست

سرو که از سایه نشانے نداد — سایه نشیناں همه دادہ بباد

هر شجرِ باغ ز سر تا بتنه — ماند ز بے برگیِ خود برہنه

برہنه گشته تنهٔ گل بباغ — باد کناں خس کشی از روے لاغ

دیده چو نرگس به چمن ایں فساد — گل شده در دیدهٔ خویش اوفتاد

نرگسِ بے دیده رواں کورِ چشم — خارِ عصا بادِ خزاں کورِ چشم

ریختنی گرد درختاں ز سر — گشته زمیں پُر ز درمهاے زر

پشتِ بنفشه به چمن زارها — گوژ شد از چیدنِ دینارها

بر زمیں افتاد بسے نازنیں — لرزه کناں بر سرِ شاں یاسمیں

خاک ز زردی شده بر زعفران — خنده نه با ایں همه در ارغوان

شاخِ گل از بس که نگوں شد گلش — کرد نگوں سر زنشِ بلبلش

باد به هر سرو رسیده فراز — سرو ز هر باد بخفته دراز

سبزه بے خطِ تر انگیخته — باد بے خاک بر آں ریخته

گل همه سر خشین و ماں از برون — کرش همه در پوست در افتاده خون

---

۵۹ مراد از گلِ سپیدی ست که در چشم می افتد و آں را در هندی پھولا گویند یعنی نرگس از دیدنِ فساد خزاں کور شد ۱۲

بہ بدنامی برآمد نامِ خضر[1] کز پئے دیدہ   نہ یک تر دامنے دار کہ صد دامن تری[1] ادا

صفتِ فصلِ خزان و مغل عزمِ سپاہ

ہم بر آں سال کہ تباراجِ چمن بادِ خزاں

فصلِ خزاں چون بچمن خانہ خوست   بادِ رواں گرہ بگلزار تاخت

شاہ بہ پیر عزم ز ولایت براند   کش بچمن ہیچ ولایت نماند

کوہ ز سنگ آتشِ لالہ فروخت   شعلہ بدامانش گرفت و بسوخت

لالہ سر از سنگ بلنگر سپرد   ماند بجا لنگر و بادش ببرد

بادِ خزاں آمد ازاں جا کہ بود   خشک شدہ باغ ہماں جا کہ بود

گشت سمن نازک و زرد و حقیر   کاب گرفتش بلبِ آب گیر

رفت سمن روئے چمن را گزاشت   زاں کہ خزاں روئے نگاہش نداشت

جامۂ خود کردہ بنفشہ کبود   گشت چو صوفی بر کوع و سجود

شد بہ تنِ نازکِ زیبائے گل   پارہ ہمہ پوست زسر تا[2] گل

لالہ ز بیماریِ خونِ رفساد   ریختہ نازک تنش از رنج باد

سوختہ از آتشِ خود لالہ زار   گشتہ دو دنش ز خزاں پخبار

دفترِ صد برگ فتادہ ز دست   آمدن ہر ورقِ او شکست

---

[1] اضافت مقلوب یعنی تری صد دامن ۱۲ [2] گلابی جاڑا ۱۲

فرش بہ پیچید گل از روے گل — گفت غلیواز کطیِ السجل

باغ خراب از قدمِ بومِ شوم — چغد قدم شوم شدہ یارِ بوم

نالۂ میشچہ[1] کہ نماندہ دمش — حلق تہی گشت ز زیر و بمش

در طلبِ روے نکو سو بہ سو — قمریِ کوکو زدنی کو بہ کو

باد کہ اندر سرِ ہدہد فتاد — تاجِ سلیماں ز سرش برد باد

گرچہ ہزار آئینہ طاؤس داشت — حسن چو شد جملہ پسِ دم گذاشت

آں کہ پریدے ز پر خود تدرو — ماند چو پر گم شدگاں زیرِ سرو

لالہ چو بر کوہ برفت از شکوہ — کبک بریدہ دل از تیغِ کوہ

سبزکِ دیباچہ خود باز خوند — شارکِ بیچارہ دہن باز ماند

طفلِ شگوفہ بہ رہ افتاد و مرد — شاخ بدید و بعنا دل سپرد

گرچہ گلے جیش نشد در چمن — گم نشد از مجلسِ شاہِ زمن

گرچہ ز رگ لالہ نہاں کرد مے — لالۂ نو ساخت شہ از جامِ مے

گرچہ نہ بد برگ و نواے شاخ — برگِ نوا بود بمجلس فراخ

گرچہ کہ بربست ہوا سیمِ آب — شاہ کشاد از کفِ خود سیمِ ناب

گرچہ چمن گشت پر از برگ زرد — شاہ زمیں در تہِ دینار کرد

از کرمِ شہ کہ عدو سوز بود — فصلِ خزاں موسمِ نوروز بود

---

[1] میشچہ جانورے ست خوش الحان ۱۲

آب کہ باراں بگِل کوزہ بخیت ‏ ‏ کوزہ بیفتاد و شکست و بریخت

ابر کہ بگریست بہ بستاں بجبر ‏ ‏ شد مژہ ہا ریختہ از چشمِ ابر

نم بکفِ دستِ چنار از روش ‏ ‏ زیبقِ لرزاں بکفِ مرتعش

گربۂ بید[1] از عملِ دست برد ‏ ‏ گشت لگد خوار ز گنجشکِ خرد

بید بیاریدز ہر برگ تیغ ‏ ‏ ریختہ خوں از تنِ گل بے دریغ

لالہ فرو ریختہ در پیشِ باد ‏ ‏ خونِ خود آں جا کہ بخوے گل فتاد

غنچہ کہ با باد کشادیش دل ‏ ‏ شد ہم ازاں باد گریباں گسل

جامہ گل پارہ شدہ بر تنش ‏ ‏ غنچہ گرہ بر زدہ در دامنش[2]

دامنِ نسریں کہ در آمد بخار ‏ ‏ ماند ہماں جا و سر پیوند دار

گل شدہ بے رنگ[3] بہر بوستاں ‏ ‏ مرغ ز بے رونقی او در فغاں

از گلہ مرغ نوائے کہ خوست ‏ ‏ سرو برقص آمد و پایش نخاست

بر سرِ ہر خار کہ بلبل گزشت ‏ ‏ علقِ وے افتاد و خراشیدہ گشت

بلبل ازیں غصہ چناں خوں نشست ‏ ‏ کش تہ دُم رنگِ دگر گونہ گشت

گنگ شدہ طوطی و زاغ و زغن ‏ ‏ در دہنش[4] یافتہ جائے سخن

کور شدہ فاختہ از نولِ زاغ ‏ ‏ فاختہ کور آمدہ گل را بباغ[5]

---

[1] گربہ بید نوعی از بید ست ۱۲

[2] رسم ست کہ چوں جامہ پارہ می شود بر دامن گرہ می دہند ۱۲ ‏ [3] بیمرت ۱۲

[4] زاغ و زغن و رخزان آواز می کنند و طوطی خاموش می ماند ۱۲ ‏ [5] فاختہ کور نام علتیست کہ درختاں را خشک سازد ۱۲

سلطنتِ جملۂ عالم مرا — وانگہ از آہنگ کساں غم مرا

خلق چہ گویند بہر کشورے — شاہ من و قلعہ کشا دیگرے

بوم کہ باشد کہ بچنگ دراز — طعمہ برد از وطنِ جرّہ باز

گرگ و سگے ہست بر آہو دلیر — پنجہ نخواہد زدن آخر بشیر

من کہ بہ ہند از ہمہ رایاں بال — جزیہ ستانی کنم از پیل و مال

گہ بکشم زر دہم از گوجرات — گاہ بدیوگیر نویسم برات

اسپ ہمہ تند کشم از تلنگ[1] — پیل ہمہ مست ستانم ز بنگ

مالوہ را وقفِ فنا این کنم — جام نگر[2] وجہ خزاین کنم

نیست مرا وجہ قبا[3] جز خطا — سر چہ چیں بستۂ بند قبا

زیں دگلی[4] چند بگرد کلہ پوش — کز پے کیں پنبہ کشیدم ز گوش

پنبہ کنم[5] لشکرِ شاں را چناں — کز تنِ شاں پنبہ شود استخواں

گرچہ چو مور و ملخ ست آں سپاہ — مور شود کشتہ چو افتد براہ

پیل من آں دم کہ بجوشد چو نیل — چیست صفِ مور چہ دریائے پیل

می شودم دل کہ جنیبم ز جاے — فرقِ قراخاں سپرم زیر پاے

لیکنم از تیغ خود آید دریغ — چوں کنم از خونِ سگ آلودہ تیغ

---

۱ نام ملک ۱۲ ۲ جام نگر نام مقام ۱۲ ۳ قبا بالضم قاف نام مقامی ۱۲

۴ دگلی یعنی دغل و دگلہ پوستین یا جامہ کہ پر از پنبہ باشد ۱۲

۵ پنبہ کنم ای مثل پنبہ پارہ پارہ ساختہ بر ہوا بپرانم ۱۲

شه بتحسینِ فصل برین گو نه شاد　　کز مغل آوازه بعالم فتاد
نامه گشته چند چو تیر از کمین　　آمد و بوسید چو پیکاں زمین
کز حدِ بالا مغلِ تیز عزم　　سوئے فرو راند بآہنگِ رزم
لشکرِ انبوه چو ذراتِ ریگ　　جوشش آورد چو آبے بدریگ
بوم ببربستہ سپاہی چناں　　آمد ازاں بوم خرابی کناں
ناوکِ شاں دیده کشے ساز کرد　　دیده نیارست کسے باز کرد
گشتہ بہم قطرۂ بارانِ تیز　　سیل شد و کرد بدریا ستیز
قوتِ آں سیل کز ایشاں رسید　　آب ز ہا پور بلتاں رسید
ہر کہ کمے چشم نمی زد ز کس　　چشم زدن چشم زده شد ز خس
مردمِ آں خاک فروشد بخاک　　گرد بر آورد از ایشاں ہلاک
امن و اماں در شد از راہِ ملک　　بو کہ بفریاد رسد شاہ شاں
ایں ہمہ کاندر رہِ گرگ اوفتاد　　وارہد از قوتِ راعی العباد
شہ کہ ز گستاخیِ آں گمرہاں　　یافت چنیں آگہی از گمرہاں
تلخ بخندید چو شیر از غضب　　تلخ بود خندهٔ شیراں بلب
گفت که خرخر بجہاں عہدِ من[1]　　وز دگراں زلزلہ در عہدِ من
غازیِ ما چوں زنکارِ غزا است　　کافر اگر تاختن آرد سزا است

---

[1] خرخر خنده تلخ را گویند یعنی بخندید و گفت که در جہاں بادشاہی من ہست از دیگراں زلزلہ در عہدِ من ہست۔

(تاریخِ فیروز شاہی)

گرچه تمر[1] تیزی و سختی نمود — گشت چو موم ارچه که پولاد[1] بود
سرسد و کیلی و دو بیک سو نتافت — چچلک و بید و بدگر سوے نتافت
جمله ز بی سنگیِ خود بی درنگ — در گله مرغ در افتاد سنگ
برزده دامانِ قبا هم گروه — عطف نمودند بدامانِ کوه
روے مغل بود بهر سو که بود — پشت مغل بود بهر رو که بود
روے چو به نمود سپاهِ درشت — رو نه نمودند نمودند پشت
باربک اندر پئے شان کینه خواه — تیغ زنان قطع همی کرد راه
روے بدند از همه سو در ستیز — پشت شدند از همه سو در گریز
دست وے از قوتِ چوگانِ زر — گرد پر از گوے زمین سر بسر
بس که ببرید سرِ آن خسران — شد خزه سنگ ز سرِ خر سران
روے زمین کرده چو طشتِ نگون — دید سرِ خود همه در طشت خون
تیغ که بر تارکِ آنها گذشت — کرد بیکجاے سر و تیغ و طشت
لشکرِ اسلام که دنباله کرد — کوه ز خون زیر و زبر لاله کرد
خسته شد چند ز لشکر کشان — رفته عنان تافته بهر نشان
وانچه دگر بود ز برنا و پیر — یا علفِ تیغ شده یا اسیر
خان جهانگیر که این فتح یافت — فتح و فیروز عنان باز تافت

---

[1] تمر و پولاد نام مغل بود ۱۲

کس نزدہ تیر بمرد ارخوار[1] | جز بگرد مہ نکند این شکار
چوں سخن چند ازیں در براند | عارضِ انابے سپہ را بخواند
گفت کہ خواہم ز سوارانِ کار | نامزدِ مغل شود سی ہزار
بر سرِ شاں باربک تیغ زن | خانِ جہاں شاہکِ[2] لشکر شکن
عارضِ فرزانہ بفرمانِ شاہ | کرد رواں سوئے مخالف سپاہ
باربک و قلب کمی رزم ساز | وز ملکاں صد سر گردن فراز
ساختہ در رزم چو شیرانِ مست | سوئے سگِ چند کشادند دست
انجمنے چوں فلک آراستہ | چرخ ازاں انجم ماہ خواستہ
ماہ سبک سیر شد اندر شتاب | خنجرِ تیز آختہ چوں آفتاب
ناحیہ بر ناحیہ راندند تند | بود صبا پیش چناں سیر کند
از قدمِ شومِ مغل آں بلاد | نام و نشانے ز عمارت نداد
از حدِ سامانہ و تا لاؤہور[3] | ہیچ عمارت نہ نگر در قصور
لشکرِ اسلام کہ آں جا رسید | بود زمیں تشنہ کہ باراں رسید
یافت خبر کافرِ ناخوب کیش | تیز تر از تیر بروں شد ز کیش
تن ز غنیمت بہزیمت سپرد | بردنِ جاں را بغنیمت شمرد

---

[1] غلولہ گلین ہے مردارخوار را گویند ۱۲ [2] شاہک سپہ سالار کاف تصغیر ۱۲
[3] لاؤہور لاہور ۱۲

وقت در آمد که حریفانِ بزم — بر طرفِ خانه نمایند عزم

میر سپه کرد بسے هدیه راست — داد بیاران و بسے عذر خواست

پیشِ بزرگان و سرانِ نبرد — خدمتے آورد سزاوار مرد

کرد بزرگی بحقِ کهتران — داد بیک جامه بقیمت گران

بر همه خشنود و خوش از بزمگاه — باز گرفتند بسوے خانه راه

بزم ز مهماں چو تهی یافت جائے — بزم نشیں باز بمی کرد رائے

خلوتیِ چند ز خاصانِ خویش — پیش طلب کرد و می آورد پیش

جام که شد چون دلِ کافر بجوش — کرد بیادِ شهِ اسلام نوش

چنگ نئے ازاں هوا سر کشید — چنگ نوازنده نوا بر کشید

گفت بر آهنگ نظامی تنگ — این غزلِ نغز بر آوازِ چنگ

غزل

برگ ریز آمد و برگِ گل و گلزار برفت — سرخ روئی ز رخِ لاله و گلنار برفت

سرو بشکست و سمنِ زرد شد و نرگس خفت — گو برو این همه چون از برِ من یار برفت

نزدِ من بادِ خزاں دوش غبار آلوده — آمد و گفت که سروِ تو ز گلزار برفت

خواستم تا دم اندر طلبِ رفته خویش — یادم آمد رخِ او پائے من از کار برفت

در دو دیده اشک چو باز آمدنِ خویش ندید — دل بانداخت هم اندر رهِ و خونبار برفت

خونِ دل گرچه که بسیار برفت اندک ماند — صبر هرچند که بود اندک و بسیار برفت

بست اسیرانِ مغل را قطار ‌ ‌ ‌ داد بداں چند شتر در مہار

گردنِ شاں ہر رسن ساز کرد ‌ ‌ ‌ سر بر سن بست و رسن باز کرد

کشتہ ہم ایمن نشد از ترک تاز ‌ ‌ ‌ تا ز سرش پوست نکردند باز

چوں ز چنیں فتح جہاں یافت بہر ‌ ‌ ‌ دست ہمی برد سپہدار دہر

مجلسے آراست بر آئینِ کے ‌ ‌ ‌ داد بے کشتی زرّیں بمے

شیشۂ می ریخت بہ یاقوت گنج ‌ ‌ ‌ طرفہ بود شیشۂ یاقوت سنج

ساقیِ مہوش بقدح دست بُرد ‌ ‌ ‌ دورِ قمر جام بساقی سپرد

چرخ ہر آں دَور از یں پیش داد ‌ ‌ ‌ رفت بریدانِ قضا را ز یاد

تا کہ ز ساقی شنود بانگِ نوش ‌ ‌ ‌ پنبہ بروں کرد صراحی ز گوش

صف زدہ یارانِ خوش و بادہ کش ‌ ‌ ‌ سرخوشِ بادہ سری کردہ خوش

ہر یک ازاں پہلوے شمشیر تیر ‌ ‌ ‌ شیر گرفتند چو شد شیر گیر

بزم گہے ساختہ شد چوں بہشت ‌ ‌ ‌ خاک شد از جرعہ معنبر سرشت

جرعۂ مشکیں کہ زمیں در گرفت ‌ ‌ ‌ گاو زمیں خوردہ بعنبر گرفت

بربط و طنبور کہ شد نغمہ ساز ‌ ‌ ‌ کرد ز حیرت سرِ قرّابہ باز

زخمہ در آمد بزباں آوری ‌ ‌ ‌ داد بمطرب بزباں یاوری

بادہ چو خورشید زگہ تا بشام ‌ ‌ ‌ داشت طلوعی و غروبی بجام

کرد چو خورشید بوقتِ غروب ‌ ‌ ‌ طالعِ خود بر ہمہ قبچاق خوب

باد ہمہ خاکِ زمین را بہ بیخت — یافت زر و دُر بر صد برگ ریخت

بس کہ گرانیِ زر از حد گذشت — دامنِ صد برگ بصد پارہ گشت

جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش — غنچہ گرہ بر زدہ در دامنش

گل ز کرم زر دہد آن را کہ جست — وز پئے خود جامہ نسازد درست

آبِ سمن در چہِ خمِ مشک سود — باد شد آہو تگ و مشکش ربود

باد کہ از شاخ ہمی بر شکست — بازچہ برہا کہ بر آن شاخ بست

سایہ کنان سرو بر افتادگان — با ہمہ کس راست چو آزادگان

گرچہ برانید صبا ہر چہ خواست — در صفتِ سرو ہمی بود راست

نرگس تر گشت ہمہ روشن چشم — خیرہ شد اندر رخِ خیرہ وش چشم

خون سمن چشمکِ پوشیدہ داد — چشم نزد از نگہے آن ز باد

سبزہ چنان شد کہ جہان در گرفت — چشمِ نرگس نتوان بر گرفت

نسخۂ دیباچۂ عشرتِ جہان — خواند صحیح از ورقِ ارغوان

خون بچکید از گلِ نازک خیال — لالۂ خود روے ازان یافت خال

سرخ گل از باد چو آورد یاد — خونش بچکید ز آسیبِ باد

شاخِ گلِ کون کہ تر شد برش — کوزہ تر از دستۂ کوزہ سرش

ساختہ گل کوزۂ نو از نبات — ابر در او ریخت آبِ حیات

باغ ز ہر غنچہ شدہ کوزہ در — گردشِ چرخ از گلِ تر کوزہ گر

هرچه از عقل فزون شد همه عمرم جو جو | اندرین غارتِ غم جمله بیکبار برفت

باد خاکِ زرهٔ گلرخِ من می آرد | جانم آویخته زان خار گرفتار برفت

گله کرد آن بتِ شیرین ز برِ خسرو رفت | خله کرد آن گلِ نسرین ز سرِ خار برفت

صفتِ فصلِ بهاران که چنان گردد باغ
که بدو نرگسِ نادیده بماند حیران

فصلِ بهاران چو علم برکشید | ابر سراپرده بر اختر کشید

سکهٔ گل چون درم شه زدند | سکه بصد وجه موجه زدند

شه سپرِ غنچه بچمن داد بار | خار سلاحی شد و گل پرده دار

تیغ کشید ارچه که سوسن بباغ | هم ز سرش سایه بُبرید باغ

تا شودش سوسنِ آزاده رام | خار غلامی شده سرتیز نام

خونِ خود از باد خزان گل بخواست | لیک صبا از سرِ خونش نخاست

خواست گل از باد بخواهد دیه | برد برون نرگسش از تعمیه

سوسن ازین غصه بکین خواستن | خاست بشمشیر زبے خاستن

او خود از آن خاست که آزاد گشت | غنچه چه افتاد که برباد گشت

بس که صبا همدمیِ غنچه کرد | تازه نشد تا دمِ او در نخورد

باد حریفِ گل و گستاخ زد | جامهٔ صدبرگ بصد شاخ زد

هر گلِ بالا که بود تازه روے — جز تبری زو نتوان یافت بوے

نغزیِ این گل که ز تبری مغز — داد به خشکی و تری بوے نغز

ماند چو در جامه نسیمش مقیم — جامه نماند که نماند نسیم

سیوتیِ خوش که کنندش گلاب — از همه سو رو و همه روے آب

یک گلِ بیلی و دگر در و ل — گل ز گل و گل ز گل آید برون

از گلِ بسیار دلش گشته باغ — وز خوے او در جگرِ لاله داغ

مولسری خرد و بزرگ از هنر — خرد و بزرگ از هنرش بهره ور

بوے وے آن را که مغز آرمید — بوے دگر گل نتواند کشید

پنجه گشاده گلِ لعل از پله[۱] — غرق بخون ناخنِ شیرِ یله

نے علمِ نافه و لے نیم خام — چیزے از و مشک دگر خون تمام

تا کند اندر دلِ بدخواه ریش — زاغ نشاند بسرِ شاخ خویش

جاے نه در باغ ز گلهاے جاے — مرغ در افغان که نگنجید جاے

از پئے گل هر که به بستان شتافت — ملکِ جهان یافت اگر جاے یافت

گشت ز شرفِ گلِ زر دام زاد — گل به زمین گونهٔ زر وام داد

سبزه که گشتش همه صحرا خرام — پرِ گلِ زرین شده صحرا تمام

غنچه به بستان ز نم آورده شیر — مرغ چو طفلان شده اندر نفیر

۱؎ پله نیمه ۱۲

باد دران کوزه شده سر کشاد — گرچه که در کوزه نگنجید باد
نسترن از روی نکو می پرید — بلبل و قمری هم ازاں می برید
فاتحه خوان غنچه پگاهِ سحر — نرگس و سبقِ گل و علمِ نظر
گل که سپرهاش فراہم شده — پیش سپر غم سپر غم شده
گل همه روی شناسا شده — روی شناسِ همه صحرا شده

قطرهٔ شبنم زده بر یاسمین — ماه به پروین شده هم در زمین
کرد بنگ آتشِ لاله نشست — زاغ شده هندوی آتش پرست
گربهٔ بید از گلِ لعل و سپید — گربهٔ مشکین شده در مشک بید
بید شده تیغ فشان زیر پائے — سایه ازو خسته شده جابجائے
لرزه کنان آب ز آسیب باد — بس که برو سایهٔ بید او فتاد
آب که آهن شده بود از سپهر — آهنِ او آب شد از تاب مهر
غرقِ سپر گشته ز نیلوفر آب — بر سپرش قبهٔ سیم از حباب
طرهٔ سنبل ز شکن گشته باز — پنجهٔ شمشاد شده شانه ساز
برگِ بالا که دهد بوستان — بیشتری هست هندوستان
آن گل هندی که چمن کرد راست — نے بخراسان که بعالم نخاست
کیوره هر برگ چو سیم سپید — عود ازو سوخته چون مشک بید

---

۱ یعنی خود را کشادن می خواست ۱۲ ۲ گربهٔ بید نوعی از بید ۱۲

نائیم و مطربے و شرابے و محرمے — جائے بزیرِ سایۂ شاخِ چنار خوش

اے بادِ کابلی مکن و سوئے دستِ او — ما را بکن ز آمدنِ آں نگار خوش

چیزے دگر مگوے ہمیں گو کہ در چمن — سبزہ خوش ست و آبِ خنک و جویبار خوش

گر خوش کند ترا بحدیثے کہ یار گرد — بنشیں کن و بیار مشو زینہار خوش

ور بینیش کہ مست بود خفتنش مدہ — ہم ہمچنانش مست بہ نزدِ من آر خوش

با او در آں زماں کہ عیش راہ میدہد — بازی خوش ست و بوسہ خوش ست و کنار خوش

من مستِ خوش حریفیِ اویم کہ آں حریف — سرخوش خوش ست و مست خوش و ہوشیار خوش

سروِ پیادہ خوش بود اندر چمن ولیک — آں سروِ من پیادہ خوش ست و سوار خوش

از وے خوش ست بر شکنیہا[1] نگاہِ ناز — وز خسروِ شکستہ فغانہائے زار خوش

صفتِ موسمِ نوروز و طرب کردنِ شاہ
بزمِ دریا و کفِ دست چو ابرِ نیساں

رفت چو خورشید ببرجِ حمل — نورِ شرف کرد بگیتی عمل

دورِ جہاں وزن و نوا از سر گرفت — موسمِ نوروز جہاں در گرفت

شاہ دراں روز ہم از بامداد — قصرِ فلک مرتبہ را آب داد

کنگرۂ قصر طرف بر طرف — تا بحمل رفتہ شرف بر شرف

---

[1] بر شکستن اعراض کردن ۱۲

زاغ برفت ز چمنہائے تو — بوم ہم آوردہ دراں اغ رو

شارکِ رعنا بہ چمن باز خورد — چشم بر خسارۂ گل سرخ کرد

بلبلِ سرمست ز نطقے کہ خواند — غنچۂ سربستہ دہن باز ماند

زاں قدحِ لالہ کہ قمری چشید — طوق گرد گرد ز گل زر کشید

کبک چو بر لالۂ کوہی گزشت — باش چو منقار ز خوں سرخ گشت

ہُدہُد ازاں آیۂ ھبْ لِی کہ خواند — تاجِ سلیمان بسرِ خود نشاند

طوطیِ ناطق چو زباں بر کشاد — منطقِ مرغانِ خراسانش داد

فاختہ ناطق باصولِ کلام — گفت یکے صانعِ خود را مدام

رہبرِ جاں گشتہ بگلزار طیب — رہزنِ عشاق شدہ عندلیب

شاہ دریں فصل بعشرت گری — با گل و بلبل بطرب گستری

بادہ بشاخ آمدہ در گل شدہ — وز دمِ او بلبلہ بلبل شدہ

مطربِ بلبل نفس از نغمہ مست — وین غزلش بردہ بسجراز دست

غزل

آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش — وقتیست خوش بہار کہ وقتِ بہار خوش

در باغ با ترانۂ بلبل دریں ہوا — مستی خوش ست و بادہ خوش ست و خمار خوش

لہ اشارہ بدعائے کہ سلیمان علیہ السلام فرمودہ بود کہ "رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی"

گوہرِ آن چتر که بر شد بماه — قطرهٔ باران ست در ابرِ سیاه

صفتِ چترِ سپید از پسِ آن چترِ سیاه
چون شبِ قدر و سپیده دمِ عید از پسِ آن

چترِ سپید آمن چرخِ امید — بیضهٔ اسلام ازو روسپید
سقف ز در کرده ستون از زرش — وز گہر آویزشِ سرتا سرش

داشته ابرے بستونِ سما — قطره معلق بمیانِ ہوا
ابرِ سپید و گہرِ بے بہاش — قطرهٔ او دان که نمود از صفاش

سایهٔ ز خورشید بود روسیاه — سایهٔ رویش بسفیدی چو ماه
نور ده و روشن و عالم فروز — چون رخِ خورشید گہِ نیمروز
شکلِ وے از فرقِ شہِ کامیاب — پارهٔ نورے ہم ازان آفتاب
از برِ خورشید سرش بر گذشت — جامه سفیدیش ہم ازان چشمه گشت

چترِ سپه گرد سوادے پدید — دیں به بیاض از سببِ او رسید
ماهِ دو ہفته که مدور نشان ست — عکسِ وے از آئینهٔ آسمان ست

صفتِ چتر که لعل ست چو خورشید بصبح
بلکه ہست او شفق و صبحِ جمالِ سلطان

چترِ دگر روشن و خورشید تاب — لعل و منور چو بصبح آفتاب

صفّۂ نُہ طاق بیاراستند — پردۂ زربفتِ فلک خواستند
تخت زدند و تتق آویختند — عرشِ دگر بر زمیں انگیختند
چتر ز ہر سو بفلک سرکشید — ابر سرانداز شرم بجا درکشید
پنج طرف چتر چو مہرِ سپہر — شش جہت آراستہ زاں پنج مہر
ہمچو گُل و سُنبل و سوری بید — لعل و سیہ گلگُوں و سبز و سپید

صفتِ چترِ سیہ کہ نیست چشمِ خورشید
آں سیاہی کہ تو در خود طلبی ہست ہُما

چترِ سیہ را شبِ قدری شمار — گشتہ شبِ قدر بروز آشکار
گوشۂ او زاں سیاہی شتافت — گرز تہ و بالاش دو خورشید تافت
بر سرِ او سایۂ فرِّ ہمائے — در تہِ او سایۂ عونِ خدائے
سوختہ خود را ز تفِ آفتاب — بازرہانید جہانے از تاب
گرد شود سایہ چو پیرامنش — سایہ کہ گرد آورد از دامنش
تا زپئے سایہ بشہ کرد روئے — شاہِ جہاں گشتہ از و سایہ جوئے
سایۂ او بر سرِ ہند اوفتاد — ہند شد از روئے ہمہ اعظم سواد
خامۂ نقاشِ بسحرِ بناں — نقش نگرد ہست سوادے چناں

لہ عبارت از پنج چتر

پرتوِ او ماند بجائے کہ دیر — مہر بران خاک نتابد دلیر

پیشِ وے از شرم سپہرِ کبود — نیمۂ کامل بزمیں شد فرود

کلۂ او گشت چو با چرخ جفت — در غلط افتاد جہانی و گفت

چترِ شہ آں ست کہ شد چرخِ ماہ — چرخِ مہ این ست کہ شد چترِ شاہ

دید سپہرش چو بدان نیکوئی — گفت کہ یارب منم و یا توئی

تو بسرِ شاہ و من اندر محن — یکتنے چرخِ تو شو چترِ من

صفتِ چترِ کہ گل گرشدہ از گلِ گزِ او
بر سرِ شاہ زگل سایہ کند تابستاں

چترِ دگر گل گز و گلگوں چو زر — چوبِ وے اکسونِ فلک کردہ گز[1]

یک گلِ وے زہفت فلک کردہ پوشش — شہ شدہ در سایۂ گل بادہ نوش

کرد گلی رنگ دلِ شدہ — مرغ چو بلبل بسرِ گل شدہ

سایہ اش آں جا کہ فتد بر زمیں — گل بدمد گز بگز اندر زمیں

بر سرِ مہ کردہ نہ گل خرمنے — گشتہ معلّق بہوا گلشنے

گردِ رخِ شاہ چو جولاں نمود — گل کہ مہتاب[2] دمد آں نمود

۱؎ گز بفتح جنس از ابریشم لغتے تحت زرقات گز بکاف فارسی لجہوان گز گفتند جامہ پیمایش نامند و تیر بے پر و نام درختے کہ عرب آں طرفا و ہند جاؤ نامند ۱۲ ۲؎ چتر انبز از گل کردہ دور بادشاہ را نسبتہ بماہ کردند ۱۲

نه فلک از پیش روی در پیش | خوانده کواکب فلکِ اطلسش
سود سرش بر فلکِ سبز فام | گشت فلک سرخ و شفق یافت نام
از رخِ شه رنگ چو دریوزه کرد | پشت بنه قبهٔ فیروزه کرد
ابر بهار ار چو شود لعل کار | او شده ابرے که بود لعل بار
روشنِ سرخیِ چو گلِ تر شده | سرخیِ روے همه کشور شده
سرخیِ او تا ز فلک برگذشت | دینِ خورشید و سرخ گشت
معدنی و معدنِ یاقوت و دُر | معدنِ او گشته ز یاقوت پُر
چترِ سیه را همه تن مشک دید | خونِ خود از غیرتِ او خشک دید
لعل که آویخته گشت از برش | خونِ چکان ست ز رنگِ ترش

صفتِ چترِ که سبز است سبزیِ شاه
برگِ نیلوفری اندر سرِ دریاے روان

چترِ دگر همچو فلک سبز رنگ | بسته از و چشمهٔ خورشید تنگ
اطلسِ او سبزتر از آسمان | موجبِ سرسبزیِ شاهِ جهان
سبز درختے ز گهر یافته | سایه ز حق بر سرِ شه تافته
سایهٔ او گشت چو صحنِ النش | سبزه زمرد شده اندر زمین
طرفه درختے که چو آید بهار | بر نه دهد جز گهرِ شاهوار

گرد بجائے کہ سہ پایہ بہ فرش | کرسیِ نو ساختہ پہلوے عرش

گاہِ نبردش بزبان کار داد | جانِ بد اندیش بجاندار داد

حربۂ جاندار شدہ جاں خراش | در جگرِ خصم زباں ور باش

دستِ سلاحی شدہ شمشیرِ تیغ | دستِ وے از بارِ گہر زیرِ گنج

صفتِ تیغ کہ با خصم نیامش گوید
کہ ز ہجرِ تو فرد چند برم آب دہاں

قطرۂ آبی کہ بہنگامِ غرق | بگذرد از گردن و آنگہ ز فرق

او بخوشی خفتہ میانِ نیام | خواب مخالف شدہ از وی حرام

شعلۂ آتش بزباں آوری | ز آہن و سنگ آمدہ در داوری

آب و را گوہرِ نصرت بہ پشت | آہنِ او را زرِ عالم بمشت

قیمتِ زر بیشتر از آہن ست | لیک و را ز آہنِ او روشن ست

آہنش ار نیست قوی تر ز زر | ہر چہ زرِ بستہ بہ پیشش کمر

پارۂ آہن کہ بزر در خور ست | حرمتِ آہن نہ از آنِ زر ست

از تنِ بد خواہ کشد گاہِ کار | رشتۂ رگ و ز گہرِ شاہوار

گردنِ دشمن زدن با سرِ بہم | مہرہ در آمیختہ گوہر بہم

---

۱ یعنی آدمی چوں چیزے ترش و شیریں می بیند دہن پُر آب میگردد ہمچنان تیغ میانِ خصم نیام را دہن پر آب میگردد و آب
عبارت از تیغ ست ۱۲

داد بخورشیدِ فلک پایگی — خاصہ برائے حقِ ہمسائگی

پشتِ وے از بارِ گہر خم زدہ — چوں سحرِ گلشنِ شبنم زدہ

گوئی از انجم ہمہ گُل چیدہ ماہ — دوختہ و ساختہ زاں چترِ شاہ

خامہ بسے نقشِ تر انگیختہ — رنگے ازاں گونہ نیا میختہ

جامہ چناں رنگ نیارد پدید — خامہ چناں نقش نیارد کشید

وصفِ دُورباش کہ نزدیک شد از ہیبتِ شاہ
گنگ ماندست ز حیرت نکند کارِ زباں

رُوئے بروآئینۂ دُورباش — گاہ گہرسنج گہے نورپاش

از دو طرف رفتہ بہ پہلوئے شاہ — گوہرِ شاں گوہرِ بازوئے شاہ

تیغ زباں آختہ چوں بیدبرگ[1] — در دلِ بدخواہ زباں گیر مرگ

زآبِ گہر جوشش زباں پُر شدہ — ریختہ دستارچہ پُر دُر شدہ

زاں سرِ دستارچۂ بے بہا — در دلِ بدخواہ بسے ریشہا

دستہ شاں فرقِ سراں کردہ خُو — بستہ بزر چوب ز تعظیم چوب

واں دو کرگ از دو طرف چوں دو شیر — باد بجنبد ز دو سو شیرِ دلیر

کرکسِ آں چاپر واندر ہوا — در رود اندر دہنِ اژدہا

---

[1] بید برگ جنس از پیکانِ تیر ۱۲

صفتِ تیر کہ بارانش بغایت سخت است
سخت بارانی در تیرمہ و در نیسان

تیرِ پلنگ افگن و آہو شکار	وز دلِ دشمن شدہ سنداں گزار
گاہِ پریدن چو عقابی درشت	کردہ ز خوں کرگسِ پر سرخ پشت
بیضہ عقابی کہ چو ماہی نشست	جستہ براں گونہ کہ ماہی بجست
نے غلطم بیضہ نشد تیر راست	پیکی از دستۂ شمشیر خاست
در سر و پایش دو گرہ جاے گیر	زاں دو گرہ ماند عقاباں اسیر
راند چو بر رشتۂ ہوا تیز گام	از گرہ گز کرد فلک را تمام
پیلکِ سوزاں بسرِ نے زدہ	شعلۂ آتش بسرِ نے زدہ
ہست نےِ خشک عدو را امید	زو ہمہ سوری بود و برگِ بید
سوے عدو نے بدارا شدہ	در زدنِ چشم گزارا شدہ
دیدہ ز شمشیر بے سرزنش	جانِ عدو کند نگاہ کنش
از پےِ فرمانِ نگہبانِ خویش	نامہ کشی کرد چو پیکانِ خویش
تیر گرش کرد چو سوفار ساز	گشتہ ز دوشش سرِ سوفار باز
بود چپ و راست بہ پیشِ سریر	رمح و سپر تابد و پرتابِ تیر
میمنہ بگرفتہ سپرہا سیاہ	راست بداں گونہ کہ گیرند ماہ
دینِ شاہاں نہ سیاہیِ خویش	داد سپرہاے سیاہش بہ پیش

ہندیِ گرِ گشتہ با سلام راست　　یافتہ از شاہِ جہاں دست راست

صفتِ چرخِ کمانے کہ بیازوی شہ است

نیم چرخ ست کہ او نام نہاد ست کماں

ترکِ کماندار کمانے بدست　　کز خمِ او چرخ شدہ در شکست

از ہنر و علم کنندش چو زہ　　افگند از ناز در ابرو گرہ

ہست گرش علم بداند کسے　　علم بدست آر کہ ہست ادبے

ماندہ بپایے بکشاکش اسیر　　نامدہ از کش بکش اندر نفیر

گوشۂ خانہ ز کشاکش دو دل　　خانہ بجا ماندہ و تیرش دو دل

خانہ دو دار د بجہاں خوش رمی　　تیر زنی خانہ بداں محکمی

تا کند اندر دلِ بدخواہ ریش　　زاغ فشاندہ بسرِ شاخِ خویش

ہر چہ بود خشک بیابش آب　　تر شدہ از و آب نہ بینی بخواب

زشت بود آب چو بر وے گذشت　　زشت تر آنگاہ کہ بے آب گشت

چوں کنندش غرق خداوندِ او　　ماہ شود بستۂ پابندِ او

چوں ز ہنر بر کفِ شاہاں نشست　　زہ کنندش ہر کہ بود زور دست

۱؎ چوب کہ در تہ تیر می باشد او ما تیر نیز می گویند۔ ہندی گڑی ۱۲

۲؎ زاغ رمز از تیر زیرا کہ لازمہ زاغ پریدن ست و تیر نیز می پرد ۱۲

۳؎ اگر تر شد ۱۲

از دُر و یاقوت درختاں فراخ — مُرغ ز زر ساختہ بالاے شاخ
شاخ تو گوئی کہ بخواہد چکید — مُرغ تو دانی کہ بخواہد پرید
ہر چہ گزشتی ز گلستانِ زر — خوشتر ازاں کردہ بہاے دگر
ساختہ از موم بسے نخلِ چیت — کاں بجز از موم نیاید درست
باغِ سوم چوں گزری زیں دو باغ — یافتہ از لالہ و ریحاں فراغ
بستہ بسے دستۂ گل دل فریب — کوششِ صد دستہ نمودہ بزیب
یافتہ سبزہ ز چمنہا درود — ہر درود آمدہ آں جا فرود
غنچہ کہ دل بستہ بشاخِ چمن — ہم بگسست از پےِ آں انجمن
بید کہ تیغ از طرفِ گل کشید — ہم ببرید از چمن آن جا رسید
قصرِ ہمایوں ز زمیں تا سماک — زیورِ زر بستہ چو فردوسِ پاک
پردہ بزر دوختہ ہر دامنے — تا شدہ بے دوخت سرِ سوزنے
اطلسِ زربفت بدیوارِ سنگ — داد بہر سنگ ز یاقوت رنگ
کردہ مسلسل ز گہر بوریا — کاں ز رشش خواند فلک بوریا
خاک ازاں مفرشِ زر یافتہ — خلعتِ نور و ز زرش یافتہ
جشن چو آراستہ شد یکسرہ — از دو طرف میمنہ و میسرہ
شاہِ جہاں نشستہ بر زریں سریر — چشم بداں دوخت ز قدرے چو تیر
تاج بسر کردہ چگویم چہ تاج — قیمتِ او ہر دو جہاں را خراج

بر سپر لعل شده مہرہ	لعلی و زردیش ہمہ یک گرہ
چوں گلِ سوری شدہ گرد چمن	لعل تر از لالہ بروئے چمن
نیزہ شدہ از سپر آراستہ	راست چو تیر از سپر آراستہ
نیزۂ والا ز سمک تا سماک	رامح و اعزل شدہ بر روئے خاک[1]

صفتِ رایتِ لعل و سیہ اندر سرِ شاہ گشتہ خورشید میانِ شفق و شام نہاں

از دو طرف رایتِ لعل و سیاہ	سایہ رسانیدہ ز ماہی بماہ
ماہیِ نو ماہِ نو انگیختہ	ماہی و مہ را بہم آمیختہ
یک دو ہزار اسپ مرصّع ستام	از دمِ خود بستہ صبا را لگام
زین ز زرِ خویش کہ عالم فروخت	گرد ہم از آتشِ خود سیم سوخت
میمنہ جلہا سپہ انداختہ	آتشے از دو دو سلب ساختہ
از پئِ اسپاں صفتِ صد پیلِ مست	ابر ہوا گرد و صبح انگشت
قلعۂ آہن تہ برگستواں	قلعہ بجا ماندہ ستونش رواں
باغِ زر آراستہ شد جائے بار	کردہ برو ابر جواہر نثار
سبزہ زمرد ہمہ ریحان فش	سیم نباتے گلِ بستان فش

---

[1] سماک رامح و سماک اعزل نام ستارگان کہ ایشاں را سماکان گویند۔

دست بدست آشکرهٔ کامگار — گو برسد دست بدست از شکار
باز سپید آفت طاؤس و قاز — چرغ کزو بسته شده چشم باز
شیر فلک صید که شاهینش نام — آن که سزد باز سپیدش غلام
جامهٔ زر دوخت بقیمت گران — دوخته چشم همه قیمت گران
جام زر و نقره بباغ امید — کرده عیان لالهٔ سرخ و سپید
کشتی کز نقره و از زر بود — عمر بران خوش گذرد گر بود
زین همه چون برگذری بادپای — کز تگ شان باد بماند بجای
هر یک از آن تیزتگ و خوش خرام — قطع زمین کرده به تیزی گام
صورت تازی زد و گوشش پدید — چشم جهان گوش به تیزی ندید
عرضه کنان حمله بافگندگی — خدمتی خود ز سر بندگی
جام زر و جامهٔ گوهرنگار — بود ز هر جنس برون از شمار
مرد محاسب بشمارے که خواست — بیشتر از دست چپ آورد راست
بس که فرو رفت بسودا قلم — مجرهٔ سر باز نماند از رقم
حاجب فضّال چو قمری بدر — نغز نوا گشته ز فصل بهار
تا شب آن روز دگر روز هم — کم نه شد آن خدمتے از بیش و کم
شب چو برآئین بهار زمین — کرد هوا پر ز گل و یاسمین
شاه بخلوتگه دولت شتافت — خلوت از و دولت جاوید یافت

چرخ قبائے زگہر یافتہ — گردہ بے صنعتِ زر بافتہ

آبِ فرا از تاج و قبا و کمر — تا بکمر تا بگلو تا بہ سر

تن چو در آں خلعتِ روشن گرفت — خونِ یواقیت بگردن گرفت

بستہ چو جوزا کمرِ زر دو روئے — لعلِ بخورشید سپرد از دو سوے

ہر کہ نظر کرد بر ویش ز دور — عطسہ در آمد بدماغش ز نور

جنبشِ سہم الحشم از ہر کراں — سہم زناں بر چشمِ اختراں

قوقۂ چاوش کلہ در شدہ — یکسرہ بر صد سرِ شاں بر شدہ

ساختہ بالائے کلہ جایگاہ — نادرہ باشد کلہے بر کلاہ

شحنۂ بار آمد و صف راست کرد — ترکِ فلک ہیبت از و خواست کرد

تیغ زناں دستِ چپ و دست راست — ہر دو صف از صف شکناں گشتہ راست

نعرۂ محجاب کہ دور از میان — آب کیاں ریخت بہ پیش کیاں

گر مگسے پر زد ازاں پیش و پس — خستہ شد از تیغ چو پرِ مگس

پیش کشیدند گراں تا گراں — خدمتیِ[1] ہر ہمہ خدمت گراں

گشتہ پر از نافۂ چینی زمیں — باد شد از ناف زمیں تا بچیں

چرخ[2] کمانہائے سزاوار زہ — بر ہمہ نو کردہ زابرو گرہ

تیر کہ بکشاد بسے لب تہا — در رہِ ترکش بستہ شدہ دستہا

۱؎ خدمتی پیشکش و نذر ۱۲ ۲؎ اے برائے تکبر و فخر کردہ مانا کینہ دانست ۱۲

نشستہ سبزہ زیں سو در پئے گل | ستادہ سرو زاں سو جانبِ راست

صبا می رفت در نرگس از غنودن | بہر سوئے ہمی افتاد و می خاست

من اندر باغ بودم خفتہ با یار | بنام ایزد چو ماہِ بے کم و کاست

چو رفتن خواست از پہلوئے خسرو | بر آمد از دلم فریاد بے خواست

عزمِ سلطاں بسوئے ہند پایانِ بہار
راندن از شہر چو انبوہِ گل از بستاں

چوں حمل رفت شور آفتاب | پخت ہمہ دانۂ پرویں ز تاب

از شرفِ خویش بروں اندرخش | وز شرفِ ماہ طلب کرد بخش

نقطۂ پرکار حمل را گذاشت | چوں حمل از نقطہ قشلے نداشت

رفت جہاں را ز عدالت مزاج | جست ز آغازِ حرارت علاج

کشتِ ربیعی بدرود اوفتاد | مرغ بہر کشت فرود اوفتاد

خوشۂ پر شد بہ تواضع گری | خوشۂ خالی بزبان آوری

خوشہ ز پیری چو شد اندر سلام | از ہمہ کس یافت درودے تمام

از پئے کلمرغ[۱] جہاں می گذاشت | خوشۂ گندم بزبانش بداشت

سینۂ گنجشک بجائے درود | گشت پر از گندم نو جو بجو

---

۱ کلمرغ بکاف تازی نوعیست از کرگس سرخ سر کہ بر سرش پر نباشد۔

رفت بخلوت دُرِ دولت کشاد | خلوتیاں را بہ نہاں بار داد
گرد رواں بر کفِ چوں لالہ زار | یافت گل از رنگ بوے بہار
بزم گہ از خلدِ بریں دست برد | تشنگیِ خلد بساقی سپرد
شاہ بہر جرعہ کہ بر خاک ریخت | در جگرِ خاک دُرِ پاک ریخت
از ہوس جرعہ شدہ در مغاک | العطش آواز بر آمد ز خاک
ریخت بسے رشتۂ دُرِ ثمیں | گشت بیک رشتہ سرشتہ زمیں
موسمِ نو روز ہوائے شراب | شاہِ جہاں مست و مخالف خراب
جام ہمی خورد ہمی بود شاد | شاد ہمی کرد جہاں را بداد
ہر چہ ز زر جامۂ نوروز بود | توسنِ تندش ادب آموز بود
بخشش خود کرد ز اندازہ بیش | باز بدو داد کہ آورد پیش
ہر کہ چو گل کرد بہ بزمش گزر | برد بسے دامنِ پر سیم و زر
زر بخوشی داد شمارے نبود | خوشتر ازاں ہیچ بہانے نبود
بادِ شگفتہ گل بخشش مدام | بادہ گل بوئے مدامش بجام
نغمہ زنش زہرۂ پردہ شناس | نغمہ گری کردہ بچندیں سپاس
یافتہ در گوش ہمایونش جاے | ایں غزل از مطربِ بربط سرائے

غزل

گل امروز آخریں مشتِ بہار است | بجام لالہ مجلس را بیاراست

کوسِ عزیمت زد و شہریار | لرزه در آورد بروئیں حصار
دمدمہ را کرد دمامہ بلند | دم بدم نائے و دمادم فگند
کوچ سپہ کرد چو شہ از شہرِ نو | داد جہاں را ز ظفر بہرِ نو
لشکری از ذرّہ و خورشید بیش | ذرّہ بدنبالہ و خورشید پیش
از اثرِ جوشش خیلِ لشکری | لرزہ اثر کرد تحت الثری
کرّہ گِل شد چو فلک بیقرار | کرّہ گِل گشتہ فلک از غبار
از سمِ اسپاں کہ زمیں کرد چاک | کوہ در آمد بتزلزل چو خاک
یافت سراپردہ در آں جا مقام | دشت در آمد ز رسنہا بدام
گردِ سراپردہ صحرا نشیں | دست زد و تاد بحبل المتیں
باز ہمہ رسمِ خوشی ساز کرد | زو ہمہ عالم خوشی آغاز کرد
بادہ فرو ریخت بجامِ طرب | جرعہ بنوشید زمیں با ادب
ہرچہ زمیں در شکم گنج سنج | خاک بسر کردہ ہمی خورد گنج
خاک ہر جرعہ کز آں جا چشید | زر ہمہ از پردہ بصحرا کشید
بود در آں مجلسِ فرخ اثر | گنج ہمہ زیر زمیں بر زبر
خاک نگر تختہ دگرگوں گرفت | کز تہِ گِل زر ہمہ بیروں گرفت
شاہ بدولت خوش و عالم بکام | از خوی پیشانیِ گل شستہ جام
جام چو بر دستِ شہ آورد پائے | غرقِ عرق ماند ز ہیبت بجائے

خرمنِ دہقاں بفلک سر کشید　　سنبلہ در تودۂ خود در کشید

سبزہ در پاش زمرد نمائے　　کاہ شد از زردی بلِ کہربائے

سرو سرا از حلمِ گلستاں نبرد　　نعمتِ دیدار غنیمت شمرد

ہر چہ گل آخر شد و عمرش گزشت　　اولِ عمرِ شہ آفاق گشت

شاہ بر آئینِ خود از جامِ جم　　خونِ بد اندیش ہمی کرد کم

پے بہ پے از شرق خبر می رسید　　ویں خبر از ہر ہمہ بر می رسید

مصلحتِ ملک ز رائے درست　　ہر چہ صواب است ہمی باز جست

کز پئے آں کار بتدبیرِ خویش　　حیلہ چہ سازد کہ بخیزد ز پیش

خود کمرِ کینہ کند استوار　　باز پئے رزم فرستد سوار

کار شناسی کہ دراں رأے از بود　　پردہ ز تدبیر برانداخت زود

گفت کہ از صد سپہ کینہ خواہ　　آں نہ سزد کز تنِ تنہائے شاہ

لشکرِ شہ گرچہ بود فتح یاب　　شاہ بباید ز پئے فتح باب

گرچہ کہ سیارہ بود شب فروز　　لیک نہ خورشید تواں یافت روز

گرچہ کہ صد جوے بیک جا شود　　سیل شود لیک نہ دریا شود

شاہ در آئینۂ رائے منیر　　نقش ہماں دید و ندیدش گزیر

در وسطِ ماہِ ربیعِ نخست　　عزمِ سفر کرد بمشرق درست

صبح چو برزد علمِ آفتاب　　لشکرِ سیارہ فرو شد بآب

بازمی گفتم و افسانهٔ هجران با خویش | تا بدان لحظه که بالای سرم مه برسید
از پیٔ گوری آن کس که نیارد دیدن | قرّهٔ نورِ بصر بر منِ اکمه برسید
آمد آن روشنیِ چشم باستقبالش | مردمِ دیده دوان تا لبِ ره برسید
آمد آن سادہ زنخ بر منِ بیهوش زد آب | بر سرِ تشنه نگه کن که چه سان چه برسید
گریه بر سوزِ منش آمد و بر سوختگان | این چه بارانِ کرم بود که ناگه برسید
دل شد از منِ بیمار و بپرسش نامد | چون خبر یافت که جان می‌دهم آنگه برسید
می کشیدم سرِ زلفش ز قفا جانبِ روی | تا شبِ تیره بنزدیکِ سحرگه برسید
خسروا اگر رسد ابله به بهشت این چه عجب | عجب این بین که بهشتی تو ابله برسید

ذکرِ باز آمدنِ قلبِ شه از قتلِ مغل
همچو گرگان ز رمه یا علمِ از برخان

صبح چو بر شد بسرِ سپهر | گرد کشاده بجهان چشمِ مهر
بارِ گران داده فلک را ز گنج | تا فلک از بارِ زر آمد برنج
شاهِ فلک مرتبهٔ گنج بار | داد بر او رنگ چو خورشید بار
مه ز فلک چترکشِ شاه شد | چتر بهمسایگیِ ماه شد
صف بکشیدند ملوک از دو سوی | هر همه بگرویده شدند از دو روی
طبل زنان بار یکِ لشکرش | وانچه بد از لشکرِ شه یاورش

گرچه همی خورد بے جامِ بخت — هم بتغافل نه بُد از کارِ تخت

مست نمی شد که ز رطلِ صواب — عقل ز بر دست شدش بر سرِ آب

مستیِ او مایهٔ هشیاریش — خفته همه خلق ز بیداریش

خواست گلِ فتحِ هندوستاں — لاله شگفتش ز دگر بوستاں

لشکرِ کافرکشِ بالا نورد — از عقبِ کوچ درآمد چو گرد

بار بیک آمد ز مصافِ مغل — بسته گلوہاے مغل را بہ غل

طوق بگردن همه چوں فاخته — غلغلے اندر گلو انداخته

در خمِ ہر سلسله صد سگ اسیر — سلسله از حلقِ سگاں در نفیر

اسپِ تتاری که بدندانِ تیز — برکند از شاخِ گیا رستخیز

شیرِ پہن سینه و کوتاه دُم — سوده سرِ گاوِ زمیں زیرِ سُم

شاه بداں مژدهٔ دولت که یافت — باده طلب کرد و بمجلس شتافت

ز اوّلِ روزش ز طرب تا بشام — دور نشد مے ز کف و لب ز جام

خورد مے و گنج بمحتاج داد — بس گہر و زر که بتاراج داد

گاه بہر جرعه گہر مے فشاند — گاه بہر زمزمه زر مے فشاند

عمرِ ابد باد بعیش اندرش — ویں غزل اندر لبِ خنیاگرش

غزل

دوش ناگه بمنِ دلشده آں مه برسید — دل بمقصودِ خود والمنة لله برسید

صاحبی از موج بر آب دگر | بر تنِ دریا صفتانش گذر

خاره بر اندامِ کسے خود نبود | معدنِ لعل کم از خاره بود

جمعی ازین گونه کم آراسته | چشمِ بد از دیدنِ آن کاسته

صف زده با تیغِ زبان و گوان | گشته بدرگاهِ شهنشه روان

بانگ بر آمد ز نقیبانِ بار | پرده بر انداخت ز در پرده دار

راستی آمد بمقامِ تعال | کرد بسجده قدِ خود را ہلال

ہر کس ازاں سجده که حالی نمود | صورتِ آں صورتِ قالی نمود

زاہلِ سپه تا بخداوند کوس | یافت ہمه کس شرفِ دست بوس

از پسِ آں خدمتی آمد بپیش | ہدیۂ شاہانه ز اندازه بیش

جام زر و جامۂ زرین علم | با تحف و اسپ و طرائف بہم

حاجبِ فضل آمد و تفصیل داد | کرد مفصل ہمه در فصل یاد

خدمتی اندر محلِ عرض گاه | گشت چو مقبول باقبالِ شاه

عرض در آمد باسیرانِ رزم | کز پئے شاں لشکرِ شه کرد عزم

کافرِ تاتار برون از ہزار | گروه دگر گونه باشتر سوار

سخت سرانی بوغا سخت کوش | ہر ہمه پولاد تن و پنبه پوش

روے چو آتش کله از پشمِ میش | آتشِ سوزان شده با پشمِ خویش

سر تراشیده ز ہبرِ قلم | زان قلم انگیخته خذلان رقم

آمده پیراهنِ داخل ستاد | شد علمِ داخل ازو پر ز باد
دل صفتِ لشکر و چمتره[1] و علم | داخلِ نصرت شده از دی حشم
چون گره بر کوسِ مسین داد بوس | زد مسِ او باد ز رُوینه کوس
کوفت چو آن کوسِ شغبناک را | گوش فتاد اخترِ افلاک[2] را
از سرِ داخل پیِ[3] کافر شکن | گشت پیاده چو گل اندر چمن
داد شهش خلعتِ گلگون بر | گل ز زر و شبنمِ او از گهر
قند زِ زرّین چو فلک مو بمو | فرق بوئے ز فلک تا بدو
جامۂ خز جوهرِ شال از صفت طاق | جوهرِ فرد آمن بالاتفاق
جوهرِ[4] آن جنس که فردش لقب | یافته تقسیم بجز و این عجب
در صفتا و جمله سرانِ نبرد | رنگ برنگ از سلبِ سُرخ و زرد
موے میان دُ کمرِ زر شده | رشته بیاقوت و گهر در شده
هر چه که بودند امیرانِ شاه | بر همه در چرخ چو خورشید و ماه
کارگزاری که بقیمت گران | جائگیِ کارگزارانِ جهان
بسکه خوے داد خوی از تن برون | آب چکید از تنِ خوے آب گون

---

[1] بزبانِ ترکی سُرخ علم ۱۲ [2] فلک را بوجه کوزه پُشتی به اختر هم تشبیه دهند ۱۲
[3] پهلوان و شیر مبارز ۱۲
[4] جوهرِ آن جنس که لقبا و فرد است ۱۲

گشت یلی گو همہ بر بانگِ نے — همچو زناں نوحہ کناں پے بہ پے

از روشِ موئے شاں پرورشش — از غشِ نی یافتن خورشش

قصہ شنیدم هم از ایشاں کہ گر — ایں کہ نبندد نے بخورد آں دگر

خوردنِ نے را چو پے اندر زدند — عیب نگیریم کہ بر یک نے اند

مانده شاں از خورشش زشت نے — واں کہ بہ بیند قفسش آید بہ پے

اصل ز سنگ لیک بزرگ استخواں — گربہ یخی نشده بر روئے خواں

کوه تنانے نہ بستر کرده جاے — کوه شده بر سرِ کوہاں بپاے

شد بعجب زاں همہ روہای زشت — کایزد شاں ز آتشِ دوزخ سرشت

دیو سپید آمن هر یک بر شے — خلق بلا حول ز هر جا رمے

رخت چو بر بستہ امیرانِ بار — در عدوِ گشتہ در آمد شمار

سر زبرِ نیزه وبے داشتہ — سر ز پسِ مردگی افراشتہ

نیزه سر افراختہ از حد بروں — بیشتر از نی بہ نیستاں دروں

پوست ز روں کرده پر از کہ بگو — از زخمے افتاده بد پیکر خمے

بر سرِ چوبے سرِ پر کہ شده — سیل بر اں غرّه موجے شده

چوں سخن از سر زدگانِ قطع گشت — بے سخنی پا سرِ رشتہ بپایاں گذشت

اسپ چہ گویم همہ تازی اصل — بند بہ بندش ہنر گرد وصل

---

۱ یلی گو یا یلی زن سرائنده و خواننده ۱۲ ۲ هر سہ انواع گیاه بسیار بد طعم و زشت بود ۱۲

رخنه شده خشتِ مس از چشمِ تنگ — دیده در انداخته در رخنه سنگ

زشت‌تر از زنگ شده بوی شان — پست‌تر از پشت شده روی شان

چهرهٔ شان در تبه و نم یافته — جای بجا کنجلک و خم یافته

از رخِ تا رخ شده بینی پهن — واز کله تا کله لبالب دهن

بینیِ پر رخنه چو گورِ خراب — یا چو تنورے که ز طوفانِ آب

موے ز بینی شده بر لب فراز — سبلتِ شان گشته بغایت دراز

ریش نه پیرامنِ چاهِ زنخ — سبزه کجا بر دمد از روے سخ

گرد زنخ شان ز محاسن کنار — اهلِ زنخ را بمحاسن چه کار

سبلتِ چون سیخ چو تمغاج روے — رشته بهین نعمتِ شان در گلوے

از پیشان سینه سفید و سیاه — کاشته کنجد بزمینِ تباه

روغن اگر خلق ز کنجد چشید — کنجدِ شان روغن از ایشان کشید

بر تنِ شان از پشش بے شمار — پشت چو کنجیت شده دانه دار

پشت چو کنجیت سزاے درفش — چرم قفا گاه سزاوار کفش

نیم تن از موے بره در خراش — نیم سر از نیم پشش در تراش

بیرقِ لعنت ز سر افراخته — پرچم و طاسیش ز سر ساخته

خورده سگ و خوک بدندانِ بد — هر همه دندان خنزی و خرد

---

[1] قومی از مغلان ۱۲ [2] پرچم قبه را گویند یعنی بیرق ایشان همین سر ایشان بود ۱۲

[3] دندان خردگان ، و در عربی خرس العقل و در هندی عقل داڑه گویند ۱۲

گشت رواں ہر پیل از شکوہ — خاک بلرزید و بجنبید کوہ

پاے کشاں شد پیل زرّینہ طرز — دامن کہسار درآمد بلرز

ہر یکے ازیں گنبد رنگیں بپاے[2] — در رخ صحرا شدہ گنبد نماے[1]

تا شہ بہ پیش نظر آید بدی — گور کند زیر چناں گنبدی

از دہل ہندی و از کرناے — وز شغب طاس و نفیر و دراے

شد ہمہ روے زمیں اندر خروش — در سر ہر پیل گراں گشت گوش

پیل گراں غلغلہ آواز داد — کوہ تو گوئی کہ صدا[3] باز داد

پیکرشاں پیش شہ ارجمند — بست سدے پیش سکندر بلند

شاہ بفرمود کہ بردند پیش — گاو قوی ہیکل و نرگاومیش

بستہ فگندند دو گانرا بہم — پشت زمیں شد ز گرانی بخم

پیل بیک حملہ کہ جنبش نمود — ہر دو بیک گوشۂ دنداں ربود

بلکہ بدنداں چو نگیں درگرفت — گاو زمیں را ز زمیں برگرفت

گاو گراں کوہ ببالا پرید — چوں بز کوہی بہ بلندی رسید

دور چو بگذشت ز گاومیش و گاو — شد بخر[4] افسار مغل کاوکاو

رشتہ کہ دادند بدینساں دراز — رشتہ گرہ ہاے دگر کردہ باز

لہ یعنی جست ۱۲   ٢ہ یعنی ہر پیل گرد شد ۱۲   ٣ہ آوازے را کہ از کوہ و گنبد باز آید صدا خوانند ۱۲   ٤ہ خر افسار رسنیکہ در گردن سگ وغیرہ بندند ۱۲

گوش سناں ساختہ پرچم ز موے　　پرچم سر بستہ بہ زیرِ گلوے

کاسہ سمانی ہمہ صحرا نوش　　تلخ کمیتانِ برآوردہ جوش

سخت چو سنگے تنِ کشتی نمائے　　کشتیِ سنگی و بآب آشنائے

چوب شدہ از روشِ ذی قیاس　　کرسیِ چوبیں شدہ زیرِ پلاس

باد بہمراہیِ شاں گشتہ لنگ　　یافت ز ہر پائے عصائے بجنگ

چوں بجگا در زدہ دندانِ پیش　　بیخ زمیں کندہ ز دندانِ خویش

لقمہ شود کوہ بمیدانِ شاں　　سنگ نیاید تہِ دندانِ شاں

چوں فرس افسار باخور سپرد　　میر سلاح اسلحہ را پیش برد

تیر و کماں را چہ تواں صف شمرد　　بر سرِ پیکاں[۱] ز بلا آب خورد

بیلکِ شاں از سرِ چوبِ سپید　　برگ بروں آمد از شاخِ بید

یافتہ از کلکِ خطائے عطا　　وصلِ خطا کردہ دو دو را خطا

سخت کمانہائے تتاری شکنج　　آمدہ از چوبِ آتانگ[۲] برنج

ہر کہ بہر گوشۂ او خانہ ساز　　خانہ شدہ کوتہ و گوشہ دراز

بود نہ چنداں کہ تواں بر شمرد　　رفت سلاحی بسلح خانہ برد

آمدہ فتح چو از پیش رفت　　ہر گہرے در محلِ خویش رفت

پیل طلب کردہ شہِ پیل زور　　کاورد آں بے ملکاں الشور

۱ے پیکاں آبِ بلا خوردہ بود یعنی بیلک مصفر تیر شکاری و نیلک با لغار رفتے ازو ۱۲

۲ے چوب آتانگ چوبے کہ بدو گردشِ کمان راس کنند ۱۲

ترّی نم گشتہ مرکب برود — نام ترنم شدش اندر سرود

نور نشاط از افق جام تافت — شہ زمی دمے زلبش کام یافت

باد ہمہ وقت بشادی و ناز — بادہ کش و خصم کش و بزم ساز

گفت ہمی زہرہ بربط زنش — ایں غزل تر ز زبان منش

غزل

تیغ برگیر تا ز سر برہم — تیر بکشاے کز نظر برہم

آشکارم بکش کہ تا بارے — ہم ز سر ہم ز درد سر برہم

خشم کن تا بمیرم اندر حال[1] — از تو وز خویشتن مگر برہم

باخودم جرعۂ ببخش از لب — تا ازیں عقل حیلہ گر برہم

بیتو دایم چگونہ باید زیست — اگر از مرگ بیشتر برہم

گفتیم خوش بزی و عشق مباز — زندہ از دستِ تو اگر برہم

وہ[2] کہ شب در میاں کنم ہر دم — از تو روزے کہ ای پسر برہم

جور کردی باہ رخصت دہ — بو کہ از سوزشِ جگر برہم

غمِ خسرو بگومیت کہ اگر — از رقیبانِ بے ہنر برہم

لہ اے علی الفور و بلا تاخیر ۱۲

۲ہ کلمۂ تعجب ۱۲

هر گرہے سخت کزاں رشتہ داد — پیل بہ دنداں گرہش بر کشاد

خرد شدند از تہِ کوہِ گراں — گرچہ کہ بودند بزرگ استخواں

پشت بہ پشت ارچہ کہ از بہر جنگ — آمدہ بودند کمر بستہ تنگ

گشتہ ہماں نوع شدہ تن بہ تن — بستہ گرہ پشت بہ پشت از رسن

شاہ بفرمود کہ دہ گاں بہم — سخت بہ بندند شکم بر شکم

پیل کزاں جملہ بروں تاختند — آں ہمہ را پیش وے انداختند

تن بزمیں کرد ز مالشش[1] چو پیل — سر بہوا رفت چو بالشت[2] پیل

گر سر و پا شاں ببریدی ز پیش — فال گرفتندے ز احوال خویش

فال نگہ کن کہ کجا سر کشید — واں سر و پا بیں کہ کجا ہا رسید

چوں تنہ چند ز امیر صدہ — دست اجل داد بدام و ددہ

وانچہ دگر ماند شہنشاہ دہر — کرد رواں از پئے تشہیر شہر

روز بداں مشغلہ مشغول بود — گاہ کرم گاہ سیاست نمود

چوں فلک از شیشۂ خود گاہ شام — جام قمر پر دہ بدور مدام

ہم بقمر و بروں جام از دو دل — داد ہمہ گوہر خود را بدل

شاہ طلب کرد شراب رحیق — شیشہ درآمیخت گہر با عقیق

شد لب قرابۂ مے خوں فشاں — گشتہ رگ چنگ بجوشش کشاں

---

[1] یعنی از مالیدن پیلاں ۱۲
[2] تکیہ، در ادائل پیلان را تعلیم بہ برانداختن تکیہ می کنند ۱۲

منزل چیور ز نزول سپاه ‌‌ — ‌ ماند تہی از علف و از گیاه

حکم چنان رفت ز زرّیں سریر ‌ — ‌ کز صف لشکر ز دو سو چند میر

نامزد و باربک درگہند ‌ — ‌ در ہمہ تدبیر بہم ہمرہند

باربک و تیغ زنانِ سپاه ‌ — ‌ طبل زنان پیش گرفتند راه

کوچ بکوچ از شدن بی درنگ ‌ — ‌ لشکر شان رفت گذارای گنگ

گرم بآبِ سرو در رسید ‌ — ‌ در سرو رفت عنان در کشید

پیش درآمد ز بزرگان پیش ‌ — ‌ چند ملک با سپه و ساز خویش

خانِ کره چهجو کشور کشای ‌ — ‌ کز لب خانان کره بستش بپای

چند ہزارش ز سوار ز برد ‌ — ‌ ساختہ[ل] ہر چہ نخیزد ز مرد

خان عوض نیز بفرمانِ شاه ‌ — ‌ کرد بیک جای فراوان سپاه

باربک و شان ہمہ یکجا شدند ‌ — ‌ ساختہ کار مہیا شدند

لشکر شان شد ز صف با شکوه ‌ — ‌ از لب آب سرو پشتش کوه

تیغ زن مشرق از آن سوی آب ‌ — ‌ تیغ برون آختہ چون آفتاب

در ہمہ خشکی و تری لشکرش ‌ — ‌ بردہ ز عالم ہمہ خشک و ترش

یافت خبر ز آمدن آں سپاه ‌ — ‌ کز پی شمشیر بریدہ است راه

از غضب افگندہ برابرو گره ‌ — ‌ وز پی کین کردہ کمان را زره

ل ہر قدر کہ مردانگی از مرد بظہور آید یا قدر کہ سلاح مرد بردار و آنہا برداشتہ بودند ۱۲

نامزد گشتن لشکر بزرگ سوے اوده

صدسرافراز و ملک باربک اندر سر شاں

گرد چو شب نوبت خود را تمام — صبح[1] دہل برد ببالاے بام
نوبتِ شاہ شد اندر عمل — نوبت او شد بد ماہ بدل
لشکر اقلیم ستاں کوچ کرد — چرخ و زمیں ہر دو یکے شد گرد
ماہ علم بعدِ دو منزل بجون — عکس نما شد بلبِ آبِ جون
گرد ہمی آں سپہ اندر شتاب — ہم ز زمیں کاہ ہم از جون آب
گرد چناں کرد دراں رہ اثر — کآبِ رواں تیرہ نمود ش بدر
گرد سپہ بس کہ بجون او فتاد — جون جزیرہ شد و پایاب داد
گر بدے آنجا دو سہ روزے مقام — بستہ شدی پل ز غبارش تمام
آمدہ با لشکر دریا شکوہ — رفت بپایاب گروہا گروہ
عبرہ[2] شد داد بیک روز جون — عبرہ[2] یک روزہ عالم بجون
غنہ زلب جون سپہ را بخواست — دور نشد دست چپ از دست راست
روز دگر چوں فلکِ آبگوں — داد رواں چشمہ خود را بروں
کوکبہ شاہ رواں شد ز آب — کرد سوے منزل جیور[3] شتاب

---

[1] یعنی صبح بلند شد و بر آمد ۱۲ [2] یعنی در آمد شہ یک روز عون را جون را ۱۲
[3] بالکسر خراج و بالفتح گذار شدن ۱۲

لیک چو هم چشم[1] من این نور برد | چشم خود از خود نتوان دور برد

من ز پدر فسرِ پدر یافته[2] | تاج درین ملک پسر یافته

چون کلهم را لب سرم شد پناه | کس نرباید ز سر خود کلاه

هر که فرستادهٔ آن درگه است | بندهٔ موروثِ درِ این شه است

بنده که پادشاه شود کینه جوے | خلق چه گویند۔ تو هم خود بگوے

خود که تواند که درین داوری | پیش من آید بزبان آوری

این قدرم دست درین کار هست | کت بنمایم بچنین کار دست

لیک چو من با تو شوم همعنان (برابر) | فرق چه گوئی چه بود در میان

مس که بزر اندود کند زرگرش | کس نستاند بهاے زرش

عیبِ ترازوست که چون برکشد | آهن و زر هر دو برابر کشد

نے ز فرستاده دلم عیب جوست | آنکه فرستاده عتابم بروست

در دلم آید که برآیم به تیغ | خون بدل خاک دهم بیدریغ

مشرقیم هندی[3] (شمشیر ۱۲) من چرخ تاب | کس نزده تیغ به از آفتاب

لیکنم این پایه زیانِ خود است | حرمت تو نیست از آن خود است

گر سپهم در تو رساند گزند | جانِ من است آنکه بماند نژند

ور ز تو در قلب من آید غبار | هم تو شوی در رخ من شرمسار

---

۱ فرزند من بادشاه شده ۱۲ ۲ یعنی در حالت حیات خود غیاث الدین را مرتبهٔ بادشاهی داده بود ۱۲

۳ هندی تیغ دو رویه و مولود هندی رمز آفتاب زیرا که آفتاب هم دو رویه است ۱۲

جُست رسولے کہ گذارد پیام | ہرچہ بگویند بگوید تمام
گر سخن از صلح بود یا نبرد | کم نکند ہیچ ز نیروے مرد
دید کہ کس نیست ز برنا و پیر | در خور این کار چو شمسِ دبیر
پیش طلب کرد پیامے کہ خواست | سوے مخالف ز کرمے کرد راست
کین منم اینک شہ مشرق کشای | بر حد مغرب شدہ تیغ آزمای
آنکہ علم از سر مغرب کشید | پایش ازین پایہ[1] بمنصب رسید
لشکر آن ملک غلام من ست | خطبۂ آن تخت بنام من ست
ملک ز من چشم[2] مرا داد و نور | خانۂ خویش ست ز رفت ست دور
رشتۂ من گر بگہر برد سر | مالک[3] آن سلک منم در گہر
آنکہ برآرد ز میانہ غبار | تیغ بدست ست مرا آبدار
اے کہ بپیش آمدی از راہ دُور | کین نتوان گفت مگر در حضور
چون تو نمک خوردہ از خوان ما | دست چہ داری ز نمکدان ما
چون تو نمک در ہمہ مذہب حلال | گر تو حرامش کنی اینک وبال
گر پسر از غیبت من ملک یافت | روے نخواہد ز پدر باز تافت
ہم تو کزین راہ ترا آگہی ست | وارث این ملک ندانی کہ کیست
گر دگرے در محلِ من بُدے | تیغ منش بر سر و گردن زدے

---

[1] یعنی از مرتبہ من ۱۲ [2] یعنی پسر زند را بادشاہی ۱۲ [3] مالک آن بادشاہی ۱۲

رفت فرستادۂ و رازِ نہفت	ہر چہ کہ بشنید بشہ باز گفت
شہ چو خلافے ز مخالف ندید	زانچہ ہمی گفت زبان در کشید
دست بے برد و بیار است بزم	دور شد از پیش ہمہ سازِ رزم
گشت بمیدان طرب ناشکیب	بس کہ گراں شد ز کمیتش رکیب
بادہ ہمی خورد بر آئین کے	گنج ہمی داد بہر جام مے
گنج برد رنج و لے گنج سنج	در کششِ گنج ہمی برد رنج
لعل فشاں ساقیِ زرّیں کمر	گشتہ چو خورشید فلک لعل گر
شاہ براں سو بطرب گستری	باربک ایں سوے بعشرت گری
ساغر ضحاک ہمی خورد شاد	از کرمِ شاہِ جہاں کیقباد
بادخوش از بادۂ شادی سرش	شاہدِ دولت بکنار اندرش
سازِ طرب مطرب او را بچنگ	بر دلِ زہرہ شدہ ز و پردہ تنگ
کردہ بگوشش غزلِ من عمل	حالِ منش گفتہ بگوش ایں غزل

غزل

از دل پیامِ دارم بر دوست چوں رسانم	آنجا کہ اوست جاں را پنہاں ز دوں رسانم
گفتی کہ جانِ خود را کس چوں بکس رساند	گر در حضور باشی دانی کہ چوں رسانم

لے عبارت از شراب پیالہ ۱۲

باش کہ تا در رسد آں کینہ کوش — مہر مرا بیند و ماند خموش

رفتہ فرستادہ و برد ایں پیام — گفت بلشکر کش کشور تمام

خان سپہ باربک تیز ہوش — کرد چو زاں گونہ پیامے بگوش

در خور آں داد جوابے سرہ — سخت بمیزانِ ادب یکسرہ

گفت ازیں بندۂ حضرت پناہ — سجدۂ تعظیم رساں پیش شاہ

باز نما کاے بسریر سرے — یافتہ از تاج گہر برترے

تاج ترا از گہرت[۱] باد نور — چشم بد از گوہرِ تاجِ تو دور

من کہ فرستادۂ شاہ خودم — بر خط اخلاص گواہ خودم

شاہ کہ از تاج کیاں سرکش است — تخت پدر داشت نگہ زاں خوش است

غیبت تو جاے تو نگذاشت ست — غیبت ازیں بہ کہ نگہداشت ست

شیر دگر در پئے ایں صید بود — شیرے ادبیں کہ چگونہ ربود

نامزدم کرد کہ در ہر دیار — دشمن او راندہ ہم زینہار

زانچہ اشارت بمن ست از سریر — تیغ گزارم کہ ندارم گزیر

گر دگرے پیش من آید بہ تیغ — تیغ خورد از من و از خود دریغ

در زتو از دور ببینم حضور — گر نہ گریزم شوم از پیش دور

عطف کنم لیک نہ از بیم کس — از پئے تعظیم شکوہ تو بس

---

۱ فرزند تو ترا تاج ترا نور شدہ است ۱۲ — ۲ یعنی من با معزالدین بدل و جان موافق ہستم ۱۲

هر دم صبحے کہ دما دم گرفت   آتش خورشید بعالم گرفت

دشنہ کہ خورشید زد و سایہ خورد[1]   در سپر سایہ بسے رخنہ کرد

ماند دراں رخنہ ز آتش نشاں   چرخ بہر رخنہ شد آتش فشاں

بسکہ شد روز جہاں را ز تاب   دیدہ نشد نقش شب الا بخواب

صبح ہم از تافتن شب برست   طالب شب گشت چراغی بدست

تافتہ از گرمی خود آفتاب   تابش او کردہ جہاں را بتاب

شب شدہ چوں روز و ے اندر گداز[2]   روز چو شبہائے زمستاں دراز

بیش بقا روز بہانند سال   بیش بقا تر شدہ بعد از زوال

تیزے خورشید ہم از بامداد   کرد حک از کاغذ شامی سواد[3]

غلق کشاں در پئے سایہ رخت   سایہ گریزاں بہ پناہ درخت

جانب سایہ شدہ مردم رواں   سایہ بدنبالہ مردم دواں

بسکہ شدہ سایہ ز گرمی سیاہ   گرم[4] در انداختہ خود را بچاہ

خواست کند خلق ز گرمای خویش   در پئے سایہ خود جای خویش

لیک ز تاب فلک تابناک   سایہ[5] نماند از تن مردم بخاک

گرم چناں گشت ہوا در جہاں   آتش گویند بسوز[6] زباں

---

[1] اے سایہ پارہ پارہ شد ۱۲ [2] در ماہ وے چوں آفتاب در قوس رسد روز کوتاہ و شب دراز گردد ۱۲ [3] کاغذ شام تیرہ رنگ بیاض شد کنایہ از روز ۱۲ [4] شتاب یا سوزان ۱۲ [5] وقت استوار آفتاب ۱۲ [6] یعنی اگر لفظ آتش بر زبان آرند زبان بسوزد ۱۲

آں بادرا کہ جاناں از تو جوابم آرد — یک جاں اگرچہ باشد صد جاں فرو رسانم

جاں می بری ز سینہ دارو گرانی از غم — تو دست خود مرنجاں تا من بتن رسانم

گیرم جواب ندہی دشنام گوے بارے — تا من بداں عنایت دل را سکوں رسانم

آنجا کہ کشتہ شد دل شمشیر تیز برکش — تا مرہمِ بہانے خوں را بجوں رسانم

حکم ار کنی بمردن بر دیگراں تو دانی — لیکن اگر بخسرو فرما کنوں رسانم

صفت موسم گرما و بره رفتنِ شاه

ابر بالاے سر و باد بدنبال دواں

عبارت از چتر — عبارت از باد

خانہ چو خورشید بجوزا گرفت — رفت درانخانہ دروں جا گرفت

رفت درانخانہ تیر از مسیر — محترق[1] از آتش خورشید تیر

باد ز جوزا شدہ[2] آتش زہر — سوخت جہانے ز زمیں تا بسپہر

چرخ چو شد صیقلی تیغ خور — بست ز جوزاش دو رویہ[3] کمر

خانہ خیش[4] از خنکی و تری — یافتہ از خسرگہ مہ برتری

اختر بد مہر فلک گرم کیں — گرم شدہ مہر فلک[5] بر زمیں

مہر ز جوزا بدرو گرم خوے — گرم[6] بود ہر کہ بود از دو روے

آفتاب — دوپہر — منافق

---

[1] یعنی با ہر ستارہ کہ آفتاب قران کند آں ستارہ را محترق خوانند گرباد و عطارد و اکثر اوقات در احتراق باشد ۱۲

[2] چوں آفتاب در جوزا در آید باد و گرما بسیار باشد ۱۲ — [3] سبب دو پیکر دو رو بید گفت ۱۲

[4] خیش نوعے از کتاں کہ در گرما از و خانہا آراستہ کنند ۱۲ — [5] سقف و آفتاب ۱۲ — [6] کثرت التوضیح من الفاظ

صفت خربزہ کز پردلی آنجا کہ بود
تیغ و طشتیش مہیا بسر آید غلطاں

خربزہ گوئی کہ بصحرا او کشت | گوئے ربود از ثمرات بہشت
گوئے شکم بستہ بچوگانش دہ | گوئے یکے بینی و چوگانش دہ
سبز خطے در خط او موے نہ | مشک دمے مشک بداں بوے نہ
ساختہ در آب کمانش کمیں | چاشنی و آب کمانش ببیں
رنگ[1] زہش سبز و کماں آبگوں[2] | زہ زبروں بستہ کماں از دروں
بر سر ہر میوہ کلہ در شدہ | ہر کلہ را ہمہ تن سر شدہ
از مزہ گرد آمدہ در روے نبات | خام خضر[3] نخچہ چو آب حیات
گرچہ از و چشم کساں درد کرد | روشنی چشم من ست آں نہ درد
خلق جہاں با چنیں وقت شاہ | داشتہ در سایۂ چتر سیاہ
ہیچ ز خورشید نبود آگہی | در کنف دولت ظل الٰہی
با چنیں آتش کہ بود سنگ نرم | بر سپہ شاہ نشد باد گرم
ہیچ کسے رانہ ز خورشید غم | سایہ کناں بر سر لشکر علم
باہمہ تابی کہ نمود آفتاب | تافتہ از خیمہ نشد یک طناب

---

[1] یعنی خط سبز خربزہ ۱۲ [2] پرکالۂ خربزہ یا مغز ۱۲ [3] خط سبز خربزہ ۱۲

خون برگ مرد زبون آمده — خوے شد از پوست برون آمده

پاے مسافر برہِ گرم دور — زآبلہ پُر قُبہ چو نانِ تنور

زآتش گرما کہ شد از سر جوان — آہوے صحرا شدہ آہوی خوان[بریاں]

چوب شد از غایت خشکی نبات — از پے یک شربت آبِ حیات

سبزۂ دُر پاش زمرد نماے — کاہ شدہ بلکہ شدہ کہربائے

خشک شد اندام گل از رنج باد — باد در اندام کسے را مباد

لالہ سیہ گشت ز خشکی چو مُشک — خون بیابی کشد از کشت خشک

سنگ کہ آتش زدے آید برون — ماند ز خورشید در آتش درون

باد زندہ دست بدستِ ہمہ — وز دم او باد بدستِ ہمہ

یافتہ دامے بطلسمی تمام — بادِ ہوا[۱] کردہ مسلسل بدام

اصل[۲] ز نخلے کہ بمریم رسید — بادِ مسیحش بنفس ہم رسید

گرم ہوا بر سر ہر میوہ زار — گرمی او پختگی آورد بار

بر سر ہر میوہ ز تاب تموز — مرغ شدہ پختہ مخور و خام سوز

زآتش خورشید کہ شد میوہ پز — بلبل و گنجشک شدہ میوہ گز

خشک شدہ برگ درختاں بشاخ — میوہ بُرگشتہ بیستاں فراخ

---

[۱] یعنی معجزۂ دم عیسیٰ در احیاء اموات ۱۲ [۲] یعنی درخت خرما و باد زندہ از برگہا او را است گفتند درآن شب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زاد و درخت خرما کہ خشک بود بدعاے حضرت مریم آن سبز شد و بار آورد گویا کہ درخت را باد مسیح رسید کہ سبز شد ۱۲

یوزرداں گشتہ بہر سوے صف ‏ ‏ ‏ زو ہمہ پُرخال شدہ روی صف

تند چو شیرے کہ بجا یک روی ‏ ‏ ‏ شیر ہمی گشت زبے آہوی

بود بسر بچۂ آہو رباے ‏ ‏ ‏ دست درازیش بکو تاہ پاے

سگ کہ بسے خون شکاے فرز ‏ ‏ ‏ داد بخصم ازبن دنداں گزید[۱]

رفتن خرگوش بصحرا چو باد ‏ ‏ ‏ بس کہ بتگ بازی روباہ داد

از زدن تیغ سواراں بوزن ‏ ‏ ‏ گشتہ بصد شاخ سر ہر گوزن

گرگ گریزاں بوحل شد اسیر ‏ ‏ ‏ شیر نہاں شد بنیستانِ تیر

گرگ کہ بارانش بسے بود یاد ‏ ‏ ‏ دید چو بارانِ خدنگ ایستاد

شیر بہ تب لرزہ بُد از بیم مرگ ‏ ‏ ‏ بود گراں روز و تب اندام گرگ[۲]

بہر نہاں کردن بالاے خویش ‏ ‏ ‏ غار کناں گرگ ہم از پای خویش

خوک کہ دنداں گرازی نمود ‏ ‏ ‏ طعمۂ سگ شد زگرازی[۳] چہ سود

لشکر ازیں گونہ جہاں می نوشت ‏ ‏ ‏ ناحیہ بر ناحیہ بر روے دشت

تا علم شہ بعوض در رسید ‏ ‏ ‏ از پئے دہلی عوضے شد پدید

نصب شد اعلام شہنشاہ دہر ‏ ‏ ‏ بر لب گھگھر بحوالی شہر

گھگھر ازیں سو، سر و زاں طرف ‏ ‏ ‏ از تف لشکر لب آوردہ کف

روز دگر شاہ بر آئین گشت ‏ ‏ ‏ آمدہ زاں سوی عوض برگذشت

---

[۱] یعنی جزیہ کہ از کفار ستانند ۱۲ ‏ ‏ [۲] مخفف کر گدن (گینڈا) ۱۲ ‏ ‏ [۳] یعنی رفتار کہ از روے ناز و تکبر باشد ۱۲

تابِ خور از چار فلک در گذشت — خیمهٔ کیوش گذشته نگشت

پرتو خور تیز نگه گرم گاه — در پی هر خیمه همی جست راه

لیک همه پرده کشان بر طناب — مانده رود چشمه درون آفتاب

گشته پر از خرگه شاهان زمین — بر همه چون مه شده خرگه نشین

خانه که یک روزنش اندر میانست — از تف خورشید در و صد فغانست

خرگه شه بیں همه روزن تنش — پرتو خور در نشد از روزنش

خانه چو بیش از خنکی تری — یافته از خرگه[۱] مه برتری

خلق ز گرما شده جویای خیش — کرده کتان لرزه ز سرمای[۲] خویش

لرزهٔ یک تو ز بهارے بتن — بر گل صد تو بدریده کفن

بس که کتان در بر شاهان خزید — ماه سمارا بلت خود کشید

جامه تنک ساخته هر کس چو گل — خانه خنک داشته بر بوے مل

شه بگه کوچ همی شد چو شیر — چتر بسر کرده و توسن بزیر

تابش گرماش گزندے نداد — کش بزبرابر بد و زیر باد

تند همی راند کشاده عنان — از گذر دشت تنکار افگنان

---

[۱] خرگه مه کنایه از برج سرطان که خانهٔ قمرست و آن برج بر فلک هشتم ست و یا مراد فلک اول که قمر بر فلک اول باشد ۱۲

[۲] نوعے از کتان که در موسم گرما می پوشند ۱۲

تیر برآورد و زکیشِ خدنگ
وز سرِ کیں کرد کماں را بجنگ

غرق در آورد چناں بر گشاد
کآتشے از تیر بکشتی فتاد

گرچه که آں زخم بکشتی رسید
خستگیِ زخم بدریا کشید

تیر که در کشتیِ شاں رخنه کرد
از سرِ کشتی بته افتاد مرد

رفته فرستاده بصد حیله باز
پیشِ شهِ شرق عیاں کرد راز

شاه که از خونِ خود آں زخم دید
ناله چو تیر از دل بر کشید

خشم همی گفت زکینش سخن
مهر همی گفت که هے هے مکن

گفت بخود کای دلِ تنگ خراب
قلب شده نامِ تو از انقلاب

مهر چه جوئی بوفائے که نیست
روی چه بینی بصفائے که نیست

چوں طلبی داروی چشم از کسے
کز پئے چشمت خله دارد بسے

پیش که گویم ز خودم شرم باد
کز پئے خونِ خودم اندر فساد

گشت چو فاسد بتنِ مرد خوں
به که بنشتر کند از تن بروں

تیر که بر دیده رسد خوں بود
دیده که خود تیر زند چوں بود

آنکه چنین ست نه دیدم ازو
بهتر ازیں بود امیدم ازو

حیله چه سازم بچنیں کارِ تنگ
با پسرِ خویش که کرده ست جنگ

گر پسرم راز جوانی و ناز
عزم بر آں شد که شود رزم ساز

من که جهاں دیده و کار آگهم
چوں غلط افتد بچنیں جا گهم

کرده صفے بر لب آب رواں | سو دہم پہلوے ہر پہلواں
در عقب شاه سوارے ہزار | جملہ سرانِ سپہ و نامدار
تیغ زن مشرق ازاں سوی آب | کرده چو روشن که رسید آفتاب
کوکبۂ خویش چو مہ راست کرد | ماه از و کوکبہ درخواست کرد
بر لب آب آمد و آراست صف | تافت دو خورشید ز ہر دو طرف
چشم پدر ہم بسرِ جگر گوشہ تر | گوشۂ ہر چشم شده پُر جگر
در پسر از دور نظر در فگند | وز مژه در آب گہر در فگند
روے بدستارچہ میکرد پاک | تا نچکد گوہر چشمش بخاک
در کہ بدستارچہ شد بارہا | رشتۂ دُر گشت ہمہ تارہا
در عرقیہ قطراتِ عرق | شبنم گل بود بروے ورق
دید چو شہ سیلِ مژه بیکراں | حاجب خود کرد و بکشتی رواں
گفت بحاجب کہ ازیں چشم تر | مردمکِ چشم مرا ده خبر
نیست بتو حاجت دیگر سخن | خود سخن من ببر داشکِ من
حاجب فرزانہ بآنجا شتافت | نشست بکشتی و رواں شد چو آب
چوں بمیانِ سرِ دُر در رسید | پور معزے ز کرانش بدید
گرچہ بباطن اثر مہر داشت | لیک بظاہر نظر کیں گماشت
دید بکشتیش براں گونہ تیز | کاتشے برخاست ازاں آب خیز

مہر نما گشت چو آبا پسہر ‌‌ خونِ شفق گشت کشاں سوئے مہر

جست پیام آوری از آگہاں ‌‌ آمدہ و رفتہ بہ پیش شہاں

گفت بدو نکتۂ پنہانِ خویش ‌‌ کرد و تلقینش زباں دانِ خویش

کز پدر اوّل برسانش سلام ‌‌ و آخرش آئینِ دعا کن تمام

و انکہ از آئینہ بروں دہ خیال ‌‌ صورت ایں حال بگویش بحال

کای خلف از راہ مخالف بتاب ‌‌ تیغ بیفگن کہ منم آفتاب

در نسب از ملک خلافت مراست ‌‌ تو خلفی سر بخلافت[ے] خطاست

غصب مکن منصبِ پیشین ما ‌‌ غصب روا نیست در آئین ما

از پدرم کے رسد ایں فن بتو ‌‌ از پدرِ من بمن از من بتو

گر ز خود ایں نقش گرفتی بدست ‌‌ سوے خدا بین مشو خود پرست

ور ز بد آموز شد ایں رہ پدید ‌‌ گفتِ بد آموز نباید شنید

خصم بصد دست گر افسوں کند ‌‌ ناخن از انگشت جدا چوں کند

دجلہ چو آمیختہ گردد بہ نیل ‌‌ ہست جدا کردن آں مستحیل

کار شناسان کہ پیرا فگنند ‌‌ گر بزباں با تو بدل با منند

گر ز تو در پختہ دہی شاں عیار ‌‌ نیز ز خامیت کنند ایں شمار

آنکہ شکوہ منش اندر دل ست ‌‌ خدمت تو کردن ازو مشکل ست

[ے] خلاف بمعنی دشمنی و ناسے خطاب است ۱۲

گر رسد آزار ز تیغ منش | جان من آزرده شود در تنش
ور ز خدنگش بمن آید گزند | او هم ازین درد شود دردمند
ور نه زنم تیغ بران تیغ زن | حمل شود هم بزبونی من
چاره ندانم که درین کار چیست | بخت که داند که درین یار کیست
با خود ازینسان گله می نمود | وانچه بپر گفت ز دل می شنود
روز چو در پرده بپوشید راز | راز برون داد شب پرده ساز
کرد همه شب گلهٔ آفتاب | کاو ستم من زاده و من زو خراب
پادشه شرق همه شب نخفت | جز گله زین سان که بگفتم نگفت
بود بحیرت که چو شب بگذرد | روز دگر چاره چه پیش آورد
گر پسر از تیغ گشاید زبان | چون گره صلح نهم درمیان
ور ز رخ صلح برافتد نقاب | معذرتش را چه نویسم جواب
تا بسحر بود بگفت و شنید | کز شب زاینده چه آید پدید

ذکر پیغام پدر سوی جگر گوشهٔ خویش
سوی یاقوت روان گشتن خونابهٔ کان

چون دل آنشب حاملهٔ مهر گشت | بر شب حامل مه کامل گذشت
حامل یک ماهه نه بل یک شبه | تاجوری زاد دران کوکبه

خونِ منی و دلِ من مہر جوست		جوشش بسیار کن زیرِ پوست
گوش کن این گفت و کن گفت کس		بشنو و مشنو سخن این ست و بس
رفت فرستادہ و بگذشت آب		کز ازاں جوے بدریا شتاب
بادشہ روی زمین کیقباد		بود ہم از اوّل آں بامداد
ہمچو گل از بالشِ خود خاستہ		جا یگہِ بار بر آراستہ
بار گراں داد گراں تا گراں		پست شدہ خاک ز فرقِ سراں
رفت رسول شہ مشرق چو باد		خاک ببوسید و زباں بر گشاد
پردہ برانداخت ز راز نہفت		ہر چہ بہ پیش گفت بشہ باز گفت

گفتنِ شاہِ جہاں پاسخِ پیغامِ پدر
قصۂ یوسفِ گم گشتہ بہ پیرِ کنعاں

شاہ ازاں چاشنی تلخ و تیز		تیز شد و تلخ ز روی ستیز
پاسخ انگیخت ز جنس پیام		قوت شمشیر و مدارای جام
گفت بحاجب کہ بشہ باز گوی		خدمت من گوی و پس انگہ بگوی
کای سرت از افسر دولت بلند		رائے تو از گنج خرد بہرہ مند
با منت از بہر تمنا سے ملک		خام بود پختن سودای ملک
ملک جہاں پختہ بمن شد تمام		کے دہم از دست بسودای خام

تا بچمن سرو بود سایه ور — کس نخسند زیر گیا سایه ور

در غلطی با من ازین دم بترس — وز غلط اندازی عالم بترس

گرچه جهان جمله بدیدی چو روز — لیک جهاندیده نگشتی هنوز

گرچه کنی دعوی دانش ولیک — نیک بدانم که ندانی تو نیک

خردی و در کار خرد نارسید — درد سر خلق نیاری کشید

کودک اگر چند هنر پرورست — خرد بود گرچه پیغمبرست[له]

هر که درین ملک بشب روز کرد — بی ادبان را ادب آموز کرد

چون تو شب و روز ادب افزون کنی — بی ادبی با چو منی چون کنی

گرچه جوانی همه فرزانگی ست — این نه جوانی ست که دیوانگی ست

ای پسر ار چه پسری درخوری — لیک مکن با پدر این سروری

طفل شدی عمر چو طفلان گذار — جای بزرگان به بزرگان سپار

دُرّ بزرگ از پی تاج شه است — لولوک خورد نثار ره است

کسوت شاهی که تو داری بدوش — شوکت من بنگر و بر خود مپوش

گرچه بگوهر ز تبار منی — کی بمحل مرتبه دار منی

چشمهٔ چه ارچه که بالا شود — چشمه محال ست که دریا شود

بر سر خوان آی که هم توشهٔ — یاد نمک کن که جگر گوشهٔ

له قال النبی علیه السلام الصبی صبی وان کان نبی ۱۲

هر دو جوانیم من و بخت من | با دو جوان پنجه بهم بر مزن
ملک و جوانی چو بهم بر فروخت | کیست کز آزاد و آتش نسوخت
سایهٔ من کیست که جوید دلیر | صید بقوت که ستاند ز شیر
ور چه بر آئی تو بحجت چو میغ | هست مرا حجت قاطع ز تیغ
گرچه بروئیت نکشم در ستیز | ق | از پی تعظیم تو شمشیر تیز
لیک تو دانی که چو کین آورم | شیر فلک را بزمین آورم
در سپهم پا بر کاب آورد | ریگ بیابان بحساب آورد
شاہے از ینسان و سپاہے چنین | گرد منگیز براہے چنین
جز تو کسے گر دم ازیں در زدے | سرزنش تیغ منش سر زدے
لیک تو ئی چون تپے ایں سریر | من ندہم گر تو توانی بگیر
مرد سخن گوی چو پاسخ شنید | زانچه همی گفت زبان در کشید
راز نهاں را بدل اندر نوشت | سوی فرستندهٔ خود باز گشت
رفت بشہ پاسخ پیغام برد | ہر چه بدل داشت زباں اسپرد
شاه ازاں زمزمهٔ بحر جوش | چوں صدف بحر فرو هشت گوش
گنجے از اندیشه فرو شد بخویش | تا دل داناش چه آرد به پیش
مصلحت آں دید ز رائے صواب | کانچه بگفتند بگوید جواب

لے در وقت واحد ۱۲   ۵۲ برج اسد ۱۲

پختهٔ آخر دم خاتاں مزن — من ز تو زادم نه تو زادی ز من

تخت نه ز آباست مرا کز من ست — ملک عقیم و فلک آبستن ست

ملک گر از ارث بدی ز بخت — کے شدمی پیشتر از تو بتخت

ملک بمیراث نیابد کسے — تا نزند تیغ دو دستی بسے

ور تو ز میراث پدر دم زنے — قصر شه جد راست ز من روشنے

هست یک سو بتو میراث شاه — من ز شه جد هم بتو میراث خواه

حضرت سلطان شهید کریم — خلده الله بخلد عظیم

راند چو در راه ابد مهد خویش — خواند و مرا کرد ولی عهد خویش

خود چو ازیں عالم خود رائے رفت — جائے خودم داد و خود از جائے رفت

کرد بجائے تو مرا تا جور — من پسرم لیک بجائے پدر

شه بحیات خودم ایں نقش بست — ملک من ست ایں دگر یراچه دست

گر تو ازاں شاه نکو زاده — من ز تو زادم که از و زاده

شکل من اے یاد تو شادی مرا — هم تو نزادی که بزادی مرا

از تو اگر نام پدر روشن ست — خطبهٔ جد بیں که بنام من ست

نیستم آں طفل که دیدی نخست — بالغ ملکم بملاحت درست

خرد مخوانم که زدور زمن — داد خدا دو بزرگی بمن

شرط ادب نیست مرا خرد خواند — بخت چو بر جائے بزرگم نشاند

پیش من از پری لشکر بلاف	حاضرم اینک من و اینک مصاف

لشکر من نیست کم از لشکرت	کشور من بیشتر از کشورت

من که سپه را بوغا رانده ام	نه از سر بازی و دغا رانده ام

تیغ بر آں گونه کشیدم برون	کش لب سند بشویم ز خوں

کافر اگر رخے بتابد ز پیش	از کجک پیل کشم سوے خویش

تا بگلو شاں فگنم در رحیل	سلسله از حلقهٔ خرطوم پیل

با چو منے تیغ فشانی مکن	دولت من بین و جوانی مکن

لشکر من گشت چو صحرا خرام	دور زمیں گرد نماید تمام

در صفت پیلان من آید بکار	ابر بود قطره صفت بے شمار

پیل بجائے که بجنبد ز جائے	پشت هزار اسپ کند زیر پائے

ورچه هزار اسپ کنند ایستا	کوه چه غم دارد از آسیب باد

اسپ تو باد آمد و پیلم چو کوه	باد بکهسار ندارد شکوه

پیل بیک حمله صفے بشکند	در صف پیلاں که شکست افگند

اسپ چو با پیل نماید ستیز	چاره تو دانی که چه باشد گریز

پیل چو خرطوم بر اسپ افگند	برکند از خاک و بخاکش زند

اسپ ترا گنبد اگر بے حد است	پیل مرا خود همه تن گنبد است

قیمت یک پیل هزار اسپ بیش	گر دو هزار اسپ کنی پیل بیش

باز پیغامِ پدر بر پسرِ خود که برزم
پیلِ خویش از میِ خوں مست کند در میداں

جست دگر موے شگافی شگرف	عمرِ بگفتار چو مو کرده صرف
نازکه باریک تر از موے بود	موی بمویش همه بشگافت زود
کز منِ بیدل بسوے جاں خرام	جانِ مرا از دلِ من ده پیام
کاے سر از آئینِ وفا تافته	وز تو دلم تافتگی یافته
گرچه بغیبت شدم کینه توز	رنج چه داری بحضورم هنوز
آدمے را که بود گرم خوں	خونش به پیوند بود رہنموں
طرفه که تو خونی دلبندِ من	لیک نه گرم به پیوندِ من
با چو منے دور کن از سر منی	چوں بصفت من توام و تو منی
مشک شوم هم نکشی بوی من	چیست بنزدیک تو آهوی من
تیغ نکش تا نشوی شرمسار	از من اگر نیست ز خود شرم دار
گرچه که تیغت بگهر روشن ست	گوهرت آخر نه ز تیغِ من ست
تیغِ زباں را چه کشی در عتاب	نیست حسابیت ز روزِ حساب
به که درین کار زباں در کشی	تیغ کشی به نه زباں بر کشی
تیغِ خوش و تیغِ زباں ناخوش ست	تیغ چو آب ست و زباں آتش ست

باز پاسخ ز پسر سوے پدر کاسپ مرا

پیل بندست و والے کہ بپیچد عناں

داد جوابے ادب آمیختہ ‏ لعبتی ہاے عجب انگیختہ

کاے بر خم چشم جفا کردہ باز ‏ دیدۂ مہر تو بروئیم فراز

چند زنی لاف ز پیلانِ مست ‏ کانچہ ترا ہست مرا نیز ہست

پیل ترا پنجہ دمار اصد ست ‏ واسپ تو دانی کہ بروں از حدست

ور نبود پیل چو توسن بود ‏ پیلِ تو در سلسلۂ من بود

زاسپ تواں پیل گرفتن بسے ‏ لیک ز پیل اسپ نگیرد کسے

گر ہمہ عمر اسپ بود زیر شاہ ‏ حاجتِ پیلش نبود ہیچ گاہ

ور بودش پیل دمے زیر راں ‏ حاجتِ اسپش بود اندر زماں

اسپ چو در راہ نباشد دلیل ‏ شاہ پیادہ است ببالای پیل

گر نبود پیل تواں ملک داشت ‏ ور نبود اسپ بباید گذاشت

پیل ترا اسپ مرا در خورست ‏ زانکہ ز پیل اسپ بسے بہترست

بیں کہ بشطرنج ہم استادِ کار ‏ پیل کم از اسپ نہد در شمار

کم مزن اسپانِ مرا کز نشاں ‏ پیل شکارند سوارانِ شاں

پیل تنانی کہ دریں لشکرند ‏ نے کم ازاں پیل خصومت گرند

اسپ بہر خانہ بود در سپاہ — پیل بجز شاہ کہ ندارد نگاہ

از سپہ خویش چہ رانی سخن — حملۂ پیلانِ مرا یاد کن

چرخ بیفتد چو بجنبم ز پاے — خاک بلرزد چو بجنبم ز جاے

گر نکشم تیغ کہ خونِ توام — تا تو ندانی کہ زبونِ توام

لیک ازاں تیغ نرانم ہمی — کز تو بریدن نتوانم ہمی

چون پدرِ من ز جہان رخت برد ق — در بامانت بتو کاری سپرد

ہم تو بدانی کہ نہ آن کارِ تست — دشمنِ تست آنکہ دریں یار تست

تخت رہا کن کہ سزای تو نیست — تا منم این پایہ بپای تو نیست

گر مگر کینہ کنی استوار — پیش تو پیش از تو در آیم بکار

ور بمدارا کشد این گفتگوی — نیز نتابم ز وفای تو روی

لیک بشرطے کہ دریں راے من — جاے پدر گیرم و تو جاے من

گرد رواں رشتہ کش سلکِ دُر — تا کند از دُر صدف بحر پر

پیش سریر آمد و بوسید خاک — لب سخن آمیز و دل اندیشہ ناک

چونکہ نبودش ز گزارش گزیر — سرِ سخن باز گشاد از ضمیر

شاہ کہ آن سلسلۂ پُر گرہ ق — دید مسلسل چو شکنجِ زرہ

کرد پر از چین سرِ ابرو ز کیں — بلکہ در آمیخت بہم روم و چین

بہر تو شد ساختہ چترِ شہی   داد مَن بر توِ ظلِ الٰہی

تخت جہاں بہر تو برپاے کرد   لیک برآں تخت مرا جاے کرد

کرسیِ زر بہر تو کردند ساز   پاے عرش نسبت بگوہر طراز

خواست یکے خواستہ لیکن نیافت   وانکہ نمی خواست براو خود شتافت

محنت دریا ہمہ غواص برد   شاہ گہر بر کمر خاص برد

رفت یکے در طلبِ لعلِ سنگ   ریزۂ سنگیش نیامد بچنگ

واں دگرے را کہ غم آں نبود   لعل چناں یافت کہ در کاں نبود

کوشش بیہودہ زغایت بروں   کوشش آب ست بہ ہاون دروں

گفتن چیزے کہ درو مغز نیست   نے ز تو کز ہیچ کسے نغز نیست

در نظرِ من کہ فلک سر نہد   جز تو کرا زہرہ کہ افسر نہد

این تنِ من نیست کہ بر تخت تست   عکس تو در آئینۂ بخت تست

ماہِ فلک غرہ نماے من ست   روت مہ پرتو راے من ست

تیز مبیں در رخِ نورانیم   کاختر بخت ست بہ پیشانیم

طلعت من بین و بوحشت مکوش   مہر خود و روشنی من مپوش

در یقین در دل تو این ہوس ست   بندۂ فرمانم و فرماں تراست

تاج زمن می طلبی چرخ ساے[1]   بر سرم آتا گشتمت زیر پاے

---

[1] اے اگر تاج از من می طلبی مانند آسمان بر سرم آ (یعنی نزدیکم بیا یا مہر بورزد) تا آن تاج را زیر پایت کنم ۱۲

گرچه که پیلان تو کوه آمدند　　کوه تنانم همه پیل افگنند
شیرِ نبردم چو برآیم دلیر　　شیر بود هر که برآید ز شیر
با همه این قوت و جوش سپاه　　نیستم اندر پے آزار شاه
با تو برابر نشوم در مصاف　　ورچه بدوزم بسنان کوه قاف
قصه شود در دهن مرد و زن　　کین پسر با پدر خویشتن
تیغ که سهراب بر رستم کشید　　هیچ شنیدی که زگیتی چه دید
گر گهر صلح پذیرد نظام　　حلقه بگوشم برضاے تمام
ورنه سر کینه فرازی سنان　　باز کشم تا بتوانم عنان
گرچه که از گردش دور سپهر　　تافته بر سر من هم چو مهر
در همه آتش زنی از چار سوے　　روے نتابم ز تو از هیچ روے
تیر تو گر خواست بجانم خلید　　من بکشم تا بتوانم کشید
چشم توام تیر برابر مکش　　خون توام تیغ جفا بر مکش
تیغ کشم سوے توام خون کشد　　بر سر خود تیغ کسی چون کشد
گر گهر تاج ستانِ توام　　عیب مکن گوهر کانِ توام
در هوس تاج ترا در سر ست　　من گهرم تاج بمن درخور ست
ورچه تو لی در خور تاج و نگیں　　ملک بمن مید ہد انگشتریں
چون سرم از بخت سرافراز گشت　　تاج تو بر تارک من باز گشت

منت بخواہم تو نخواہی اگر — ورت بخواہیم چہ خواہم دگر

من نخودم آمدہ پہلوے تو — کآرزو آورد مرا سوے تو

جز بتمنائے تو سودام نیست — بہتر ازین ہیچ تمنّام نیست

قاصد تو گر کند اینجا گذر — در رہش از دیدہ فشانم گہر

ور ز تو ام حاجبے آید بہ پیش — شانمش از مرتبہ بر چشم خویش

پیک تو گر نامہ رساند بمن — در دلش سازم و تعویذ تن

گرد سمندت کہ بر آید بماہ — سرمہ کنم از پئے چشم سیاہ

تیغ کشی تیغِ تو جان بخشدم — ز آئینۂ بخت نشان بخشدم

ور نئے تیر تو بسویم جہد — ہر گرہش تازہ فتوحم دہد

گرچہ کہ سلطانِ جہانم بملک — تاج دہ و تخت ستانم بملک

لیک چو دورم ز تو اے نیکبخت — نے خوشم از تاج و نہ شادم ز تخت

بخت من ار پایہ بر افلاک سود — با تو چو یکدم نہ نشینم چہ سود

تاج خود ار پُر ز دُرِ مکنون کنم — با تو چو ہمسر نشوم چون کنم

در شدہ در چشم کسان از تو نور — دیدۂ من ماندہ ز روے تو دور

مردمک دیدۂ غیرے شوی — طرفہ کہ از دیدۂ من دور روی

دیدہ کہ نادیدۂ دیدار تست — دیدہ و نادیدہ گرفتار تست

نیست بنزدیک من از بیش و کم — بیشتر از دوری تو ہیچ غم

باز بپیغامِ پدر جانبِ فرزند عزیز

ماجرائے کہ زخوں بود دلش را بمیاں

مرد نیوشندہ ازاں امر حسیب	باز شنو گرد حکایت درست
شاہ سخن را دگر از سر گرفت	نکتہ بآزرم تری در گرفت
کای ز نسب گشتہ سزای سریر	در پسرے ہمچو پدر بے نظیر
چشم منے ہیچ غبارے میار	چشم نشاید کہ بود پُر غبار
ور چہ غبارست ز کار توام	سرمۂ چشم ست غبار توام
کین بکشم لیک بہ تمکین کشم	مہر بہا گر کشدم کین کشم
تا تو ندانی کہ دریں جست و جوے	از پئے ملک ست مرا گفتگوے
گرچہ توانم ز تو ایں پایہ برد	از تو ستانم بکہ خواہم سپرد
لیکنم ایں راہ نمونی بملک	از پئے آنست کہ چونی بملک
شکر کہ شد زندہ در ایام تو	من ز تو و نام من از نام تو
باش بکامم کہ بکام توام	زندہ و تا زندہ بنام توام
من بتوام زندہ تو زی پر سال	تا ز تو من نیز بوم زندہ حال
زندگی از مرگ ندارد گزیر	لیک تو خوش می زی و ہرگز ممیر
خواہمت از جاں کہ پناہے مرا	گر تو بخواہی و نخواہی مرا

کاے شدہ مشرق شدہ چوں آفتاب وز تو جہاں تا حد مغرب بتاب

من کہ گل رستہ زباغ توام پرتوے از نور چراغ توام

شاہ نشانم شدہ بر ہمگناں گزرہ فرمان تو تابم عناں

گر ہمہ بر ماہ رسد افسرم ہم بتہ پاے تو باشد سرم

من کہ زدروازۂ اقلیم ہند لشکرے آراستہ ام تا بہ سند

سد سکندر زدہ ام از سپاہ فتنۂ یاجوج مغل را تباہ

تا بحد شاہ زبالائیاں من چو بوم پیش نیاید زیاں

رد تو چو خورشید زمشرق برآے من بسم اسکندر مغرب کشاے

شو تو سوے کامرو انگیز رخش من کنم اقصاے عراقین بخش

خیز تو از قلعہ سین[1] جوے گنج من زدژ روم شوم سیم سنج

عبرہ[2] از معبر دریا تو جوے من[3] دہم از تیغ بحریں شوے

زابروے خود کن تیغ اشارت بہ چیر من سر خاقاں فگنم بر زمیں

از من ہند ست ترا زیر دست کار من بالاست زمن درگذشت

رو تو دراں قلعہ بکن پیل بند اسپ بخواہم من ازیں سو فگند

از تو زہندو شدن پیل و مال وز قبل من مغل قیل و قال

---

[1] قلعہ سین نام قلعہ کہ در ولایت ہند ست ہندوی او را آنا بہ گرہ گویند ۱۲

[2] خراج کہ تمامے از مغلوبے ہر سال بستانند یعنی محصول از گذرگاہ دریا طلب کن ۱۲

[3] یعنی من آب شست و شوے تیغ در بحرین افگنم ۱۲

دل کہ بنزدیکِ تو مجنون بود   دور ز تو دور ز تو چون بود

شربتِ دوری نتوانم چشید   دردِ جدائی نتوانم کشید

ہجرِ تو بشگافت دلم نرم نرم   در رو و پیوند کن از خون گرم

اے مددِ جاں شدہ حاصل ز تو   کے شودم دل کہ کشم دل ز تو

می شودم دل کہ جگر بر کشم   پس بدلت ہمچو جگر در کشم

گرچہ جگر ہست بہر گوشۂ   بہ ز تو ام نیست جگر گوشۂ

خود زپئے دیدۂ مردم پرست   جز تو مرا مردمکِ دیدہ ہست

لیک ازیں خز نتواں حلہ دوخت   شمع بمہتاب نشاید فروخت

سکہ چو زد در دلِ من کیقباد   نامۂ کاؤس کے آرم بیاد

نام برادر معزالدین

بہر خدا صورتِ خویشم نمائے   روی مگرداں و بترس از خدائے

نقش چو بر زد ورقِ سادہ را   باز فرستاد فرستادہ را

آمد و آورد پذیرائے راز   قصۂ آزرم بآزرم ساز

شاہ چو پولادِ پدر نرم دید   تیغِ سیاست بمیاں در کشید

گوہرِ دل را بوفا آب داد   سلکِ سخن را ز گہر تاب داد

گفت بتدبیرِ پسندیدہ زود   باز جوابے کہ پسندیدہ بود

باز از شاہِ جہاں پاسخِ پیغامِ پدر
شربتِ آبِ حیات از پئے سوزِ ہجراں

خازن شه آمد و در باز کرد
دادن افسر ز سر آغاز کرد

گشت جهان معدن درّ عدن
کرد زمین باز ز صامت سخن

هر که دران بزم طرب ساز گشت
دامن پر گوهر و زر باز گشت

بسکه ز زر گشت زمین ناپدید
هر که زمین جست نشانش ندید

شاه چو از خون قدح گشت خوش
دل بجگر گوشه شدش سرکش

خواست دلش تا بخوشی جاے
نوش کند بر رخ کاؤس و کے

کرد اشارت که درآمد به پیش
خاک[1] بوسید بر آئین خویش

زان گل نورسته دل تاجور
شد ز گل تازه و تر تازه تر

بر رخ آن گل مے احمر کشید
لیک ببوی گل دیگر کشید

دیده بران نور پسندیده داشت
دل بدگر مردمک دیده داشت

زیور افسر بکلاه او فگند
قرعهٔ خورشید بماه او فگند

گرچه دلش مهر بکاؤس داد
هم ز دلش دور نشد کیقباد

باده همی داشت بر آتش که خیز
قصهٔ غیبت بحضورش بریز

لیک سریر سری و تاج کے
دست بدامانش همی زد که ہے

چون اثر شوق ز غایت گذشت
کفهٔ دانش ز کفایت گذشت

روے بکاؤس کے آورد و گفت
تا شود آن ماه بخورشید جفت

---

[1] یعنی آن کاؤس برسم قدیم ۱۲

تاج ز تو سر ز من افراختن　　　　علج ز تو تخت ز من ساختن

تا تو بمشرق بوئی و من بغرب　　　　حربه خورد هر که درآید بحرب

دربملاقات ره و رای تست　　　　افسر من خدمتی پای تست

نیست مرا آن محل و آن شکوه　　　　کز سر خود سایه فشانم بکوه

در فگند رای تو بر بنده تاب　　　　ذره شوم پیش چنان آفتاب

شاه بترتیب جوابے که بود　　　　چوں برضا گفت جوابے که بود

داد بحاجب سلب زرنگار　　　　بافته بحیره و در شاهوار

بس که گراں شد سلب زرکشید　　　　حاجب ازاں بار چو ابرو خمید

خورم و خنداں چو گل از بارگاه　　　　سوی گلستان دگر جست راه

رفت و نمود ار خود آنچه نمود　　　　هرچه ز دریافت بدریا نمود

غالیہ صلح که در نافه بود　　　　شمه بشمه همه شه را سپرد

معز الدین　　نصیر الدین

بادشه شرق چو ایں مژده یافت　　　　روشن چو خورشید ز مشرق بتافت

کرد نشاط می و رامشگراں　　　　مجلسے آراست گراں تا گراں

باز طلب کرد بغمزه همائے　　　　خون خروس از بط سرخاب زائے

گیسوے چنگ و قدح آب رنگ　　　　ذوربے داد و تسلسل بچنگ

داشت اصول طرب از قیل و قال　　　　ریختن خون صراحی حلال

کاے غم تو کردہ بجانم اثر | تو زمن و حالتِ من بے خبر
جاے تو در چشم و تو در جاے نہ | ہیچ سوے مردمیت راے نہ
تا شدی از چشمِ من اے آفتاب | دیدہ لخود خویش ندیدم بخواب
خواب من از دیدہ من آب برد | آبِ من ایں دیدہ بیخواب برد
ایں منم و نقشِ تو و آبِ چشم | عکسِ خیالت شدہ مہتابِ چشم
گرچہ نہ چشمم برخت روشن ست | صورتت آخر بخیالِ من ست
گرچہ پرستیدنِ صورت خطاست | صورتِ تو گر بپرستم رواست
اے بصر دیدہ و جانِ پدر | نانِ دگرکس نہ از آنِ پدر
صبرِ من از دوریِ تو رفت دور | مرحمتے کن کہ بمانم صبور
من کہ صبوری نتوانم ز تو | واے کہ محروم بمانم ز تو
می نکند سوزِ من اندر تو کار | باش کہ تا در رسد آں روزگار
آمدنم نہ از پئے ایں کار بود | کافر و تسلیم توانم ربود
ایں قدرم عرصہ دریں ملک ہست | کم زد و سوی دگر پایہ دست
لیکنم از بس کہ بتو دل کشید | میلِ تو ام رخت بمنزل کشید
ہجر بس ست انچہ کہ بدپیش ازیں | نیست مرا طاقتِ غم بیش ازیں
تشنۂ دیدارِ تو ام روز و شب | شربتِ خود باز بگیرم ز لب
از تو نشاید کہ بدیں سان رسم | تشنہ دل از چشمۂ حیوان روم

سوی برادر شود آراسته | با سپه و کوکبه و خواسته
جست بسی هدیه بقیمت گران | دیده فروز همه قیمت گران
بی عدد از رشتهٔ دُر دری | دوخته زان رشته لب جوهری
سلک دُر گر از گهر شب چراغ | هر گهری مملکتی را فراغ
لعل که بوده است نهایت برون | سنگ بهر از پئی شان خورده خون
جامهٔ هندی که ندانند نام | کز تنکی تن ننماید تمام
مانده به پیچیده بناخن نهان | باز کشائیش بپوشد جهان
عود بخروار و قرنفل بمن | خرمنی از نافهٔ مشک ختن
عنبر و کافور معنبر سرشت | صندل خالص چو درخت بهشت
ساختهٔ هند بسی تیغ تیز | تیره‌تر از آب گه آب خیز
سر بفلک برده بسی زنده پیل | کوه گران را بقیامت دلیل
هدیه چو آراسته شد بی شمار | چار طرف گشت طرائف بکار
داد بشهزاده و کردش روان | ساخته با کوکبهٔ خسروان
وانچه سخن بود ز اسرار ملک | کن مکن از ضابطهٔ کار ملک
چون دگری محرم آن سر نبود | محرم سر دید فرو خواند زود
تا بامانت بودش در ضمیر | باز رساند بامانت پذیر
راز که داند که چه بد در نهفت | ظاهرش از باطن آشفته گفت

بر در دہلیز شہ تاج بخش   جاے ادب دید و در آمد ز رخش

تحفہ آوردہ ہمہ کردہ راست   شد و وصف آراستہ از چپ و راست

پیشترک شد بزمیں بردہ روے   رفت زمیں را ز تواضع بموے

شاہ بروپش چو نظر کرد چست   دید[لہ] در آں آئینہ خود را درست

گرم فرو جست ز تخت بلند   کرد بآغوش تن ارجمند

داشت بآغوش خودش تا بدیر   سیر نشد چوں شود از عمر سیر

باخودش از فرش باورنگ برد   تخت کیاں باز کیاں را سپرد

گاہ جہش خواند برغم سپہر   گاہ ببوسید سرش را بمہر

گاہ ز پایش بکف افشاند خاک   گہ ز بناگوش خویش کرد پاک

گاہ ز دیدہ بہ نثارش گرفت   گاہ دوبارہ بکنارش گرفت

گاہ نظر بر رخ زیباش کرد   گاہ دل از مہر شکیباش کرد

گاہ بیک دیدہ شدش رہنمای   گاہ بچشم دگرش کرد جاے

چوں کہ دو افسر بوفا شد یکے   در تتق نور دو جا شد یکے

پرسش از اندازہ و غایت گذشت   حد نوازش ز نہایت گذشت

از در دیگر سخن آغاز گشت   قفل ز گنجینۂ سر باز گشت

شاہ بکاوس کے آوردہ گوش   نکتہ[۲ـہ] بروں داد خداوند ہوش

لہ اے در روی او زیرا کہ ہر دو برابر بودند ۱۲   ۲ـہ نکتہ کہ پدر گفتہ بود باپراو گفت ۱۲

شاد کن این جان غم اندیش را　　روے نما منتظرِ خویش را
تحفۂ حالِ دل ریشم بخواں　　یا بمن آیا برِ خویشم بخواں

از پدر آمدنِ شاہِ جہاں کیکاؤس

بر برادر چو گلِ نو بر سرِ و رواں

گشت رواں موکب کاؤس شاہ　　سوے فریدون سریر و کلاہ
آمد و زآبِ سروِ وا گذشت　　چشمۂ خورشید ز دریا گذشت
یافت خبر صاحب تاج و سریر　　زآمدن آں دُرِ دریا نظیر
تاج بسر کرد و برآمد بہ تخت　　تا نگرد ہمچو خودے راز بخت
گشت مہیا ہمہ ترتیب بار　　چتر کشادا ز دو طرف چتردار
گرد زباں آوری دور باش　　چشم زدن دیدۂ بد را خراش
روے زمیں از سپر و رمح و تیغ　　گشت پُر از بارقۂ برق و میغ
گشت صف آراستہ تا چند میل　　زانبہِ آدمی و اسپ و پیل
پیش دو دیدند سران و سپاہ　　تا لب آب از پے تعظیم شاہ
پیش رکاب شہ مسند نشیں　　جبہہ نہادند بروے زمیں
[1]پیشرو شدند بزیر عناں　　تا بدر شاہ نثار افگناں

---

[1] پیادہ شدہ و آمدند ۱۲

فروغ روی تو تیز ست زلف بر رخ تو ‌‌‌‌ ز آفتاب بنه آں شراب در سایه

بگفت خسرو بکشای زلف تا شنید ‌‌‌‌ حریف مطرب و چنگ و رباب در سایه

رفتن شاه کیومرث بتوزک عارض

بر شه شرق بیکجا عرض این جوهر آں

روز دگر کرد چو ناف جهاں ‌‌‌‌ مشک شب از آهوی مشرق نهاں

ناف جهاں مشک زمیں اسپر و ‌‌‌‌ باد شد آهو تگ و آں مشک برد

شاه شد از سیرت خود مشک سای ‌‌‌‌ خوں بسوی صلح شدش رهنمای

شمع دل ملک کیومرث شاه ‌‌‌‌ خلده الله بمجد و جاه

خواند وروان کرد بسوی جدش ‌‌‌‌ چند ادب کرد برش از خدش

هدیه زر بفت خطا و عراق ‌‌‌‌ هر یک از اں طاقه در آفاق طاق

از خز و اکسون و دگر پرنیاں ‌‌‌‌ زیب تن تاجوران و کیاں

اسپ همیں اصل و لایت نورد ‌‌‌‌ گاه تگ از باد برآورده گرد

سخت کمانها زمه نو فزره[۱] ‌‌‌‌ درخور زه کردن و ناکرده زه

ساده غلامان خطا و تتار ‌‌‌‌ موی شگافنده بشب روزگار

اشتر پوینده و پولاد پای ‌‌‌‌ کوه نما از تن کوهاں نمای

---

[۱] فره بیشی و سبقت ۱۲

گنج سخن باز گشاد از ضمیر | داد امانت بامانت پذیر
شاہ پذیرفت بدل در گرفت | دزد گر اندیشہ سخن بر گرفت
جام طلب کرد و بعشرت نشست | نے زے از خون عدو شست دست
از رخ فرخندۂ این ہر دو کے | بلبلہ بلبل شدہ گل کردمے
رہزن عشاق شد آواز چنگ | بادہ رواں گشت دران راہ تنگ
ہر چہ بمجلس غزل تر زدند | جملہ بنام شہ کشور زدند
بر در او مطرب فرخندہ فال | دور مباد از غزل دار غزال
با خوشی دل چو شود بادہ کش | زیں غزلم گوش گر امیش مخوش

غزل

بلاغ سایۂ بید ست و آب در سایہ | از یں سپس من و جانان و خواب در سایہ
کنوں چو باد بباید چمید پیش از صبح | بگلشنے کہ رواں باشد آب در سایہ
ببانگ نوش مگر ساقیم کند بیدار | چو خفتہ باشم و مست خراب در سایہ
بسایۂ خفتہ بدم دی کہ یار آمد و گفت | چہ خفتۂ کہ رسید آفتاب در سایہ
ببوستان منم امروز مجلسے و گلے | روانہ گشت می چون گلاب در سایہ
در آفتاب ہمہ ساقیان ہم از رخ خوش | دگر صراحی و نقل و کباب در سایہ
ہوای گرم تو نازک بروں مرو جاناں | بنوش با من صہبای ناب در سایہ
چو پای بند تو شد جان در آفتاب مگرد | مسوز جانم و باز آ شتاب در سایہ

بیشتر از جنبش این دار و گیر — باعثهٔ (برانگیزندہ) بود مرا در ضمیر

کم[ل] ز چه رو دست بر آن در شود — کین شرفم زود میسر شود

در سبق از شاه قدم پیش راند — این سبقت باورقم باز خواند

آمدم اینک بہزاران نیاز — تا کنم این دیده بروے تو باز

بود بے پرسش شاه زمن — کامدن از خود طلبی با زمن

من بدر شہ بسر آیم دوان — چون پسران بر پدران بیگمان

لیک مرا پایه نو یافت پاے — گلبن نو به که بجنبد ز جاے

لیک خداوند سریر و کلاه — بود همه وقت بر اورنگ شاه

مملکتش ضبط و جهان زیر دست — هر چه کند باک نه از هر که هست

شرط چنان ست که در بحر و بر — چشمه کند بر لب دریا گذر

لیک سزد گر شه دریا فشان — بر سر این چشمه شود در فشان

شاه چو فارغ شد ازین گفت و گوے — کرد روان عارض فرزانه خوے

عارض دانا و کیومرث شاه — سوی شہ شرق گرفتند راه

زاب گذشتند و بملتان شدند — چون گل و بلبل بگلستان شدند

حال بگوش شہ کشور رسید — کز چمن آن میوهٔ دلبر رسید

رفت بر اورنگ سکندر نشست — وز صفت پیلان سد یاجوج بست

ل کم را از چه نوع صورت دست بران در شود ۱۲

جنس دگر هر چه تواں بُرد نام | و آنچه کسش نام نداند تمام

ساخته کردند ز هر جنس صد | وز دُر و یاقوت بروں از عدد

داد به شهزاده که بر جد رساں | خدمت من خدمتے خود رساں

دید که آں طفل و تنے خرد سال | رمز بزرگاں نشناسد بحال[۱]

توزک آں عارض فرزانه را | خواند و تهی کرد نهاں خانه را

هر چه ز کاؤس شنید از نهفت | پاسخ آں را بنهاں باز گفت

کانچه دل شاه بداں مائل است | رائے مرا نیز هماں در دل است

دل نه ز کیں کرد روانم به تو | کآرزو آورد کشانم به تو

تن بوفا گرچه که جائے نبود | دل ز تمنائے تو خالی نبود

ورنه تو دانی که به شمشیر تیز | کس نکند با پدر خود ستیز

ظاهرم ار نقش خلافی گذشت | باطنم از حد وفا بر نگشت

ایں نه خلاف تو پسندیده ام | مصلحت ملک چناں دیده ام

تا چو شوم با تو مخالف بپوست | دشمن تو باز شناسم ز دوست

جلوه کنم از همه رو آں جمال[۳] | تا ز هر آئینه چه بینم خیال

دوست بود راه به نیکی برد | دشمن از اندیشهٔ بد نگذرد

آرزوے من که گذر بر تو کرد | مهر من است ایں که اثر در تو کرد

---

۱ في الحال ۱۲ ۔ ۲ آراسته ۱۲ ۳ ایں جمال مخالفت ۱۲

کرد چو نورش میل دیده جاے　　گاه سرش بوسہ زد و گاه پاے

مہر جگر گوشہ ز سر تازه کرد　　جنبش خوں راز جگر تازه کرد

گاه ز رحمت بکنارش گرفت　　وز سر تا پا بنثارش گرفت

گاه بیاقوت لبش داشت ہوش　　کرد پر از لولوے ناسفتہ گوش

روے ورا آئینۂ ملک خواند　　آئینہ را بر سر زانو نشاند

دید ازاں گوہر نیکوے خویش　　ز آئینۂ زانوے خود روے خویش

بس کہ مبارک نظر تاجور　　ماند بہ نظارۂ لولوے تر

دیده زمانے ز رخش بر نکرد　　میل بآئینۂ دیگر نکرد

در رخ آں دیده ہمی دید شاه　　ہیچ نمی کرد بعارض نگاه

عارض از آئین ادب پروری　　بود کمر بستہ بخدمت گری

تا نظر شاه برآں سو شتافت　　خدمت عارض محل عرض یافت

تحفۂ شاہانہ کہ با خویش برد　　کرد نمودار و بخازن سپرد

ہدیہ چو از ره بگراں بر درخت　　گشت سخن تازه ز اسرار تخت

مرد خرد مند پسندیده ہوش　　ریخت ز لب ہر چہ در آمد بگوش

شاه بر آں مژدۂ شادی فزاے　　ہیچ نگنجید ز شادی بجاے

داد بعارض ز قباہاے خاص　　نادره جبہ[ط] خزی ہمہ زر خلاص

ط جبّے از جامہ ابریشمی ۱۲

چتر برآمد ز دو سو گیره | ساختہ شد میمنہ و میسرہ
بار گہر داد کیانی درخت | پیش شادند بزرگان تخت
دشمن کشادند تتق بر زدند | پردۂ دہلیز بر اختر زدند
ساختہ شد پرۂ پیلان مست | صف جنیبت ز دو سو راہ بست
مفردکڑبند کلہ کژ نہاد | راست بہ پیرامن داخل ستاد
پایک ہندی بمعلق زنی | در صف خود گشت بہ تیغ افگنی
شعشعۂ تیغ فلک تاب گشت | چشمۂ خورشید ز سہم آب گشت
گر مگسے زد بسر تیغ پر | شعشعہ در پر مگس کرد اثر
کارگزاراں ہمہ رفتند پیش | سجدہ کناں پیش خداوند خویش
پیش عناں بانگ روا رو زدند | سکۂ نو بر درم نو زدند
رفت خراماں ملک ارجمند | تا در دہلیز بہ پشت سمند
چشم چو بر گلشن بخش فتاد | گشت پیادہ چو گل از پشت باد
روے چو گل سود بہ پشت زمیں | گشت زمیں پر سمن و یاسمیں
آمد از او رنگ بزرگی فرود | دست بگل در زد و گفتش درود
بر دو بہ بالاے سریرش نشاند | وز مژہ بر ماہ گہرے فشاند
خون خودش دید بجاں در کشید | خون خود از دیدہ رواں بر کشید

لہ مفرد کڑبند سپاہی کہ در حفاظت پادشاہ باشد و در زیر حکم کسے نبود ۱۲

ساقیِ خورشید وش و ماه چهر — دور همی گرد چو مه بر سپهر
شاه ز هر سے کہ بکف بر گرفت — جام زکف در زر و گوهر گرفت
جام همی داد بخورشید و ماه — زهره همی رفت ز دور ش براه
زخمهٔ رقّاص کہ همی کند تا — بود از و در رگ جاں خارخا
مجلسے از خلد بریں تازه کرد — شاه ز طوبیٔ فلک آوازه کرد
تا ابدش باده خوش باد و نوش — نغمهٔ طنبور نشاطش بگوش
ایں غزلم گرچه ندارد محل — مشکلِ من از کرمش گشت حل

غزل

وه کہ اگر روے تو در نظر آید مرا — پیش ز خورشید و ماه رو ننماید مرا
بستهٔ تست ایں دلم باد گرانش مبند — کاش کہ با دیگراں دل بگشاید مرا
روے نماشد ز اشک چهرهٔ من تا هنوز — از تو چه خوناب هار و ننماید مرا
خونِ مرا آب کرد گریہ کہ در خدمتت — پیشتر از من و دود هیچ نیاید مرا
دل بشنیدم کہ دوش لعلِ تو بوسید و مرد — پیش چنیں مرد نے زیست نشاید مرا
جانِ من آں روز رفت کم زخست آمد پیش — یارب کایں روز بیش پیش نیاید مرا
سینهٔ خسرو ز تست آینهٔ زنگ خورده — مصقلهٔ وصل کو تا بزداید مرا

داد بشہزادہ کیومرث نیز | تحفۂ آں ملک ز ہر گونہ چیز
یافت چندیں گہر از زر و لعل | دشت نوردانِ بر زیبہ نعل
پیل بسے زیر عماری زر | بارِ عماری ہمہ گنج و گہر
وعدہ چناں رفت کہ فردا پگاہ | جنبش خورشید شود سوے ماہ
منزلِ سعدین شود برج تخت | مجمع بحرین شود روے بخت
از دو طرف بخت مظرف شود | وز دو طرف تخت مشرف شود
گشت مقرر چو قراری چناں | سکہ چو زر شد ز عیاری چناں
خرم و خوش عارض و فرزند شاہ | باز نوشتند سوے خانہ راہ
حال نمودند بدارائے ملک | کاب درا فزود بدریاے ملک
کار کہ اقبال خداوند خواست | شد ہمہ ز اقبال خداوند راست
وعدہ بفرداست ملاقات را | ساختہ شد رسم مراعات را
شاہ بفرمود بفرمانبران | ساختن برگ و نولے گراں
از تحف و خدمتی و یادگار | گوہر و یاقوت ز بہر نثار
کانچہ بباید ہمہ یکجا کنند | جملہ بترتیب مہیا کنند
کار چو بر کار گزاراں گذاشت | خودمی و شادی و طرب پیش داشت
جام ہمی خواست ز ساقی مدام | تا فلک از دور فرو برد جام
ساغر خور چوں بزمیں داد تف | کرد پُر از دُر قدح شب بکف

روز چو آخر شد و گرما گذشت — چشمهٔ خور خواست ز دنیا گذشت
تاجورِ شرق بر آهنگِ آب — کرد طلب کشتیِ گردوں شتاب
پیش کشیدند حبشی سنگرف — سدرہ و طوبیٰ بمحل کردہ صرف

صفتِ کشتی و دریا بمیانِ کشتی

موجِ دریائے کہ رفتہ ز کراں تا بکراں

ساختۂ از حکمت کار آگہاں — خانۂ گردندہ بگردِ جہاں
نادرہ حکمِ خدائے حکیم — خانہ رواں خانگیانش مقیم
اہلِ سفر راہمہ بروے گذر — ہمرہِ او ساکن و او در سفر
گاہ روش ہمرہ او گشتہ آب — آبلہ در پاش شدہ از حباب
جاریۂ ہند زبانش سلیم — حاملِ چندیں بچہ لیکن عقیم
عکس کہ بنمود بآب اندروں — کشتیِ خصم ست کہ بینی نگوں
ماہ رسن بستہ چو دلو استوا — یافتہ در خانۂ ماہی قرا
ماہ نوے کاصل وے از سالِ[1] حواست — یک مہ نو گشتہ بدہ سال راست
گشتہ گر سیرِ ہلالش زبوں — عکسِ ہلال ست بآب اندروں
صورتِ آں تختہ کہ بد بے بہا — عین چو ابرو شدہ بر چشمہا

---

[1] سال نام درخت کہ ازو کشتی وغیرہ سازند و از ہلال مراد کشتی ۱۲

اتصالِ مہ و خورشیدِ قرانِ سعدین

چرخ گرداں ست بگردِ سرِ ایشاں گرداں

گشت چو دریاے سپہر آبگوں　　داد رواں چشمۂ خود را بروں

کشتیِ مہ سوے کرانش ساز کرد　　چشمۂ خورشید بدو باز کرد

شب کہ بکف داشت دُرِ شاہوار　　کرد بر آں چشمہ و کشتی نثار

شاہ درآں ناحیہ کاوّل نشست　　دشتگہے دید درو تنگ دست

از چپ و از راست نظر بر گماشت　　تخت دو جمشید مسافت نداشت

شہ ز زبردست عوض کوچ کرد　　سوے فرودست بر آورد گرد

پیشترک شد قدرے زاں سواد　　نصبِ علم را رقمِ فتح داد

دور سراپردۂ سیارہ ساے　　بر لبِ آب سروِ شد بپاے

در محلے کاب رواں تنگ بود　　گرچہ کہ پہناش بفرسنگ بود

تا بگہ عبرۂ آں شاہ شرق　　زود ترے سیر نماید چو برق

تاجور آں سوی خود از جای خویش　　آمدہ بد پیشتر از شاہ بیش

کرد سراپردہ مقابل بلند　　منتظر دیدن آں ارجمند

شاہ ہمہ روز متاعے کہ خواست　　جملہ بترتیب ہمی کرد راست

لہ کران یعنی کنارہ ۱۲

تختہ پے حرف گرفتہ بکش　　باد بر آب از ہوش حرف کش

تختہ نشد پیش معلم درست　　طرفہ کہ صد تختہ بیکبار شست

دست چو در آب فراز افگند　　آب بدست آرد و باز افگند

ماہیچو جوال عرد کش آید بدست　　سیم نثر اواں ونپاید بدست

لطمہ زناں بر رخ دریا بزور　　آب ازاں لطمہ بفریاد و شور

دیدہ دل و دست خداوند خویش　　بر رخ دریا زدہ صد لطمہ بیش

تا عمل بحر شدش مستقیم　　آمدہ از عبرۂ دریاش سیم

پیشۂ ملاح درو شیم پاشش　　تیشۂ نجار ازو در خراشش

مرکب بحری ز سفر گشتہ چوب　　بر طرف بحر شدہ پاے کوب

بگذرد از آب سوارش بخواب　　غرقہ نگردد چو سواران آب

در تہ او آب سبک خیز نیست　　گرچہ کہ صد نیزہ بود تیز نیست

جوے کہ بگریست تر و آب دار　　گاہ لبش گیرد و گاہے کنار

ہر کہ پے آب بر و شد سوار　　آب گذارد چو بگیرد کنار

در رہ بے آب نداند شدن　　کیست کہ بے آب تواند شدن

خاک نخواہد کہ غبار آورد　　تیرگیِ دیدہ ببار آورد

آب اگر گرد بگردد برش　　ہیچ ز گرداب نگردد سرش

با سبکی بار تواند کشید　　از سبکاں بار کشیدن کہ دید

لیک جزیں فرق ندانم کنوں | کوست سر افراختہ ایں نگوں

ابروے او دادہ بہر چشم نور | چشم بد از ابروے نیکوش دور

ہمچو کماں پر خم و تیر از میاں | تیر نشادست و کمانش رواں

راہ نخواہد بمدارا شدن | راست چو تیرے بگذارا شدن

او برسد تیر فلک را باوج | تیر بہ تیرش نرسد گاہ موج

تیر دو گرچہ کہ بیش افگنند | پس قدمش گرچہ کہ پیش افگنند

پیشتر از مرغ پرد در گشاد | پیشتر از باد رود روز باد

وقت دو منزل بدے بل دو چند | بار سن و سلسلہ و تختہ بند

بستہ بزنجیر مسلسل دراز | بحر رواں زو شدہ زنجیر ساز

یک زدن چشم کہ بینیش پیش | تا بزنی چشم نہ بینیش پیش

بر پرواز جاے نجنبیدنی | نیست دریں ہیچ پرانیدنی

ہمچو کلنگاں بہوا سر فراز | پر چو حواصل زدہ سو کردہ باز

مرغ کہ آں از پر چوبیں پرد | طرفہ بود لیک نہ چندیں پرد

ہر طرفش رہ بشتابے گر | ہر قدمش سیر بر آب دگر

از تگ طوفاں شکنش در شتاب | معجز نوح آمدہ بر روے آب

گرچہ زدریا گذرد بیش و کم | آب نباشد گذرش تا شکم

دیدہ شب و روز بسے گرم و سرد | رفتہ بہر سوز پے آب خورد

صبر ہمی خواست نمی آمدش / گریہ نمی خواست ہمی آمدش

بود ازیں سوے معزِ جہاں / ساختہ بر جای ادب چوں شہاں

چوں کہ دراں شیفتۂ خویش دید / شیفتہ تر شد چو ازو بیش دید

پیش شد از دیدہ نثارش گرفت / شہ بدوید و بکنارش گرفت

تشنہ دو دریا بہم آورد میل / تشنہ و از دیدہ ہمی راند سیل

یکدگر آوردہ در آغوش تنگ / ہر دو نمودند زمانے درنگ

چوں گل و غنچہ کہ جہد از خزاں / دور نشد آں ازیں و ایں ازاں

جاں بدو تن بود یکے از نخست / صورتِ تن نیز یکے شد درست

قدِ دو فرقد کہ بہم باز خورد / کار دو رویہ ہمہ یک رویہ کرد

چرخ بکف کردہ طبقہاے نور / فاتحہ می خواند بریشاں ز دور

از پسِ دیرے کہ بخویش آمدند / ہمدگر از عذر بہ پیش آمدند

گفت پسر با پدر اینک سریر / جاے تو من بندۂ فرماں پذیر

گفت پدر با پسر ایں خود خطاست / ہم بتو ایں پایۂ دولت سزاست

باز پسر کرد بگوشش خطاب / کاے مہ ازیں منزلِ خود رو متاب

باز پدر گفت کہ ایں ظن مبر / کز پسر افسر برباید پدر

باز پسر گفت کہ بالاحترام / کز تو برد پایۂ تخت تو نام

باز پدر گفت کہ ایں جاے تست / کز تو شود سکۂ نامم درست

موج گران یافت سبک بر رود | ارچه گران گشت سبک تر رود

گرچه که ده سال برید از درخت | هم تهی از بار نگشت این بجخت

طرفه درختیست نمودار او | کادمی و اسپ بود بار او

شاه دران خانهٔ چوبین نشست | وز پل چوبین همه دریا ببست

آب شد از بحر روان تخته پوش | کرده زهر تختهٔ معلم خروش

موج سوی جاریه می برد دست | بیل گسیلیش همی کرد پست

نعرهٔ ملاح کرمی شد باوج | برتن خود لرزه همی کرد موج

سلسلهٔ موج ز دامی که بافت | ماهی ازان دام خلاصی نیافت

بس که بجوشید زمین همچو دیگ | آب روان تشنهٔ گل شد بریگ

آب ازان غلغل ز اندازه بیش | گرد همی گشت بگرداب خویش

کشتی پوینده که چون تیر بود | بود بجائی که زمین گیر بود

وز خلل[1] پشت کشف ناتوان | داشت بسی رخنه بر گستوان

عکس رسنها که فرو شد بآب | بست بپهلوی نهنگان طناب

کشتی شه تیز تر از تیر گشت | در زدن چشم ز دریا گذشت

راست که شه بر لب دریا رسید | گوهر خود بر لب دریا بدید

خواست که از سوز دل بیقرار | بر جهد از کشتی و گیرد کنار

---

[1] یعنی از خلشِ خلد (پتوار) بر پشت کشف رخنها مثل برگستوان (جھال) اسپ پیدا شده بودند۔

دو یقیان ہر طرفے بستہ صف | کردہ طبقہاے جواہر بکف
لعل و زر برجد کہ بر آمیختند | بر دو سر افراز ہمی ریختند
تودۂ لعلی کہ بہر گوشہ بود | رُوے زمیں پُر ز جگر گوشہ بود
زاد تو گوئی ز زمیں زر و سیم | حاملہ شد خاک ز دُرِّ یتیم
چوں پدر اقبالِ پسر تازہ کرد | زاں شرف آفاق پر آوازہ کرد
گفت کہ امروز بس است ایں قدر | روزِ دگر جلوۂ ملکِ دگر
شکر خدا را کہ رسیدم بکام | کام دلِ خویش بدیدم تمام
زیں نمط از کام چو دمساز گشت | فرقِ پسر بوسہ زد و باز گشت
رفت پدر کشتیِ مقصود راند | باز پسر بحر بکشتی نشاند
کرد طلب کشتیِ دریا کشاں | کشتی زر داد بدریا کشاں
سیل رواں کرد محیطِ شراب | تا لب آمد ہمہ را جوش آب
غوطہ خوراں شد ز سر برگذشت | کیست کہ جز شاہِ جہاں برگذشت
ہوش بگردابِ قدح در فتاد | داد ہمہ رختِ ادب را بباد
عقل شد از بہر کشیدن رو دل | او ہم ازاں قعر نیامد برول
چنگ ز گیسوے سیہ دام بافت | گرچہ درانگند نشانی نیافت
عقل اگر شد بقدح ناپدید | عقل عقیلہ است نیاید کشید

ل بحر کنایہ از شراب و کشتی از جام ۱۲

باز پسر گفت که بر شو بتخت　　کاین محل از بهرِ تو آراست بخت

باز پدر گفت که اے تاجدار　　تخت ترا به که توئی بختیار

دیر بماندند دریں گفت و گوے　　پاے کسے پیش نشد پایه جوے

چوں پدر از جانبِ فرزندِ خویش　　شرطِ ادب دید ز اندازه بیش

گفت که یک آرزویم در دل است　　منت لله که کنوں حاصل ست

ایں که بدستِ خودت اے نیکبخت　　دست بگیرم بنشانم به تخت

زانکه بغیبت چو شدی بر سریر　　من نه بدم تا شدمے دستگیر

گرچه تو محتاج نبودی بمن　　کافسر ملکی بسرِ خویشتن

با پسر ایں نکته چو لختے براند　　دست گرفت و بسریرش نشاند

خود بنهال آمد و بربست دست　　ماند ازاں کار عجب هر که هست

داشت دریں زیر خیالے نهاں　　آگهیئے داد بکار آگهاں

کاے دوستاں در رهِ اخلاص چست　　به که نباشید دریں کار سست

من پدرم صاحبِ تخت و کلاه　　بنده بریں گونه شدم پیشِ شاه

هر که ازیں پایهٔ والا برد　　نسبتِ خدمت هم ازینجا برد

بود ستاده نفسے هم بجاے　　هم نفسش نیز ستاده بپاے

گرچه پدر بر سرِ تختش کشید　　نشست و فرود آمد و پیشش دوید

چوں خلفاں شرطِ وفا می نمود　　خواهش عذرے بسزا می نمود

شد گرهٔ چرخ چو گنبد نمائے — نعلِ مه افگند نگین بند ز پائے

زردهٔ صبح از طبقِ خاک جست — رفت و بمیداں افق بر نشست

شاهِ فلک مرکب جوزا ستام — هم شه و هم شاه سواری تمام

جست هنگانه تگاور به پیش — در دلِ دریا شده از آبِ خویش

رفت امیر آخور و آورد زود — هر چه در اطرافِ جہاں باد بود

پس که پر از بادِ رواں گشت دشت — مرکزِ خاکی کرهٔ باد گشت

وصفِ اسپاں که ز سرعت بخروج و بدخول
نتواں خارج شاں گفت نه داخل چوں جاں

تیز تگانِ همه تازی نژاد — چوں دمهٔ آتش و انبانِ باد

گرد سرینے همه گردن دراز — تا به فلک گردنِ شاں سرفراز

تیز تکِ گوش چو پیکاں پدید — بر سرِ یک تیر دو پیکاں که دید

سر چو مه افراخته بر اوجِ مهر — ساخته از چشم چراغِ سپهر

از هنر آراسته پا تا بفرق — گاه روش ابر و بجستن چو برق

در گله بے دست زدن جسته زن — کوفتنِ پا بطرق کرده فن

نازکناں در صفتِ نازکی — زخم نخورده گهے از چابکی

۱؎ امیر آخور امیر اصطبل و از باد مراد اسپاں ۔

عاقلِ دولت کہ مباداش نقل | بادہ سرافراز جہانی چو عقل
بادہ کہ از عقل رباید چراغ | تا ابدش عقل فزائے دماغ
چنگی او عقل فزائے جہاں | عاقلہ عیش و نشاط شہاں
ایں غزل از تار ترنم سرائے | در سرِ او یافتہ چوں عقل جائے

غزل

خورم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد | آرزومندِ نگارے بہ نگارے برسد
دیدہ بر روئے چو گل بندد و نہ بود خبرش | گرچہ در دیدہ ز نوکِ مژہ خارے برسد
تن چو بینش کہ بر سیلِ مژہ کشتی راند | از پسِ قطعِ سواحل بکنارے برسد
لذتِ دیدنِ دیدار بجاں کار کند | جانِ بیکار شدہ باز بکارے برسد
گرچہ در دیدہ کشند ہیچ غبارش نبود | ہر کجا از قدمِ دوست غبارے برسد
اے خوش آں تلخیِ پاسخ کہ دہد بعد از ہجر | کہ خمارے شکن از بہرِ خمارے برسد
لذتِ وصل نداند مگر آں سوختہ | کہ پس از دوریِ بسیار بیارے برسد
قیمتِ گل نشناسد مگر آں مرغِ اسیر | کہ خزاں دیدہ بود پس بہارے برسد
خسروا یار تو گرمی نرسد خود می پوے | بہر تسکینِ دلِ خویش کہ آرے برسد

ذکر در اسپ فرستادنِ سلطان بہ ید
ہم بر آں گونہ کہ در باغ وزد بادِ دوزق

کاسه سمِ طبق[۱] آزاد گشت ‏ ‏ گرد بصحنِ زمین آشامِ[۲] دشت

باد گرفت اسپِ کسان ابجو ‏ ‏ وز رهِ شان رفت بصحرا خسرو

گرچه که زاده شده پابندِ پای ‏ ‏ هم گرهِ تنگ ماندہ[۳] صبا را بجای

بر سرِ هیچ بود جای شان ‏ ‏ گر نه بود بند بپای شان

پیکرِ آن ماه نوردانِ پاک ‏ ‏ بادِ مجسم شده بر روی خاک

بر سرِ بدخواه روان تر شده ‏ ‏ وز سبکی دیده در دل رشده

صورتِ شان از روشِ دلپذیر ‏ ‏ وہم مصور شده اندر ضمیر

گشت چو سیاره منازل سپهر ‏ ‏ ماه سبک سیر شده نعل زر

زال جهنده یافته در برجِ باد ‏ ‏ باد بسے گرد بسیاره داد

جوشش کمیت از سرِ میدانِ شاه ‏ ‏ مست همی کرد کسان را براه

شکل سیاهانِ[۴] سر افراخته ‏ ‏ آتشے از دودِ سَلَب ساخته

آتشِ سوزان که ز تابِ وجود ‏ ‏ هم ز تنِ خویش برآورده دود

تیزی خنگانِ محیط آزمون ‏ ‏ آب ببرد از فلکِ آبگون

گنبدِ شان کرده فلک را خراب ‏ ‏ گنبدِ آبی شده بر روے آب

سوسنیان[۵] خوش فش و نرگس دہان ‏ ‏ وز دمِ شان نرگس و سوسن دہان

---

۱ طبق نام بیماری که در سمِ اسپ می باشد ۱۲ ‏ ‏ ۲ اے زمین آمی نوردیدند ۱۲

۳ گزشته بودند ۱۲ ‏ ‏ ۴ اسپان مشکی ۱۲

۵ سوسنیان۔ اسپان برنگ سوسن وفش موے عیال۔ دہان غنچی دہندہ ۱۲

کبکِ خرامندہ بصحنِ سرائے   کبکِ دوان ابزدہ بر اوج ہائے
ہیکلِ شان گرم چو آتش گے   آتشِ شان چوب نخوردہ گے
کوہ گران لیک گران سنگ نے   یک تگِ شان جز بستہ فرسنگ نے
سنگ دران کوہ تنان ناپدید   کوہ کہ بے سنگ بود کس ندید
ز آتشِ خود گرم رواں ہمچو تیر   سوختہ شد کرۂ گرمِ اثیر
از تگِ شان کالبدِ صرصر خرد   باد بدیوار پسِ سر زدہ
سرعتِ شان از تگِ شان بیشتر   گاہ تگ از خود قدمی پیشتر
ذرّہ رہِ جولان بفلک راہِ شان   سنبلۂ چرخ چراگاہِ شان
بے سمِ شان کوہ نیارد خمید   بے تگِ شان فتح نیاید پدید
پا نہ نہادہ بزمین ہیچ جائے   بر سرِ گردون شدہ جولان نمائے
کردہ ہوا در تہِ ایشان زمین   پا ننہادہ بزمین جز جبین ما
آبِ روان از پئے صحرا گشت   بادِ صبا از پئے گلگشتِ دشت
گر بلگد خشتِ زمین بشکنند   گاہ بیک جست دو گنبد کنند
از لگدِ پا کہ بیک پئے فشرد   خرگہِ پُرنُہ گرہ را گرد خُرد
چون سمِ شان لرزہ بگیتی فگند   کرۂ تا گنبدِ زمین آگند
گاہ روشِ شان سمِ گیتی نورد   از کرۂ خاک برآورد گرد

۱؎ خرگہ پر نُہ گرہ - آسمان ۱۲

بستہ بریشم گہرِ مہرہ دار | مہرہ نگویم کہ دُرِ شاہوار

شاہ چو در مہرۂ شاں چشم داشت | چید یکے از صد و دیگر گذاشت

گرچہ ہمہ مہرۂ شاں چیدہ دید | عاقبت از گوہرِ شاں مہرہ چید

کرد گزین زاں ہمہ گردوں تگاں | پنج ہزار و صد و پانصد یگاں

داد بدانا کہ برایں نزد شاہ | عذرِ قدم زآمدنِ وے بخواہ

وعدۂ امروز فرازم رساں | جاں بجنابش بر و بازم رساں

رفت پذیرندہ و آں ہدیہ برد | خدمتیِ خاص بخدمت سپرد

خواہشِ عذرے کہ بہ پنہانش بود | کرد بفرمان دہِ فرمانش زود

داورِ دولت کہ دراں داوری | دید ز دارائے خود آں داوری

سکۂ مہرے کہ عیارش نمود | گرچہ یکے بود ہزارش نمود

داد بآرندہ لباسے عجیب | قیمتی و در ہمہ عالم غریب

سُرخ بطاقی ہمہ از لعل ناب | لعل کہ خورشید ندیدہ بخواب

از پئے شہ چند طرائف دگر | طُرفۂ اطراف ہمہ بحر و بر

وعدہ چناں رفت کہ ہنگام شام | جلوہ کند مہر بماہِ تمام

مرد سخن سنج کزاں سلک دُر | کفۂ خود و کفۂ خور یافت پُر

آمد و بکشاد ترازوئے راز | نکتہ بسنجید و بسنجید باز

شاہ بفرمود بفرش کشاں | زینتِ فرش و تتق زرفشاں

چال[1] ز گلرنگ تر انگیخته | باد صبا را بگل آمیخته

پشت قله[2] از خط مشکین خویش | سبق هنر داده صبا را بپیش

زرده شان چون زر قیمت فزای | گرچه نه یکجا ده دلی کهربای[3]

خنگ نگس[4] دشت خور و کاسه سم | هر مگس کرده نگس ران ز دم

لیک[5] چه راند ز مگس کز سرین | خواست بلغزد مگس اندر زمین

ابرش شان ابر تگ و برق تاب | برق فلک سرعت و ابرش خطاب

در تگ شان گاه گشادن ز بند | گم شده این ابلق دندان بلند

ابلق شان از بیاض و سواد | خامهٔ نقاش نشانی نداد

دهر شد از نسخت شان ناامید | گرچه بسے کرد سیاه و سپید

صورت شان خامه نداند نبشت | باد صبا را که تواند نبشت

از تگ شان گر بنویسم سخن | باد رباید قلم از دست من

مه ز پئے آخور آن مهوشان | ساخته خرمن بره کهکشان

کارگزار عمل پایگاه | می گذرانید یگان پیش شاه

---

[1] چال - اسپی که سرخ رنگ باشد ۱۲ [2] قله اسپ که رنگش مائل بزردی باشد ۱۲

[3] در لفظ یکجا ده و کهربائے صنعتیست یکی آنکه هم جوهریست یعنی زبرجد و کهربا هم جوهریست دوم یعنی خون خورنده کاه ۱۲

[4] خنگ نگس اسپ سفید که بر آن نقطهائے سیاه باشند ۱۲

[5] لیک چه راند الخ - یعنی اگرچه دم آن نگس ران ست مگس را چه گونه راند که از فربهی و چربی مگس از سرین او می لغزد و بر زمین می افتد ۱۲

من از آرزوت مُردم دلت ار چہ نیست با من — بتکلف ار تو دانی شبے آرزوے من کن

منم و دلے و دردے ز غمت چو ناتوانان — بزکوۃ تندرستی گذرے بسوے من کن

ہمہ بوے عود نبود کہ بر آتشش بسوزی — دلِ سوختہ است رغبت قدرے ببوے من کن

اگر این ست رسمِ خوباں کہ بمو نہند دلہا — دلِ من بیار و جالش تنِ چو موے من کن

بدو زلف طوق داری نہ یکے کہ صد ہزارم — وگرت ہزار باشد ہمہ در گلوے من کن

ز شکنجِ زلفِ مشکیں چو نہی بدوشِ چوگاں — بقدلے حالگاہش سرِ ہمچو گوے من کن

تنِ خاکیم لبالب ہمہ پُر ز خوں ست از تو — لبِ خویش را تو ساقی ز سرِ سبوے من کن

بکراں مشو ز خسرو کہ چنیں بدستِ خویم — نفسے بیا و بنشیں بدِ خو نکوے من کن

صفتِ آں شبِ با قدر کہ تا مطلعِ فجر

نزدِ آں روح ملک بُرد سلامِ یزداں

شب چو بیار است سرِ سپہر — گشت مکلّلِ تتق ماہ و مہر

یافت فلک پردۂ گوہر نگار — رشتۂ شب از پے آں پود و تار

چرخ بہر زاویہ شمع سوخت — خاک بہر خانہ چراغے فروخت

طاقِ سما کرد چراغ آنچناں — طاق یکے بود چراغش ہزار

دہر شد از دودِ معنبر دماغ — کم نہ بود دودۂ چندیں چراغ

سُرمہ بود از دُرِ گردوں برآں — از دُرِ سیارہ شدہ سُرمہ سا

هر همه در جلوه بار آمده‌اند — بارکشادند بکار آمده‌اند

نصب شد اورنگِ زر از پیشگاه — پایه بپایه سپر او تا بماه

تاجِ مرصع که در آویختند — گوهر از آب گهر آمیختند

بود تتق جمله ز زر بافته — پردهٔ درها ز گهر بافته

پردهٔ دیوار ز یاقوت بود — کلهٔ بالا ز زمرد نمود

فرشِ زمین بود مسلسل بزر — در تهٔ آن خاکِ زمین نقره گر

هر که در آمد بچنان منظری — صورتِ خود دید ز هر گوهری

یک تنه زو شد بتصور هزار — بین که هزار ارش حسن نمود آشکار

شاه در آن خانه در آمد بتخت — آئینه دید نمودارِ بخت

خانه از و شد همه صورت پذیر — با همه تصویر نبودش نظیر

خواست ز ساقی مے آئینه فام — دید در و صورتِ خود را تمام

گشت سکندر که ز گنجینه‌ها — داد و زر و گرد نو آئینه‌ها

با دلِ آئینهٔ اسکندریش — با دل گلزنگ صفا پرورش

داد مرا این غزل اندر خیال — بر دلِ چون آئینه او جمال

غزل

ز سرِ کرشمه یکدم گذرے بسوے من کن — بنگاہ تے که دانی نظرے بروے من کن

گرنگِ شب تاب بصحنِ جہاں — ہمچو شرار از سرِ آتشِ جہاں
چرخِ کماں شکل بہ تیرِ شہاب — شاندہ پرِ زاغ بپرِ عقاب
تیرِ شہاب از دلِ اختر گزشت — روشن ازیں ہفت سپر در گزشت
آتشِ خورشید کہ گرمی نمود — ز آتشِ او چرخ برآورد دود
روز ز دریاے فلک شست دست — چشمۂ خور در تہِ دریا نشست
طرفہ کہ خورشید چو در شد بچاہ — گشت روان نور ورقِ زرینِ ماہ
در شدہ آں چشمۂ روشن بچاہ — خونِ شفق سرخ شد آنگہ سیاہ
پرتوِ خورشید کند از عمل — سرخیِ خوں را بسیاہی بدل
بلکہ چو خورشید شد آتش فشاں — زود بہ از رنگِ سیاہی نشاں
طرفہ کہ خورشید چو رو در کشید — روے زمیں گرد سیاہی پدید
خور چو شود تافتہ از تابِ وے — روے پر از قطرہ نماید ز خوے
طرفہ کہ چوں تابشِ خورشید نہاں — گشت پُر از قطرۂ سرخ آسماں
تا نہد آہوے مشکیں عطا — ہست طلب کردنِ مشک از خطا
طرفہ کہ گم گشت چو آہوے مہر — مشک فشاں گشت بگیتی سپہر
قرصۂ خور تا بسرِ خوان بود — خلق بر و آختہ دنداں بود
طرفہ کہ چوں قرصِ خور از خواں فتاد — چرخ لبالب ہمہ دنداں کشاد
مست شدہ از قدحِ دُرد مہر — بر زمیں افتاد ز روے سپہر

چرخ کہ شد حقّۂ او سرمہ زلے ‌‌ سنگ شمارد زچہ شد سرمہ سائے

دیدۂ انجم بسیاہی درون ‌‌ دیدہ درون ماند سیاہی برون

ریختہ از شیشۂ گردون مدادؔ ‌‌ مجمرۂ گل شدہ زد پرسواد

جوہریٔ شام بسودا گری ‌‌ کرد گہر پیش کشِ مشتری

گاوِ فلک ریختہ عنبر براہ ‌‌ گاو زمیں ساختہ پرچم سیاہ

طاسِ فلک شد علمِ زرنگار ‌‌ روئے زمیں شد زعلم سایہ دار

از نمِ شبگیر کہ ہر سو فتاد ‌‌ کوسِ سحر ہیچ صدائی نداد

او ہمہ شب گشتہ بہ تندی روان ‌‌ پُر ز جلاجل شدہ برگستوان

گرچہ ہوا پُر زجلاجل نبود ‌‌ ہیچ طرف بانگِ جلاجل نبود

چرخ یکے حلقۂ انگشتریں ‌‌ بر سرِ یک حلقہ ہزاران نگیں

خوانِ فلک پُر زنگینہائے زر ‌‌ زرد چو زنبور برآوردہ سر

زاں ہمہ زنبور کہ از نور بود ‌‌ پردۂ شب پردۂ زنبور بود[1]

خوشۂ چرخ[2] از علفِ خانہ خیز ‌‌ ہرخرے ساںِ سحر دانہ ریز

بود خروسِ سحر اندر عدم ‌‌ ورنہ چرا دانہ نمی گشت کم

مرغِ شب آہنگ نوا گر شدہ ‌‌ نغمہ زیرش بہوا برشدہ

شیرکیا زبس کہ ببالا پرید ‌‌ مرغِ مسیحا بمسیحا رسید

---

[1] از پردۂ زنبور مراد سقف زنبورست کہ سوراخ داری باشد ۱۲ [2] خوشۂ چرخ برج سنبلہ و خر دساعیان ملایک و دانہا ستارہا ۱۲

ساخته از دود مداوی زسر — داده به پروانه سوادی زسر
بس که گزیده شده از زخم گاز — داده سر خویش گزیدش براز
زان همه نیشی که ز زنبور خورد — عاقبتش سوختن آغاز کرد

صفتِ نورِ چراغ که اگر پرتوِ او
نبود در دلِ شب کور بود پیر و جوان

گشته روان خانه بخانه چراغ — آتشِ او در دلِ شب کرده داغ
گرم دماغ آمده در هر وثاق — بینیش از گرم دماغی بطاق
پنبه دهانی بزبانِ دراز — باهمه کس گرم سر سوز و ساز
پنبهٔ و آتش شده در روغنش — در تن و نا سوخته هرگز تنش
پیش روِ راه ز نورِ بصر — گم شده را در دلِ شب راهبر
تا شب از و نور نیامد پدید — دیدهٔ تاریکِ جهان را ندید
چرب زبانی بدلش گشت جمع — چرب تن و چرب زبان تر ز شمع
شعلهٔ او کز خسی آشوب یافت — صد غله از سیخکِ جاروب یافت
نادره گرد عیان دل پذیر — سیخکِ جاروب بر آتش امیر
خس بُرد بینیِ او در لبی — چون ببرد بینیِ آتش خسی
کرد بچوبِ آتشِ خود را ادب — وز پیِ چوب آمده جانش بلب

صفتِ شمع کہ چوں بسرش آید مقراض

در زماں چاک زند پردۂ ظلمت نمیاں

شمع بہ سر بزنگی سرفراز
خاصہ بہ بزمِ شہِ عالم نواز

شمع نہ بل اخترِ عالم فروز
در دلِ شب شعشعہ پیوند روز

از ہمہ سو دود و ہمہ روی چشم
نے پلکش دیدہ و نے موی چشم

پاسِ نفس داشتہ تا بامداد
ہر کہ بر و زد نفسے جاں بداد

اولِ شب آمدہ عمرش بسر
زیستنش آخرِ شب تا سحر

نادرہ شخصے کہ ز نورِ صفات
زندہ بماند چو سر آید حیات

زندہ شد آتش ز نفس چوں بمرد
و آتشِ تیز سرش ز نفس جاں نبرد

جانش کہ از سوز رسیدہ بلب
زندہ از آں داشتہ بسیار شب

چوں دلِ سوزانش ز سر برگذشت
جاں شد و از وے دلِ شب زندہ گشت

شد بگہِ صبح حیاتش تمام
عمر ز سر یافت بہنگامِ شام

کرد چو مقراض بسویش گذر
بوسہ زدش بر لب و بر سر بسر

بس کہ سر او شدہ بازِ زباں
کرد سر اندر سرِ کارِ زباں

تیغ رسید و سرش از تن ربود
او بزباں کرد حرارہ چہ سود

سوز بسر داشت کہ چنداں گریست
تا نبریدند سرش زندہ زیست

ثور گرفتہ ز ثریا نثار | کوہہ کوہاں ز گہر زیر بار
ساختہ ثور از دبراں[۱] چشم خویش | کحل جواہر فلک آورد پیش
ہقعہ[۲] سہ سیارہ روشن بہ بود | گشتہ مثلث چو سہ نقطہ ثبود
ہنعہ[۳] دو آتش کہ بیکجا نمود | داغ وے از گردن جوزا نمود
بس کہ دراع[۴] اطلس گردوں نوشت | پردہ اطلس ہمہ ہمو گشت
نثرہ[۵] چو ابرے شدہ گوہر فزائے | چار گہر ریختہ بر پنج پائے
طرفہ[۶] بیک طرف دو چشمش بدید | دیدہ چنیں طرفہ بچشمے ندید
قلب فلک در طلب جبہہ بود | جبہہ بتقلب آمد و بہجت فزود
زہرہ[۷] زبردست شدہ چوں اسد | ہر اسد کردہ ز آہن جسد
مہرہ صرفہ[۸] بدم شیر گم | مہرہ بسر باشد و او را بدم

۱؎ دبراں بفتح دال نیز نام منزل ماہ است و آں پنج ستارہ اند در ثور یعنی فلک بجائے دبراں را چشم ثور کحل جواہر آورد تا کہ چشم او روشن شود ۱۲

۲؎ ہقعہ سہ سیارہ روشن در برج جوزا ۱۲ ۳؎ ہنعہ بفتحتین نیز نام منزل قمر و آں پنج ستارہ اند بر گردن جوزا ۱۲

۴؎ دراع گز مراد ماہ است یعنی ماہ اطلس گردوں را در نوشت ۱۲

۵؎ نثرہ نام منزل قمر و آں چار ستارہ اند در برج سرطان ۱۲

۶؎ طرفہ بفتح نام منزل قمر و آں دو ستارہ اند در یک طرف یعنی ایں طرفہ تر است کہ طرفہ دو چشم در یک طرف ۱۲

۷؎ زبرا تراشندہ آہن و آں ستارہ ایست در برج اسد کہ جسد اسد را مثل آہن مضبوط کرد ۱۲

۸؎ صرفہ نیز ستارہ ایست بردم اسد یعنی ایں عجب ست کہ مہرہ بر سر باشد و اسد را بردم ۱۲

بسته جهان چشم چو گاوِ خراس — گوش بفریاد ز آوازِ پاس

گردِ عسس بر سرِ هر کو کمین — کیست که جنبد به بساطِ زمین

مردمِ هر خانه شد از ره گذر — مردمکِ دیده فرو بسته در

موسمِ گرما و تن از خوی بجوش — دیدهٔ مردم ز پلک شقه پوش

شقه گری از پلک آموخته — وز مژه قندز بکران دوخته

موی بهم کرده مژه داد تاب — دام ز مو بافته از بهرِ خواب

فتنهٔ چشم آمده زاں مو بدام — تیغِ زباں خفته میانِ نیام

همچو فلک پُر ز ستاره جهاں — همچو زمیں پُر ز چراغ آسماں

صفتِ سیرِ بروج و روشِ منزلها
که همه کارگزارِ فلک اند ز دوراں

میرِ منازل[1] همه نزدیک و دور — منزلتے داده فلک را ز نور

قرنِ[2] حمل کرده قرانِ یکدگر — وز حدِ شرطین برآورده سر

بسته حمل حمل بنافِ بُطین[3] — زاده سه سیاره به تثلیثِ بطین

---

[1] میر منازل - ماه ۱۲

[2] قرن یعنی شاخ و حمل برجے که بصورت برهٔ گوسپند است شرطین بفتح شین نام منزل اوّل ماه و آں دو ستاره اند از برج حمل و بجاے دو شاخ آں واقع شده اند ۱۲

[3] بطین بضم با نام منزل دوم ماه که در [illegible] ماه در شکم برج حمل می باشد و بطین سه ستاره اند باریک و بشکل مثلث بود بدیں شکل ∴ ۱۲

بلدہ چناں از نظر آنجا تہی ‏ ‏ ‏ ‏ ہست دے لیک ز مردم تہی

سعد شدہ ذابحِ بزِ دررہناں ‏ ‏ ‏ ‏ از پے آرایشِ خوانِ جہاں

سعدِ بلع[۱] در شکمِ بز درون ‏ ‏ ‏ ‏ رفتہ و آوردہ دو بچہ برون

سعدِ سعود از دو طرف درفشاں ‏ ‏ ‏ ‏ با اثر سعد ز تثلیث شاں

اخبیہ[۲] با چار حریفِ درشت ‏ ‏ ‏ ‏ دلو کشاں گشت ز بالای پشت

کردہ مقدم ز قدم پیش و پس ‏ ‏ ‏ ‏ آب کشِ دلو شدہ از ہوس

دستِ موخر سوے ماہی دراز ‏ ‏ ‏ ‏ در دلِ ماہی شدہ تاخیر ساز

کردہ رشا[۳] رشتۂ پیچاں بدست ‏ ‏ ‏ ‏ در شکمِ حوت در افگندہ شست

صفتِ اختر و آں طالع و وقتِ مسعود

کہ گرفتند دو مسعود بیک برج قراں

زہرہ و برجیس بہم بستہ جہد ‏ ‏ ‏ ‏ ثور مشرف بعترانِ دو سعد

ماہ و ذنب ہر دو بیکجا مقیم ‏ ‏ ‏ ‏ ماندہ ز پشتِ برہ مہ در گلیم

برجِ دو پیکر زدہ در رو پر زنور ‏ ‏ ‏ ‏ دیدۂ اختر ز درش ماندہ دور

شاہِ کواکب شدہ کرسی نشے ‏ ‏ ‏ ‏ کرسی او کرد فلک پنج پایے

---

[۱] سعد بلع دو ستارہ اند در برج دلو و میاں آں ہر دو یک ستارۂ دیگر ست کہ آں را مبلوع گویند ۱۲

[۲] اخبیہ یعنی خیمہ ہا و نام منزل و آں چار ستارہ اند و یعنی آنہا باعتبار نحوست ایں منزل ست یعنی دلو ۱۲

[۳] رشا نام منزلے ست و آں ستارہ است بشکل رسنِ دلو ۱۲

پنج گہر یافتہ عوا¹ بزیر — پنجۂ شیر آمدہ بر ران شیر
رمح² سماک از حدِ تیر آمدہ — رفت بمیزان و ترازو شدہ
غفرہ³ چو سطرے کزد روی سہ حرف — راستی اندر خطِ میزانش صرف
شکل زبانا⁴ بحسابش دو اوری — بر سرِ عقرب بزبان آوری
عقرب از اکلیل⁵ سہ گوہر بہ پیش — ہر سہ گہر سفتہ بنیک زخم نیش
روئے چو بکشادہ مہ مہر جوئے — قلب⁶ شدہ عقربِ و پوشیدہ روئے
شولہ⁷ شدہ بر سرِ عقرب چو خار — داد دوگان شعلۂ آتش شرار
شکل نعایم⁸ چو سریری بجائے — کژ شدہ بار استیِ ہشت پائے

---

¹ عوا سگِ عوعو کنندہ و نام منزلِ قمر و آں پنج ستارہ اند بر ران شیر یعنی ایں عجب ست کہ پنجۂ شیر بران آمدہ ۱۲

² رمح نیزہ و سماک بالکسر نام منزلِ چہاردہم ماہ و آں یک ستارہ است و سماک دو نوع ست یکے رامح یعنی نیزہ دار، دیگرے اعزل یعنی بے سلاح - میزان یعنی ترازو و نام برج - یعنی سماک از حد مسافت عطارد آمدہ بر برج میزان مقابل شد زیرا کہ ترازو شدن بمعنی مقابل شدن ست ۱۲

³ غفرہ نام منزلِ قمر و آں سہ ستارہ کژ واقع شدہ کہ آں را سہ حرف گفتہ یعنی در برج میزان آں راست شدہ ۱۲

⁴ زبانا بالضم نام منزلِ قمر و آں دو ستارہ اند بر سرِ عقرب ۱۲

⁵ اکلیل نام منزلِ قمر و آں سہ ستارہ اند در برج عقرب یعنی عقرب از نیشِ خود سہ گوہر را بسفت ۱۲

⁶ قلب عقرب برقع ست یعنی ماہ از دیدنِ عقربِ منحوس روئے خود پوشید ۱۲

⁷ شولہ دم کژدم و نام منزلِ قمر و آں یک ستارہ است بر سرِ عقرب دوگان دچند یعنی عقرب نجم ست خود را دو چند ظاہر کردہ ۱۲

⁸ نعایم بالفتح نام منزلِ قمر در برج قوس و آں بشکلِ تختِ ہشت پایہ واقع شدہ است یعنی نعایم دشترمرغ، با وصفِ راستی ہشت پا کژ گردید ۱۲

گشت چناں ظلمتِ شب کم فراغ — کش اثرِ دود نماند از چراغ

دیدۂ سیارہ ز نورے کہ زاد — دادہ ہمہ سرمۂ شب را بباد

روشنیِ گشت بعالم پدید — کاولِ شب صبحِ دوم دردمید

مشعلہا ہر چہ درآمد بہ بیش — نورِ جہاں گشت زاندازہ بیش

تا بچنیں کوکبۂ آں آفتاب — ذرۂ خاک شد از برجِ آب

ریختیہا ز دو سو شد بکار — بستہ شد از بارِ گہر جائے بار

ریزشِ زر کز زمیں آمیختند — خاک تو گوئی کہ ز زر ریختند

آنکہ ہمی چید بدامن گہر — دامنِ پُر چید ز لولوے تر

خلق سر از چیدنِ زر خم نکرد — ہر چہ کند خم کہ نظر ہم نکرد

بسکہ دُر و لعل بخواری نشست — کس بجہاں آب نیالود دست

نیرِ دو خورشید شدہ ہمقراں — انجمنِ انجم فگن از ہر کراں

ہر دو بیک تن چو دو پیکر شدند — بر فلکِ تخت چو مہ بر شدند

گشت ببرجے دو قمر جائے گیر — گشت مزیّن بدو سلطان سریر

برجِ شرف کردہ دو اختر یکے — سلک نسب کردہ دو گوہر یکے

ملک بیک تخت دو دارا نمود — دہر بیک آب دو دریا نمود

روئے زمیں فرِّ دو جمشید یافت — چشمِ جہاں نورِ دو خورشید یافت

خاتمِ جم را دو نگیں دست داد — افسرِ کسریٰ بدو فرق ایستاد

گشته عطارد با سد جای گیر	شه زده گوئی بدلِ شیر تیر
شیر چو پهلوی عطارد بجست	سنبله در سوگ میانرا ببست
راس[له] چو مریخ ترازو بچنگ	هردو برابر شده در وزن سنگ
عقرب دم دار شده قلب دار	کرده هم از کوکبهٔ خود کنار
مشتری از خانهٔ خود بی خبر	قوس تهی تیر بجای دگر
بزکه شدش هندوی گردون شبان	رفته شبان از سرِ آن بی زبان
دلو شده در ته دریا نشست	کاب کشان زو همه شستند دست
کرده زحل در دلِ ماهی مقام	طرفه که ماهیش بربسته بدام
تیره شبی دمهٔ گردون بخواب	ماهِ زمین منتظرِ آفتاب
تا کیش آن اخترِ عالم فروز	روی نماید که شب آید بروز
نوبتِ خفتن چو نوا بر کشید	بانگِ دهل دم بهوا بر کشید
کاسه برون زد شغبی کان درست	گفت سخن کوس فلک را بپوست
ناگهی از دور در آبِ روان	مشعلها شد چو کواکب عیان
پرتوِ شان نادره خوش نمود	کآب پر از شعلهٔ آتش نمود
عدلِ شه این تعبیه انگیخته	کآتش و آبی بهم آمیخته
دهر بنوعی فلک افروز شد	کاختر شب اورنگی روز شد

له راس نام ستاره مقابل ذنب یعنی راس و مریخ هردو در برج میزان بودند ۱۲

زاں سرانبوہ کہ در گل نشست — کاسہ بہم خورد و سر اشکست

گرد شدہ خاصگیاں ہر طرف — وزر دو قمر یافتہ پرویں شرف

گاہ نشستہ بمقامِ نشاط — گہ بزمیں بست چو نقشِ بساط

جملہ کلہ ور شدہ کہ تا بمہ — سر ز کلہ گشتہ سزاوارِ زہ

جبہتِ شاں از کلہ بے بہا — گشت دُرافشاں چو مہ از ابرہا

از کلہِ لعل و سپید و سیاہ — گونہ بگونہ شدہ رخسارِ ماہ

نقشِ قباہاے ز زرآب گوں — موج بروں دادہ ز دریا دروں

کوہ تنانے ہمہ بستہ کمر — تا بکمر غرق شدہ در گہر

قامتِ شاں زاں کمرِ زر کہ بست — تیر تو گوئی بدو پیکر نشست

مجلسے آراستہ شد چوں بہشت — خاک شد از غالیہ عنبر سرشت

بس کہ فشاندند گلابِ نشاط — شستہ شد از روی ہمہ روی بساط

بوے گلاب از تنہ و آستیں — کرد ز گل جامۂ گل راستیں

عودِ قماری کہ ہمی داد دود — غالیہ می ساخت گل از دودِ عود

عود ہمی سوخت چو عنبر بداغ — مشک ہمی گشت بگردِ دماغ

بس کہ شد آلودہ عنبر زمیں — گاوِ زمیں شد ہمہ تن عنبریں

نقل فشاندہ بطبق ہاے زر — میوہ ز ہر جنس چہ خشک و چہ تر

دیدۂ بادام کہ سختیش بود — خستگے داشت شکستی نمود

دبدبهٔ کوس دو لشکر زدند | نوبتِ اقبال دو سنجر زدند

گلشنِ دولت بدو گل تازه گشت | صوتِ دو بلبل بیک آوازه گشت

گشت یکے تاجِ کیاں را دو سر | گشت یکے قصرِ شہاں را دو در

مصقلهٔ چرخ دو خنجر زدود | آینهٔ ملک دو صورت نمود

نور یکے داد دو لوحِ جبیں | لمعه یکے زاد دو نورِ یقیں

سایه یکے کرد دو فرِ ہماے | پایه یکے ساخت دو کشور کشاے

شاخ بہم بود دو سروِ جواں | موج بہم داد دو آبِ رواں

گشت یکے باغِ وفا را دو جوے | گشت یکے تیغِ صفا را دو روے

گشت زمیں آبِ دو باراں چشید | مغزِ جہاں بوے دو بستاں کشید

چرخ یکے شد بدو ماہِ تمام | بزم یکے شد بدو دورِ مدام

گشت یکے غم زده دل خاسته | گشت بیک جاں دو تن آراسته

بود دو سرو آمده ہر دو بپاے | سروِ دو بُد پایشِ ایشاں بجاے

صف زده از ہر دو طرف صفدراں | انجمنے ساخته نیک اختراں

بر ہمه در رشتهٔ طاعت قطار | راست چو در رشته دُرِ شاہوار

سر بزمیں خانِ خطا می نہاد | خانِ مغل کاسه کجا می نہاد

بود گہِ سجده بروں از شکے | نقشِ بساط و رخِ مردم یکے

فرشِ زمیں داد ز صورت نشاں | از چه ز نقشِ رخِ گردنکشاں

از سرِ جوشش ہمہ گنبد نمود | گرچہ کہ میدان ٹے از شیشہ بود
اوز عمل کردہ بسے زر بدست | آمدہ بر شیشۂ مسکیں شکست
مے کہ ازو صد ہنر انگیختہ | موے بمویش ہنر بیختہ
بہرِ دہن ہاے چو انگشتریں | ساختہ از لعل مصفا نگیں
بود بر آتش قدمش دیر پاے | زاتش دمید آبلہ[1] سرتا بپاے
نام حرام ارچہ بروشد وبال | ہر چہ نمک خوردہ داں جز حلال
لاجرم او داشت نمک را عزیز | حرمت او داشت ہمہ خلق نیز
طرفہ حرامی کہ بہر دستگاہ | حقِ نمک دارد ازیں سان نگاہ

وصفِ قرابہ کہ بہرِ حرمِ دخترِ رز
شیشہ خانہ است ببالاے سرِ تشنہ رو شنداں

سینہ مصطبہ بر آورد شور | وازخس خم و چشم بداں کرد کور
راست چو دریا ز برون دُر دل | دُر ز درونِ اشنہ خس از برش
ہر کہ گذر کرد گہی در رہش | غرقہ شد از آب بزیر کش
گرچہ زپیری سرِ او پنبہ گشت | ہم زمی و جام نداند گذشت
پرشدہ تا لب زمی و گشت مست | ریختہ از سینہ برش ہر چہ ہست
بستہ میاں را کمر از لعلِ تر | طرفہ کہ در زیر قبایش کمر

---

[1] از آبلہ مراد حباب ہاے شراب ۱۲

شد بطبق پستۂ شکر شکن | بہر زمیں بوس لبا لب دہن
چربی چلغوزہ ازانجا کہ اوست | چرب زباں بود و لے زیر پوست
سرخی ما[1] بود زعناب کم | سرخی خود کرد فزوں دمبدم
سائگی از پرتو مجلس بتاب | سایہ ہمی جست دراں آفتاب
ہیچ کسے آب زآبے نخورد | سیب شد از بس خجلی سرخ و زرد
قہقہۂ بے ادباں کردہ نار | شد ہمہ دندانش بدامن نثار
بود ہم از میوۂ ہندی بسے | کاں مزہ را نام نداند کسے
موز کہ ہمسائگیِ بہی نبود | بہ بتری بود اگر بہ نبود
نُقل ازیں گونہ دل آسا و نغز | بادہ کز و پرورش آید بمغز

صفتِ بادہ کہ بینی چو خطِ بغدادش
بے سوادیش بخواں نسخۂ آبِ حیواں

مے کہ عرق از تنِ مرداں کشید | گوہر ہر مرد شد از وے پدید
پیشِ چناں گوہرِ یاقوت رنگ | کوہ زدہ بر سرِ یاقوت سنگ
بس کہ زہر کف گہر انگیز گشت | معبرش از معبرِ دریا گذشت
تند کمیتے کہ بہنگام جوش | کف بلب آورد و شد اندر خروش

---

[1] ما در عربی آب را گویند و آبی بہی را گویند یعنی سرخی بہی ۱۲

گشت لبالب زمے جان شکست | کرد حدیث از لبِ جوے بہشت
جاں بلبش تا نرسید از طلب | برلبِ جاناں نرسانید لب
نوشِ لبش زاں مے نوشیں کہ خورد | نوشِ لباں را ہمہ لب نوش کرد
بس کہ خورد بادہ نداند ستاد | تا ش نگیری نتواند ستاد
مے بدلِ آب فرو ریختہ | وآب بجے ہیچ نیامیختہ
بادہ تو گوئی کہ درو از صفا | ہست معلق بمیانِ ہوا
کرد چو ساقیِ تہش زیر دست | رفت زبر دستِ بزرگاں نشست
دسگہے یافتہ در خوردِ خویش | کردہ بہ پیش ہمہ کس دست پیش

صفتِ ساقیِ رعنا کہ کند مستاں را
بیک آمد شدِ خود بیہش و مست و غلطاں

ساقیِ صوفی کُش و مردم فریب | بردہ بیک غمزہ ز عالم شکیب
خم بخم آویختہ جعدِ تر شش | یک خم و صد بر شکناں بر سرش
نرگسِ نازندۂ او نیم باز | نیمے از و خواب و دگر نیمہ ناز
گرچہ کہ چشمش شدہ با خواب جفت | لیک گہی فتنہ بچشمش نخفت
عکسِ جناں نرگسِ مست و خراب | ہر ہمہ را سر صد و ہر در شراب
خطِ تو آغاز شدہ گرد رے | خاستہ زو بر تن خورشید موے

رنگ خضر داده ز سبزی بر بش | تا بیزد چشمهٔ حیوان سرش
می طلبی روی بخدمت نهد | هم بکند خدمت و هم می دهد
خونِ دلش گرچه بساغر خوری | هم بکشد سر ز تواضع گری
لعل که در سنگ درون آمده | حل شده زان شیشه برون آمده
سنگ بسے هست کہ یاقوت داد | شیشہ که دیدست که یاقوت زاد

سخن از وصفِ صراحی که گر آن نازک را
در گلو دست زنی خونش برآید ز دهان

بس که صراحیِ حلب گشت صاف | باده در و دیده شد اندر طواف
گوئی از اوصافِ صفاش از برون | باده برون ست صراحی درون
حامله و جز خلف از وے نزاد | گرچه کسش حمل کند بر فساد
گرده در و دائره دورِ شراب | خیمهٔ آن دائره گشته حباب
در شکمِ او کفِ صافی گهر | از هوسِ باده شده شیشه گر

سخن از وصفِ پیاله که ز بس جنبشِ خون
خونِ قرابه بسوی دست همه وقت کشان

شکلِ پیاله چو فلک گاهِ دور | زو همه بر مردمِ هشیار جور

صفتِ چنگ کہ بے موست تنِ تحیارقش

موے ساقِ دگرش تا بزمیں آویزاں

چنگِ سر افگندہ سر افراختہ
موے بپویش ہنر ساختہ

یک شبہ ماہے ز سر انگیختہ
سی شب و سی روز در آمیختہ

نیم کمانے و زہش ہست چار
زخمہ پیکانش بجاں کردہ کار

کشتیِ کا غذ برو بحرش گذر
کا غذ او تا شدہ از رود تر

رشتہ کہ در گردنِ خود آورید
گردنِ او راشدہ حبل الورید

شیخِ عبا پوش ببزمِ شراب
پیر شدے ساختہ بہرِ شباب

گرچہ چو معشوق کشندش ببر
ہم دہد از نالہ عشاق اثر

بسکہ نماندش برگ از نالہ خوں
رگ بزنی خونش نیاید بروں

زادہ بے زخمہ کہ در جاں نہی
لیک شکم تا بہ تہیگہ تہی

پردہ ز ابریشم و از موطناب
گاہ بریشم گرو گہ موی تاب

صد فنِ باریک چو مو بافتہ
زاں ہمہ مو چند رسن تافتہ

ہر سرِ موزاں رسنِ جاں فشاں
ہست ز باریکی علمے نشاں

ہست لباسش ز بریشم مقیم
ہم نکشد پاے بروں از گلیم

مست رود چون بسوی می پرست | عقل شود شیفته بیچاره مست
هرکه بیک جرعهٔ او سر نهد | بیهُشیش بیند و برتر دهد
مے دہد و خون خورد از دل تمام | جرعهٔ باقی نگذارد بجام
ور نشود مست حریف از شراب | رو بنماید که ببیند خراب
مست درو بیند و او سوے می | او شده مست از می و مستان ز وے
بسکه همه جور بود در ره او | هرکه بود خون خورد از جورِ او
از کفِ او دور رود مادم خوش ست | ور بمثل جور بود هم خوش ست
چون بدهد باده و گوید که نوش | مست برو زد دگر آید بهوش
ساقی ازین سان و حریفانِ نغز | در شده آوازِ ترنم بمغز
حاصل ازین مجلس فردوس وش | شاه خوش و باده کشان نیز خوش
صفِ حریفان زده جانب قطار | هر یک ازیشان ملکے نامدار
جام مے آنرا که بلب باز خورد | بستد و چون جرعه زمین بوس کرد
کرد سوے تخت بحرمت نگاه | خورد بیادِ رخ میمونِ شاه
بانگِ ندیمانِ قصیده سرا | باز رسانیده سخن بر سما
روزنِ هر گوش پُر از بانگِ رود | گنبدِ سر پُر ز صدائے سرود
مرد بیک رو همه نائے بدست | ساخته تا مجلسیان گشته مست
زن دگر سوے بریشم زنے | رشتهٔ جان ریشهٔ هر دامنے

معنز تہی کرد معلم شمال | طفل صفت ساختہ باگو شمال
طفل بریشم گرو تارش چہار | پردہ دو شش ساختہ زاں چار تا

صفتِ نالے کہ ہر لحظہ زدم دادنِ او
کلہ مطربِ پرباد شود چوں انباں

نالے دہن بستہ و بسیار گوے | نالے گلوگش بفسوں مار گوے
مارِ سیہ کردہ بسوراخ رہ | مار یکے مینی و سوراخ دہ
مارِ شکر خوارہ دُ افسوں پذیر | گشت بدستِ دگراں پارہ گیر
گاہ بصورت شدہ زنگی سلب | گاہ بمعنی شدہ زنگی طرب
طرفہ سیاہی ز عراق آمدہ | سوختہٗ در دستِ راق آمدہ
نیست دہن تا نہ نگوئی سخن | نیست سخن تا نہ نبندی دہن
سر فگند پیش تو گر دم زنی | دم نزند تا سر او نشکنی
چوں ہوس آید بسرود تر تشش | دور کند ہر چہ بود در سرش
مطرب گیرا نفس و سحر ساز | سر ز نفس کندہ و پیوستہ باز
گاہ سخن گشتہ سراسر زباں | ہر نوا بودہ لبا لب دہاں[1]
باز کند لب چو زباں آ درے | لیک زبانش بلب دیگرے

---

[1] لے بمعنی آواز ۱۲

صفتِ کاسۂ رباب و بسرش کفچۂ دست
کہ دراں کاسۂ خالی ست نغم چند الواں

کاسِ رباب از شغبِ دل نواز — پردۂ دل از مردمِ جاں دادہ باز

نبض نگیرندش و رنجور نے — پردہ بہ بندندش و مستور نے

زخمۂ تیزش چو تراشیدہ گشت — حلق نہ کاواز خراشیدہ گشت

روے ورق ساختہ مسطر زرد — گرچہ نگنجد بکتابت سرود

زخمہ زناں گشتہ زبہرِ فغاں — خونِ جگر خوردہ بزخمِ زباں

او چو زندہ راہِ حریفاں بسے — زخمہ زدہ در حقِ او ہر کسے

راہ زدن چوں ہمہ سازش بود — چوں نمیش زخمہ نوازش بود

گرچہ گرہ جاے گرفتش کنند — خود غلط افتند و رہا بشکنند

چوں بہ بلندی کشد آوازِ او — پردۂ درِ زہرہ شود سازِ او

ور کند آوازِ حزیں بے خروش — نشنود آوازِ خود ار ہست گوش

کاسہ تہی وز نغمِ بیشِ او — دستِ کساں کفچہ شدہ پیشِ او

بستہ چو خر چوب بزریں رسن — طرفہ کہ خر لنگ و رسن در سخن

خر شود از خوردنِ نشتر رواں — طرفہ کہ خر ساکن و نشتر رواں

گاہ ز خشکی چو شود گرم تاب — تر دہد آواز نخواہد جز آب

صفتِ پردہ و آں پردہ شناسانِ شگرف

کہ بہرِ دست نمایند ھزاراں دستاں

رود زناں نے ہمہ باریک سنج — پردہ برابریشم باریک رنج

تارِ بریشم رگِ جاں ساختہ — جاں ز رگِ چنگ بر انداختہ

ایں بصفت مرغ نمودہ دو رنگ — مرغ و لے چنگلِ بازش بچنگ

آں شدہ کنجشک بگاہِ نوا — مرغ در آوردہ ز روے ہوا

گاہ ترنم بنواے کہ خواست — جانبِ چپ بردہ شد از راہِ راست

گہ بجبینی طرفے رود زن — پردہ کشا گشتہ بوجہ حسن

گہ ز نوازن کہ نوازندہ گشت — جانِ جہانے بنوازندہ گشت

گاہ برآوردہ نوا بوسلیک[1] — دل شدہ چوں ذرہ بریشم سلیک

گہ غلط[2] انداز ہنرمند را — تنگ شدہ عرصہ نہاوند[3] را

گاہ بہ نغماتِ ترانہ دو دہ گاہ — یافتہ در عرصۂ باخرز راہ

گاہ ببر جنگ چو معشوق تنگ — در زدہ در پردۂ عشاق چنگ

---

[1] بوسلیک نام پردۂ موسیقی و سلیک بمعنی روندہ ۱۲

[2] در فریب دادن ۱۲ [3] نام سرود ۱۲

کرده بهر دستے ازآ و ازتر ‏ زیرِ هر انگشت هزاران هنر

خانهٔ چوبیں بمیانش ستوں ‏ تنگ دلی باد گذار از دروں

مطرب ازاں دم که دمادم بداد ‏ دمبدم اندر سرِشش اُفتاد باد

صفتِ دف که در دستِ کساں کوبد پایے

صحن گرداشته و کوبشِ پا بین بچپ سال

دائرهٔ دف که حصارے ز چوب ‏ صحنِ وے از پنج عروسک[1] کوب

زہرہ ز دورش بسرود آمده ‏ چنبرش از چرخ فرود آمده

بستہ جلاجل بکمر جا بجاے ‏ چوں کمرِ چرخ جلاجل نماے

برزبرِ دست گرفتہ نشست ‏ گہ زبرِ دست گہے زیرِ دست

چار زبان و دو زباں در دہاں ‏ نغز سخن لیک دوئی در زباں

ہر سخنِ نغز کہ با دوست گفت ‏ آں ہمہ در پردہ و در پوست گفت

گشتہ دو رو لیک چو بر روی خورد ‏ درستگی خود ہمہ یک رویہ کرد

روش از یں سو و ازاں سوی ہم ‏ گفتنش از یں رو و ازاں روی ہم

برکفِ مطرب ز اصولِ لطیف ‏ گاہ ثقیل آمدہ گاہے خفیف

گہ ز نمی لرزہ کند پوستش ‏ کاتشِ خورشید بود دوستش

---

[1] یعنی پنج انگشت ۱۲

دورِ قمر رفت فلک را ز سر
گر دو قمر یافت دو دورِ قمر

دورِ سرشاں ساقیِ دوراں ز دور
خواند ہنیئاً بشرابِ طہور

ہر چہ تہی گشت ز می جامِ پُر
باز بردند نگر پُر ز دُر

یعنی اگر کس تہی آید بشاہ
دامنِ پُر باز خر آید براہ

چوں اثرِ بادہ در آمد بمغز
طبع کشاں شد بغذاہاے نغز

صفتِ مائدۂ خاص کہ از خوانِ بہشت
چاشنی داد بہر کام و زباں لذتِ آں

گرم تریں کارگزارانِ خواں
مائدہ کردند ز مطبخ رواں

خوانچہ آں آراستہ بیش از ہزار
بر ہمہ الوانِ نعم کردہ بار

بانگِ سوارو کہ ز اختر گذشت
بلکہ ز ہر خوانچہ صلا بر گذشت

گشت علم از خورشِ ارجمند
خوانچہ ازاں ساخت بپایہ بلند

صد قدح از شیرۂ آبِ نبات
در مزہ ہمشیرۂ آبِ حیات

گرد گزر سوے حریفاں نخست
کام می آلودہ ز جلاب شست

شربتِ لبگیر کزاں آب خورد
جانِ گسستہ بتواں وصل کرد

از پسِ آں دور در آمد بخواں
دائرہ مہر شدہ دورِ ناں

ناں تنک صاف براں گونہ بود
کز تنکی رو بدگر سو نمود

گہ چو دلِ سوختگانِ فراق — ناے فغاں کردہ براہِ عراق
گہ ز مخالف کہ نوازندہ ساخت — دوست بگشتار چہ مخالف نواخت
گاہ فراغِ دمِ نائی بکام — دادہ بفرغانہ فراغِ تمام
بر دلِ عاشق کہ بجستن سزاست — راست چو تیر آمدہ تیزیِ راست
نیزہ زنِ چنگِ تہمتن مثال — رخش دواں کرد بزابل چو زال
بستگیِ بربطِ مشکل کشاے — جاے کشادہ زپئے بستِ پاے
نغمہ چو در زیر و بم آہنگ برد — زیر کشیدہ و بحسینی سپرد
زمزمۂ سازگری در عراق — کردہ بآہنگِ عراق اتفاق
سازگری را ہمہ خواہاں شدہ — نغمۂ او تا بسپاہاں شدہ
عقل مسافر شدہ زیں کارگاہ — تیزی باخرز کشاں قطعِ راہ
گشتہ ازاں قول کہ قوال راست — گفت گہی راست گہی نیم راست
زخمۂ زنگانہ ز بم تا بزیر — گشتہ ز بے جاے گہے در تغیر
پیش چناں منطقِ طیر از قبول — فاختہ در باغ نہ نازد اصول
بزم چو زینگونہ شد از نائی و نوش — واز شغبِ چنگ شد آسودہ گوش
خاست دو مجلس بدو شہ یکسرہ — دور زدہ میمنہ و میسرہ
ہر دو طرف ساقیِ بر پاے خاست — دادمی از دستِ چپ و دستِ راست
دورِ قدح چوں بدو سلطاں رسید — نورِ دو خورشید بکیواں رسید

در تنِ مرداں مزہ ذاتی شدہ　　ناطقہ ہم روحِ نباتی شدہ

بہرہ خود برد چو کام از خورش　　یافت ز لذت دل و جاں پرورش

چند سرائی بمیاں ایستاد　　وز پئے ہر نام فقاعے کشاد

جوشش تیزش کہ بجاں باز خورد　　صد گرہ از رشتۂ جاں باز کرد

مائدہ خواں چوں ز میاں رخت برد　　نوبتِ تنبول بمجلس سپرد

صفتِ بیرۂ تنبول کہ نزدِ ہمہ خلق بہ از آں نیست نباتی بہمہ ہندوستاں

بیرۂ تنبول کہ صد برگ لست　　چوں گلِ صد برگ بیاید بدست

نادرہ برگی چو گلِ بوستاں　　خوب ترین نعمتِ ہندوستاں

تیز چو گوشِ فرسِ تیز خیز　　صورت و معنی بصفت ہر دو تیز

تیزی از و یافتہ گوشِ دگر　　داد بہر گوش ز تیزی خبر

تیزی او آلتِ قطعِ جذام　　قول نبی رفتہ علیہ السلام[1]

برگ و در رگ نہ نشانی ز خول　　لیک ہم از رگ و دش خون و دل

طرفہ نباتی کہ چو شد در دہن　　خورش چو حیواں بدر آید ز تن

---

[1] در حدیث آمدہ است ان فی الهند شجرۃ ورقها کآذان الفرس من اکلها امن للجذام والبرص
یعنی در ہند درختے است کہ برگ آں مثل گوش اسپ است ہر کہ آنرا بخورد از جذام و برص محفوظ ماند ۱۲

نان نگویم که قرصِ خور ست | عیسی اگر خوان بکشد در خورست
نان تنوری ز رطب قبه بست | زانکه بخوانِ شہِ عالم نشست
کاک[1] دراں مرتبه رو ترش کرد | لاجرمش روئے چناں ماندہ زرد
دید فلک گرمی ہر قرصِ نور | قرصۂ خور گرم ز خواں کردہ دور
ماہ بکاہید که خود را بخواں | دید یکے قرص و دو سہ ریزۂ ناں
یافته سنبوسه ز تثلیث اثر | برّہ بریاں شرف از قرصِ خور
خواند زبانِ برّہ پلوئے بز | بر سرِ پولاؤ که مینی اُرز
پلوئے مسلوخ ہلالی کشاد | طرفه کرسی غرہ بیک سلخ زاد
چرب دمِ دنبه دو من بخیرہ (استخواں) | چرب تر از دنبکِ آہو برہ
خندہ بروں داد سرِ گوسپند | ہم بجوانی شدہ دندان بلند
دنبۂ کوہی که بسر خوانچه بر | دہ مہِ رفته و دو قرنش بسر
صد نعم از ہر نمطے دیگ پز | مردم ازاں لب گز و انگشت مز
پخته بسے مرغ بہر گونه طرز | از وَلج[2] و تیہو و دراج و چرز
صحنک حلوا ہمه شکر سرشت | چاشنیش از طبقاتِ بہشت
تحفۂ صابونی شکر نوید | راست چو جامه سفیدی سفید
دادہ بسے طیب معنبر براں | خوردہ کافور تر و زعفراں

---

[1] کاک نانیکه او را از خمیر ترش سازند   [2] ولج سلوی (دبیشر)

غمزه زنانی همه مردم فریب — سیبِ زنخ خالِ زنخ تخمِ سیب

چاهِ زنخ روشن و صافی چو ماه — روئے نما گشته چو آبی بچاه

پرده برانداخته چوں آفتاب — کرده بیک غمزه جهانے خراب

روئے چو خورشید برافروخته — جانِ کساں زآتشِ خود سوخته

از رخِ شاں کامده مقنع فرود — رفته بچه ماه[1] مقنع فرود

زابروئے خم پشت کماں ساخته — تیرِ مژه نیم کشش انداخته

ناوکِ شاں چوں شده بیروں زکیش — دیده سپر کرده سیاهی خویش

بسته بلا در همه درشش بلا[2] — داده به بهبوئے عالم صلا

رشته دربسته بروا زدو سوی — چوں قطراتِ عرق از گرد روی

سی مه یکروزه فگنده بگوش — حلقه بگو یک مه سی روزه گوش

خوبیِ شاں لیک یکے صد شده — حلقه بگوش رخ خود خود شده

از کفِ خود آئینه بنهاده پیش — دیده رخِ خود بکفِ دستِ خویش

موئے میانِ سرِ شاں فرق جوئے — شکلِ هلال آمده بغرقِ موئے

جعد که پیچیده بپا درخرام — ماهی ساق آمده در پائے دام

بر زمیں افگنده چو گیسوئے خویش — رفته ره خویش هم از موئے خویش

---

[1] مقنع حکیم نخشبی که از صنعت خود از چاه نخشب ماه برآورده بود

[2] بلا ده لروئے از سمیات که آنرا به هندی بجلاوه گویند و نام زیوریست که زناں بر سر بندند ۱۲

خوردنِ آں بوے دہن کم کند | سستیِ دنداں ہمہ محکم کند
سیر خورد گر سنہ در دم شود | گرسنہ را گرسنگی کم شود
کس نخورد خوردۂ دندانِ کس | وانچہ تواں خورد ہمیں ست بس
از درِ تعظیم فتادہ ببند | صد درِ تعظیم کشادہ بلند
سُرخیِ رویش زسہ خد متگرش | چونہ و فوفل شدہ رنگ آورش
طرفہ کہ با ایں سہ شر یکش تہ پس | مرتبہ و نام ہموں راست بس
گرچہ کہ آبش نبوی ہست بیش | کہنہ شود بیش کند آبِ خویش
گرچہ کہ از آب شود زرد رو | لیک ز زردیش بود آبرو
برگ کہ باشد بدرختاں فراخ | زود شود خشک چو افتد ز شاخ
برگ عجب بیں کہ گسستہ ز بر | وز پسِ شش ماہ بود تازہ تر
حرمتش از مسکہ و پالنگاہ | ہم بگدا محترم و ہم بشاہ
شاہ چو زیں تحفہ تہی کرد لب | باز رواں گشت رحیقِ طرب
رقص برآمد بترنم زناں | زمزمہ برخاست ز مطرب زناں

صفتِ نغمہ گریہائیِ زنانِ مطرب
کہ بیے لحن کند زہرہ چو گیرند الحاں

شد زنِ مطرب بنوا پروری | انجمنی پر زمۂ مشتری

صفتِ تاجِ مکلل کہ پسر یافت ز شاہ
آں پسر کز سرِ کیں تاج ستد از خاقاں

تاجِ مکلل بدر از هر طرف	یافته ماهی ز ثریا شرف
جفت ندیده دُرِ ناسفتِ او	مهرِ پیشانیِ شه جفتِ او
گوهرش از شاه شده سربلند	بلکه ز شه یافته گوهر بلند
فرق‌نشینِ شهِ والا شده	موجِ گهر بر سرِ دریا شده
هر دُر و گوهر که براه افگند	خود دهد و بر سرِ شاه افگند
نیست سرش گو بدوم سر رود	یکسر ازاں بر سرِ شه بر رود
بس کہ فشانده بسرِ شه گهر	رشتهٔ گوهر شده هر موئے سر
سر شده بر فرقِ بلند افسراں	وآمده بر سر ز همه سروراں
او سرِ شه را گهر آرائے کرد	شه بتبرک بسرش جائے کرد
چوں ز سرِ شاهِ جهاں بر گذشت	گردِ جهاں رفت ازو سر گذشت
شاه بدولت بگهر یاریش	تخت ستد تاج بسر باریش

صفتِ تخت کہ ہمچوں فلکِ ثابتہ بود
وازشہِ شرق بخورشید شرف داد مکاں

قامتِ شاں سرو ولے رنگیں　　پر زگل از ساعدِ شاں آستیں

یافتہ از نغمہ گلوشاں خراش　　صوتِ خراشیدہ شاں جاں خراش

سینہ بے خستہ و دل کردہ ریش　　ہر نفس از تیزیِ آواز خویش

قامتِ شاں بود بپا کوفتن　　گیسوئے مشکیں بزمیں روفتن

رقص کناں چوں بزمیں پا زدند　　در حقِ ناہید لگدہا زدند

از روشِ جنبشِ دستانِ شاں　　مجلسیاں ہر ہمہ حیرانِ شاں

ہر کہ دراں شعبدہ ہشیار بود　　مست نہ از مے کہ ز دیدار بود

دور چو دوراں خوشی تازہ کرد　　راہ تکلف سوئے دروازہ کرد

ہر کس از انجا کہ مزاج می است　　داد بروں ہر چہ مزاج وی است

ایں سخن سلک گہر کردہ ضنم　　او سخنِ خویش بروں دادہ ہم

چرب زباناں شدہ شکر دہن　　چرب زباں گشتہ ز مغز سخن

رمز بہر حیلہ نمی گشت حل　　بلکہ ہمی کرد حکایت بدل

وقتِ خوش و خوش منشاں بادہ کش　　وقتِ دل شاہ از خوشیِ وقت خوش

گفت ز خاصاں بیکے شاہِ شرق　　تا رود از آب گذارا چو برق

آورد و پیش کشد زاختصاص　　تختِ زر و تاجِ زر و پیل خاص

رفتہ شتابندہ باورنگ گاہ　　کرد رواں جملہ بفرمانِ شاہ

آنچہ گزر بر نفسِ شاہ کرد　　در نفسے حاضرِ درگاہ کرد

وان جبلِ زرنیخش بفروش کوه   سایه همی کرد ببالائے کوه
سود بگردون سرِ شنگرف سائے   رنگ شفق زو شده شنگرف زائے
پیچش خرطوم لبانِ کمند   اژدرے افتاده زکوهِ بلند
اژدرِ آں کوه شده پابپیچ   مار از و یافته در غار پیچ
در زمیں آنجا که سر افراخته   مار زسرِ غار زپا ساخته
گر بدلِ غار بود جائے مار   زو بدلِ مار شده جائے غار
در دمِ اورا به واخم فتد   با ذنبش سلسله با هم فتد
بر شده بالا دو سوارش بلند   چوں دو پیاده به پسِ پیل بند
در تهِ پا کوهِ زمیں سائے او   پایهٔ کوهے بصفت پائے او
زاں سپر انگیز پئے سهمناک   در تهِ پایش سپری گشته خاک
شاه زبندی که بپایش فگند   مات شده صد شه ازاں پیل بند
گر مثلِ[1] پائے بر آرد ز جائے   سلسله فریاد بر آرد ز پائے
کشتیِ عاج ست تو گوئی رواں   گشته دو گوشش زده سو بادباں
کشتی و در معبرِ ملکش گزر   لنگرِ کشتی شده صندوقِ زر
گوش که با چشم همی کرد لاغ   مروحه بوده به پیشِ چراغ
طرفه که آں مروحه ز آسیبِ باد   هیچ گزندی بچراغش نداد

---

[1] در نسخهٔ دیگر بجائے مثل، سل بفتح سین یعنی ناخن نوشته و ایں لفظ ثقیل است و توجه او بعید ۱۲

تخت نگویم کہ سپہر بلند | ہفت سریر از شرفش بہرہ مند
بہر سرِ تاجوراں تکیہ گاہ | تکیہ بدو کردہ سرانِ سپاہ
اوج مکاں یافتہ زامکانِ ملک | چار طرف گردوی ارکانِ ملک
بازوے او دستگہِ شہریار | مملکت از دستگہش پایدار
پائے کند عرش بہ پیشش فراز | گر ہمہ تا عرش کند پا دراز
ساختہ از چوب و گرفتہ بزر | چوب ولے یافتہ پالیش زر
پاش چہار و نکند رائے گشت | دولتِ ہر شاہ شکر پائے گشت
کردہ جہاں را بسکونت خدم | ثابتِ مطلق بہ ثبات قدم
صد قدم آید جم و خاقاں بہ پیش | او نرود یک قدم از جاے خویش
ہشتہ مربع بہ بساطِ زمیں | بر سرِ او شدہ زانو نشیں
پایۂ او شاہ بجاے کشید | کو ہم ازانجاے بجاے رسید
منزلتِ ملک چو جا ہیش داد | خویشتن از کبر بجاے نہاد
پیشِ شکوہی کہ شہنشاہ راست | کیست جز آں شہ کہ نہد پای راست

صفتِ پیل کہ شہ داد بفرزندِ عزیز
کہ شد از جنبش او کوہ چو دریا لرزاں

پیل چو کوہے کہ بود بے سکوں | چار ستوں زیر کہے بے ستوں

شاه بنظارهٔ این هر سه جنس ‌‌ ماند عجب بلکه همه جن و انس

صنعت لکھنوتی ازاں تخت و تاج ‌‌ داد بزر گر همه چین را خراج

پیل که خود چه تواند ستود ‌‌ کس بصفت نیز چنان کم شنود

هست سه چیز آنکه چو آرند پیش ‌‌ پیش کشد دل چو ببینند بیش

بوزنه و طفل سخن گو و پیل ‌‌ دیده ام این را بتجارب دلیل

هست خود این وصف بهر پیل جفت ‌‌ خاص بپیلے که توان پیل گفت

کس شنود گر کند این وصف راست ‌‌ من که بدیدم به از ینیش سزاست

از پدر این جمله شه نیکنام ‌‌ گشت پذیرنده و میل تمام

هم بزمان تخت همان نقش بست ‌‌ تاج همان بر سر سلطان گرفت

تاجوران بر سر آن تختِ زر ‌‌ هر دو نشستند کمر با کمر

باز دو گنجینه گره کرده باز ‌‌ گه سخن از رمز شده گاه راز

کرد پدر روے بدلبندِ خویش ‌‌ کارزویم جمله برآمد به پیش

لیک دو حسرت دگرم در سر است ‌‌ گر بسر آید ز توام در خور است

اولم آنست که چترِ سپید ‌‌ بر سرم آید ز تو دارم امید

دومیش آن شد که کلاهِ سیاه ‌‌ هم تو نهی بر سرِ صاحب کلاه

از پدر است این دو مرا یادگار ‌‌ زو بتو آمد تو بمن واسپار

من بتوانم که بجاے سری ‌‌ زین کله و چتر کنم سروری

رشے چو در حملہ نہد گاہِ کین / زآدمیان حاملہ گردد زمین

برکشد از تارکِ بدخواہ مغز / وز بنِ دندان کند این کارِ نغز

در صفِ کین کردہ بدندان ستیز / خونِ عدو خوردہ بدندانِ تیز

خصمِ ترش را کہ بدندان درید / زان ترشی کندیِ دندان ندید

گاوِ زمین کز سرِ دندانش جست / شیرِ فلک را ز دو درہم شکست

چون جرسش در روش آواز داد / گنبدِ گردندہ صدا باز داد

در بفغان برکشد آوا بلند / گوشِ فلک نشنود الا بلند

بانگِ بلندش زدہ با رعد کوس / ابرِ بلندش بقدم داد بوس

خوردہ ز خم خانۂ دولت شراب / مست شدہ کردہ جہانی خراب

از میِ شہ بس کہ زخش یافت تنگ / کرد فراموش خورشہای بنگ

تا ز میِ مجلسِ شہ مژدہ یافت / بنگ رہا کرد و بمجلس شتافت

الغرض آن پیل و ہمان تاج و تخت / کان نرسد جز بخداوندِ بخت

دید شہنشہ چو مہیا بپیش / روی کرم کرد بدلبندِ خویش

گفت کہ این افسر و این پیل و گاہ / بہرِ ترا داشتہ بودم نگاہ

تا چو صلاحی بمیان رہ برد / ہدیۂ این صلح ہمین درخورد

نیست مرا بہتر ازین ہیچ چیز / تا دہم از دیدہ بچشمِ عزیز

ہدیۂ من جملہ ز من درپذیر / خاص کن اندر نظرِ بے نظیر

دلِ من کشتہ شد بقاے تو باد — چہ تواں کرد حکمِ بیچوں را
از درونم نمے روی بیروں — در گرفتے درون و بیروں را
نامِ لیلیٰ بر آید اندر نقش — گر بریزند خونِ مجنوں را
گریہ کردم بخندہ بکشادی — لبِ شکر فشانِ میگوں را
بیش گشت از لبِ تو گریۂ من — شہد ہر چند کم کند خوں را
ہر دم الحمد می دمم بر تخت — گرچہ خوانند بر گل افسوں را
گفت خسرو نگیردت مانا — خاصیت سلب گشت افسوں را

صفتِ صبح و کلاہِ سیہ و چترِ سپید رفتنِ شبِ سپید رروز و شبِ نور افشاں

صبح بر آورد چو چترِ سپید — بست سیاہی بسپیدی امید
کالبدِ چرخ ز زرّیں کلاہ — دوخت زرہ زر بکلاہِ سیاہ
کوس سحرگہ فلک آوازہ گشت — دیدہ بہ روز ز سر تازہ گشت
یافت ضیا گنبدِ آئینہ رنگ — رفت بروں آئینہ چیں ز زنگ
تیغ کشید اختر عالم فروز — لشکرِ شب کرد ہزیمت ز روز
ابروے مہ تا بسحر چشم داشت — کش فلک از وسمہ بخواہد نگاشت
چشمۂ خورشید ز موجے کہ راند — ابروے مہ شستہ شد و وسمہ ماند

لیک چو تختِ پدرم جای تست | از تو به این سکه که گردد درست
تا سرم این هر دو بزرگی بسر | هم ز پدر یابد و هم از پسر
مردمکِ چشمِ بزرگان شنود | سوی سر و دیده اشارت نمود
آنچه دلِ شاهِ زمن چشم داشت | خاصهٔ شاه است که بر من گذاشت
نیست دگر آرزویم نیز بیش | کان بسرت بنگرم از چشمِ خویش
تاجور آن وعده که از شاه یافت | حاجتِ خود را بوفا راه یافت
مستیِ دولت بسرش بود تیز | دولتِ سرمست بگفتش که خیز
خاست بپا تاجورِ سر بلند | وعدهٔ دیدار بفردا فگند
قلبِ فلک مرتبه راپیش جست | رجعتِ خود کرد بمنزل درست
او بشرف خانهٔ دولت شتافت | شاه بدولت شرف از خانه یافت
نوش همی کرد مے دل فروز | در شبِ دولت همه شب تا بروز
روز و شبش خوردنِ می کار باد | روزِ بد اندیش شبِ تار باد
تیغِ ظفر توز سر اندازِ رزم | عودِ عدو سوز طرب سازِ بزم
این غزلِ بنده که بتوان شنود | حالِ منش گفت بهنگامِ جود

غزل

مهر بگشاے لعلِ میگون را | مست کن عاشقانِ محزون را
رخ نمودی و جانِ من بردی | اثر این بود خالِ میمون را

مہر چو یک نیزہ بہ بالا دوید — نالش ہمہ کس بہ سرِ نیزہ دید

ناں نتواں گفت کہ قرصِ خور است — عیسیٰ اگر خواں کشدش درخور است

صفتِ چشمۂ خورشید بدریاے سپہر
کہ گنبد پرتوِ او ماہِ سما را تاباں

روے زمیں گردہ بیک چشمۂ پاک — گازرِ آلودگیِ آب و خاک

چشمۂ آتش نشنیدہ ست کس — چشمہ براں آب ندیدہ ست کس

چشمہ کہ داد آب فراواں بود — آب خورد چشمہ عجب آں بود

در دلِ دریا چو شود چشمہ غرق — چشمہ ز دریا نتواں کرد فرق

طرفہ کہ آں چشمہ بدریاے نور — روشن و صافی بنماید ز دور

طفلِ کہن سال ولعابش دواں — دایۂ او چرخ ولے مہرباں

قرطۂ[1] زر دوشش کہ ز زر بافتہ — جبۂ مسکیں ہمہ از آں یافتہ

با ہمہ چوں سایہ شدہ ہم نشست — یکتن و ہر جا کہ بجوئیش ہست

گرچہ نگنجد ز فلک تا ثرے — لیک بگنجد بشگافِ درے

نورش از آفاق بروں بر رود — لیک بیک رخنہ دروں در رود

عالمِ نور او شدہ روزن دروں — بلکہ بسوراخۂ سوزن دروں

---

[1] قرطہ لباس ۱۲

شب کہ سفیدیش درآمد بموے — ہم نشدش رنگِ سفیدی ز روے

صبح سپیدہ کہ دریں حقہ بیخت — حقہ نگوں بود سپیدہ بریخت

زنگیِ شب کردہ سپیدہ بروے — خندہ زناں شد فلک از چار سوے

صبح چناں زلفِ ترِ شب بتافت — کآب چکید و نمِ شب نام یافت

طرۂ شب را چو زنم یافت تر — شانہ ز سر داد خروسِ سحر

مرغِ سحر شانہ صفت افسرش — شانۂ آوارہ شدہ بر سرش

یعنی اگر نعرۂ بیگہ زنم — تو ہم ازیں ارہ ببر گردنم

بادِ صبا پردۂ شب برگرفت — مرغِ سحر نغمۂ تر درگرفت

دیدۂ شب روشنی آغاز کرد — کوریِ خفاش نظر باز کرد

خواب کہ در دیدۂ مردم نشست — شب بمیاں کرد و ز مردم بجست

صبح بیکدم کہ بروں زد بلاغ — کشتہ شد از وے بشبے صد چراغ

شمع ہم از دوریِ شب جاں نبرد — سوختہ شد اول و آنگاہ مرد

خلق درآمد بنماز و دعا — قامتِ خود کرد موذن دوتا

دانہ در انداخت شب اندر خراس — قرص شد آں دانۂ ناکردہ آس

مشعلۂ صبح کہ شد نور دار — ساخت یکے شعلہ ز چندیں شرار

از تفِ آں شعلہ کہ در تاب شد — سیمِ کواکب ہمہ سیماب شد

صبح ز بس دم کہ دمادم گرفت — آتشِ خورشید بعالم گرفت

شمع و چراغے کہ بود شب فروز | کشتہ شود گر بروں آید بروز
الغرض آں بیلک گردوں گراے | رفت چو سیخ یک آماج وار
زاں علمے تا بفلک خاستہ | کوکبۂ روز شد آراستہ
شاہ کہ تا صبح بُد اندر صبوح | صبح برو فاتحہ خواں از فتوح
بود خوش از خوردن آں آب نوش | کرد ز مستی نفسے خواب خوش
چوں ز سرش رفت خمارے کہ داشت | بار بیاراست بہنگام چاشت
فرش کشادند بساط افگناں | پیش شتابند سماطیں زناں
گفت بفرزانہ کہ در خورد شاہ | چترِ سپید آر و کلاہِ سیاہ
حاجب درگاہ ز ایوانِ بار | شد بسوئے بقچہ کش و چتر دار
جُستہ شد و کرد بر ایشاں درست | برد و رسانید بشاہ آنچہ جست
تاج ور آں چتر و کلاہِ سیاہ | کرد بمیعاد رواں سوے شاہ
برد فرستادہ بحکم شہے | بر شہِ شرق آں دو نشان مہے
شاہ شد از دیدنِ آں سخت شاد | بستد و بوسید و بسر بر نہاد
داد بآرندۂ آں ہر دو چیز | خلعتِ خاص و زر بسیار نیز
خواست بسے عذر ز پیوندِ خویش | شکرِ خدا گفت ز اندازہ بیش
ہدیہ بسے بہرِ خداوندِ تاج | ہدیہ نہ بل ملکتے را خراج
مرد رسانندہ خوش و شادماں | آمدہ زانجا بخوشی در زماں

آن جوے پوینده ببالا و زیر — خانهٔ خود ساخته در کام شیر

مشرق و مغرب همه یکروزه گشت — یک مه یک برج نیارد گذشت

شاه جهانگیر بشمشیر تیز — چتر سیاهِ شب ازو در گریز

لشکرِ انجم همه چرخِ کبود — او بکشد خنجر و گوئی نبود

لشکرش از حدِ شمردن برون — لیک بگنجیده بروزن درون

ماه هم از وے علم افراشته — غیبتش آنگاه نگه داشته

گرم شود بر همه بے هیچ کیں — پس ز حیا در رود اندر زمیں

بیند اگر تیز بکوه اندروں — زهرهٔ کوه آب شود بلکه خوں

گر نظرِ گرمی و تیزی در وست — ریختنِ آبِ خودش آرزوست

گرچه کند تیزی و گرمی بسے — تیز درو دید نیارد کسے

سینهٔ شام از شفقش خوں شده — شب بمیاں کرده و بیروں شده

مشرقیش[1] قبلهٔ خود کرده نام — سجده او جانب مغرب بشام

سجده کناں هندو ازاں سو گشت — رخ بدو کرده سیه روے گشت

نورِ بصر هست بمعنی ازو — چشم همه تیره بود بے ازو

بے رخِ خورشید بود تیره راغ — شب که کند چرخ و زمیں پر چراغ

نور بچشمِ همه ازوے پدید — کوری خفاش که او را ندید

---

[1] مشرقی مجوسی (آفتاب پرست)

بس کہ پر از غبار شد دل ز تو گر نفس زنم | خاک بروئیم افگند این دلِ پر غبارِ من
دولتِ روزگارِ من آہ و فغانِ روز و شب | دولت اگر چنین بود وائے بروزگارِ من
رنجہ مشو بکشتنم زانکہ برخصتِ غمت | فتنہ تمام می کند محنتِ نیم کارِ من
لاغ مکن کہ خسروا دامنِ خود ز من مکش | چونکہ ز دستِ من نشد دامنِ اختیارِ من

شبِ دیگر زپئے عیشِ ملاقاتِ دو شاہ
و زپدر دادنِ پند و زپسر گوش براں

مجلسِ انجم چو بیاراست شب | کشتیِ مہ برد ثریا بہ لب
خاست ز گردابِ فلک موجِ دُر | ماہ ز دُر کشتیِ خود کرد پر
شاہِ جہاں باز بآئینِ دوش | کرد فلک زمزمۂ نای و نوش
تخت خود آرایشِ دوشینہ داشت | پایۂ شرف بر سرِ گنجینہ داشت
از نمطِ مجلس و مے آنچہ بود | بیشتر آراستہ شد زانچہ بود
شست صراحی بدو زانو بہ پیش | دخترِ رز شاد بزانوئے خویش
آئینۂ مے چو بزانو نہاد | بر سرِ زانوش دو آئینہ زاد
آتشِ مہ گرچہ جہاں برفروخت | پنبۂ قرابہ ز آتش نسوخت
گرچہ پیالہ نفسے آرمید | خاست چو قم قم ز صراحی شنید
جام ز ساغر بہ نشستن شتافت | ہم ز دمِ قہقہہ تشتن نیافت

پیش جہاں دار شد و ہدیہ برد ... جملہ بگنجینہ خازن سپرد
عذر زبانیش کہ در گوش بود ... خواند بگوش شہ آفاق زود
شہ ز خوشی روے چو گلنار کرد ... عزم می و بزم بگلزار کرد
بزم نشیں ساغر زر می کشید ... بدرۂ دینار بسر می کشید
بر سر ہر مست زرے بے کراں ... مست شدہ ہر ہمہ و سرگراں
مجلس شہ را ہمہ مجلس نشیں ... مست چناں بود و گراں سر چنیں
شاہ گراں سر ز می خوش اثر ... باد و صبا داشتش گرانی بسر
دست سبک زخمۂ مطرب کہ بود ... عود گراں سر بنواے سرود
مجلس او زیں غزلم گشت مست ... مست گراں سر شدہ ہر کس کہ ہست

غزل

آفت زہد و توبہ شد ترک شراب خوار من ... یار گر او ست کے بود توبہ و زہد یار من
بادۂ ہجر خوردہ ام رنج خمار در سر ست ... جز بحلاوت لبش نشکند ایں خمار من
بود قرار وصل وے گر بود ایں ست دولتے ... در ز قرار بگذرے نے من و نے قرار من
ای چو توے نخاستہ پہلوے من وے نشیں ... تا بنشیند از دروں آتش انتظار من
رغبت اگر بے کنی ساقی خون خود شوم ... مطرب رائگاں تو نالہ زیر و زار من
بے تو دو چشم چار شد خاک در تو سرمہ ام ... سرمہ گر از تو نا یدم خاک بسر چہار من
چوں تو سوار بگذری دیدہ گہر فشاں کنم ... خواہ قبول خواہ رد نیست جز ایں نثار من

گاه پسر در پدر خویش دید | مهر خود از حسرت او بیش دید

گاه پدر تنگ به بر درگرفت | افسرش از گریه بگوهر گرفت

گاه پسر دست پدر بوسه داد | خاتم جم را بکف جم نهاد

گاه پدر پیش پسر داشت می | گفت که خوش باد حیاتت بوی

گاه پسر پیش پدر برد جام | گفت که باد آب حیاتت بکام

گاه پدر گفت بدرد فراق | کز تو چگونه شوم ای دیده طاق

گاه پسر گفت دلم چون بود | کز نظرم نقش تو بیرون بود

گاه پدر خواست که از وقت خویش | دیده کند پیش پسر پیشکش

گه پسر از ذوق چنان گشت مست | کش ز زمین ریخت پیاله ز دست

زین نمط از هر دو سخن میگذشت | آرزوی دل بدهن میگذشت

چون سخن رفت بسی داوری | دور درآمد به نصیحت گری

چون پدران روی بدو بند کرد | پند پدر رهبر فرزند کرد

داد نخستش بدعای پناه | کایزدت از حادثه دارد نگاه

ریخت پس آنگاه بمهر تمام | داروی تلخش ز نصیحت بکام

کای پسر از ملک و جوانی مناز | ناز بدو کن که ندارد نیاز

کار تمامی چو از و شد بکام | کار بخشنودی او کن تمام

گرچه سیاست ز تو شد دستیاب | دست ضعیفان بسیاست متاب

گردشِ ساقی ز سر آغاز شد — چنگِ سر افگندہ سر افراز شد
بانگِ مزامیر بہ نُہ پردہ جست — ہفت و نہ زہرہ بہ بیم درشکست
چون نفس چند زمی تازہ گشت — گوش ز آوازہ پُر آوازہ گشت
باز نمود اخترِ فرخ جمال — خاست ہمہ قرعۂ اول بفال
موج زد دریاے کرم شد باوج — کشتیِ اقبال در آمد بموج
تاجورِ شرق شرف باز داد — تارکِ خود در محلِ ناز داد
در کنفِ دولت و عونِ خداے — آمد و آورد وثیقت بجاے
بادۂ نوشین بصفا خواست کرد — وعدۂ دوشین بوفا راست کرد
ہر دو نشستند چو خورشید و ماہ — در خطِ شان نقش سپید و سیاہ
جام ز بر دستِ دو سلطان نشست — تا دو زبر دست شدش زیر دست
گرچہ کہ بد فرصتِ می بیش ازان — فرصتِ دیدار نبد بیش ازان
بادہ بخوردند مگر بر قیاس — تا نرود عقلِ فراست شناس
کان نہ گہِ عشرتِ می خوار بود — بلکہ گہِ دیدنِ دیدار بود
ہر نفسے کان بہزیمت گذشت — لذتِ صحبت بغنیمت گذشت
ہر مے گلگون کہ ہمی شد بکام — دیدہ ہمی ریخت گلابی بجام
گرچہ لب آلودہ شد از شراب — گریۂ شان شست دہان از گلاب
گاہ پدر دید بروے پسر — پردہ شدش گریہ بہ پیشِ نظر

گرچہ دلت ہست فراست شناس — گفتِ کساں نیز ہمی دار پاس

راز مگو پیشِ کسے از نخست — تاش نہ بینی بہ شفقت درست

باشد اگر سوے مہمیت روے — رخصتِ تدبیر شناساں بجوے

گر شودت خصم بتدبیر رام — تیغ نشاید کہ کشی از نیام

حق چو ترا جاے بزرگاں سپرد — خویشتنت خرد نباید شمرد

در نگرِ اے دیدہ کہ ایں جاے کیست — دیدہ دریں راہ زمیں ساے کیست

چوں تو دریں پایہ شدی دستیاب — پایہ نگہدار مشو مستِ خواب

کارِ جہاں جملہ چناں کن کہ اوست — گر بہ ازاں نیست ہماں کن کہ اوست

حد چو ترا داد کم و بیشِ خویش — بیش و کم از وے نہ کنی و نہ بیش

بیش کن آنہا کہ ز یزداں بود — کم کن ازانہا کہ نہ فرماں بود

چشمِ رعایت ز رعیت مگیر — تا بودت ملک عمارت پذیر

شاخِ درختے کہ بود سایہ دار — سایہ نشیں را بود از وے مدار

چوں تو شدی سایۂ یزدانِ پاک — سایہ فشاں باش بریں مشتِ خاک

عدل کہ سرمایۂ شاہاں بود — مرتبۂ مرتبہ خواہاں بود

چوں تو دریں مرتبہ داری نشست — سود بدست آر کہ سرمایہ ہست

عدل بود مایۂ امن و اماں — بیش کن ایں مایہ زماں تا زماں

ملکِ سلیماں چو گرفتی فراز — از پرِ موریت بپرسند باز

خشم بہر جرم میاور بکس | زآتشِ سوزندہ بجہد از خس

چوں بگنہ معترف آید کسے | عفو نکوتر ز سیاست بسے

وانکہ بشمشیر سیاست سزاست | ہم بتأمل بتواں عذر خواست

در حقِ آں کش پرِ خود داشتے | دیر خصومت شو و زود آشتے

وانکہ سزاوارِ خصومت بود | حکمِ تو بروے بحکومت بود

ہر کہ زند در رہِ اخلاص گام | کار برو کن بعنایت تمام

وانکہ بر آرد بخلافت سرے | سرزنشش بیش کہ گیرد ورے

خورد مبیں دشمنِ بد زہرہ را | آب دہ از زہرۂ او دہرہ را

دشمنِ خود خورد نباید شمرد | در تہِ دنداں[1] چہ کند سنگِ خورد

گرچہ جہاں جملہ ہوا خواہِ تست | ہم بکن آں خار کہ در راہِ تست

ہر کہ بود نقشِ دوئی در سرش | سر کہ یکے شد دو کن از خنجرش

دشمن اگر دوست نماید بپوست | فرق کن از دشمنِ خود تا بدوست

جائے مدہ دشمنِ کیں توز را | گوش مکن گفتِ بد آموز را

روئے بیکبار متاب از دو روے | گو بود آں قبلہ کہ بینی دو سوے

خاص کن آنرا کہ خرد ہست بیش | راہ مدہ بے خرداں را بہ پیش

محرمِ سِر ساز خرد پیشہ را | مصلحت آموز کن اندیشہ را

---

[1] یعنی تو میدانی کہ سنگِ خورد دنداں را چہ ضرر میرساند ۱۲

هرچه کنی باز نشانت دهند | هرچه دهی باز همانت دهند

برسرِ هرکس که تراوست هست | دست مکش از سرِ هر زیردست

نیت خیرت اگر امروز خاست | وعده بفردا مفگن کین خطاست

در عملِ خیر توقف مکن | چون بکنی هیچ تأسف مکن

چون تو نه محتاجِ کسی در نعم | در حقِ محتاج همی کن کرم

کم مکن احسان و دهش آور بجای | بیش دهی بیش رساند خدای

یافتی از کشتِ ازل خوشهٔ | راست کن از بهرِ ابد توشهٔ

دولتِ خود بین و مشو ناسپاس | شکر بکن بر کرمِ بی‌قیاس

نعمتِ تو گرچه ندارد شمار | شکر کنی بیش کند کردگار

گنجِ خرد خاصِ تو گشت از صفات | واطلب از غیب کلیدِ نجات

گرچه جهانداری و شاهیت هست | سوی خدا بین و مشو خودپرست

باش درین پرده با فگندگی | سر مکش از دائرهٔ بندگی

بنده شو و عاقبت اندیش باش | معترفِ بندگیِ خویش باش

ترسِ خداوندِ جهان کن بدل | تا ز خداوند نمانی خجل

کار چنان کن که بهنگام کار | از درِ یزدان نشوی شرمسار

کم کن از آغاز پریشانیت | کآورد انجام پشیمانیت

گرچه ز بیمِ تو کس از کن مکن ف | با تو نیارد که بگوید سخن

دادگری کن که ز تاثیرِ داد ‏ ‏ ‏ بس درِ دولت که توانے گشاد

هر چه رسد بر تو ز کارِ کساں ‏ ‏ ‏ از سرِ انصاف بآخر رساں

سایۂ ظلمت ز مظالم بکش ‏ ‏ ‏ غصّۂ مظلوم ز ظالم بکش

تا بزمانِ تو نگر باد ابسے ‏ ‏ ‏ نشنود آوازِ تظلّم کسے

ملک چو از نامِ تو شد بہرہ مند ‏ ‏ ‏ کوش که آں نام بماند بلند

دولتِ دنیا چو مسلّم تراست ‏ ‏ ‏ جانبِ دیں کوش که آں ہم تراست

دولتِ جاوید بہ ہمت کس ‏ ‏ ‏ نامِ نکو دولتِ جاوید بس

ہر نفس از عمر غنیمت شمار ‏ ‏ ‏ یاد کن از ملک ورانِ دیار

کاولِ شاں چرخ ببالا کشید ‏ ‏ ‏ آخرِ شاں خاک بخار اکشید

قصّۂ ضحّاک ہمیدوں بخواں ‏ ‏ ‏ نامۂ جمشید و فریدوں بخواں

نیک و بد از دفترِ ایشاں بجوے ‏ ‏ ‏ نیک بخاطر کن و بد را بشوے

فعلِ نکو چیست ز بد خواستن ‏ ‏ ‏ نقشِ کژ از راستی آراستن

پیشۂ نکوی کن و از بد بترس ‏ ‏ ‏ از بدِ کس نے ز بدِ خود بترس

چشم بہ نیکی نہ و ایں پیشہ کن ‏ ‏ ‏ تا نرسد چشمِ بد اندیشہ کن

در ہمہ تدبیر نکوکار باش ‏ ‏ ‏ از بد و از نیک خبردار باش

بدکنی اوّل بملامت کشد ‏ ‏ ‏ و آخر ازاں سر بہ ندامت کشد

خود ز مکافات و جزا ہر زماں ‏ ‏ ‏ ہر چہ کنی باز بیابی ہماں

گرچه که در می کرمِ بیحد ست — آن کرم از می شمر این بد ست

باده حلالت نبود چون مدام — هرچه مدام ست چه باشد حرام

پیشۂ تقولیت پسندیده فر — از همه وز شاه پسندیده تر

چون همه کس خلعتِ سلطان کنند — هرچه ز سلطان نگرند آن کنند

عشرتِ دایم شہِ اقلیم را — رہ بضلالت برد اسلیم را

کوششِ پوشیده کن اندر شراب — تا نشود رکنِ شریعت خراب

شاه برین گونه بفرزندِ خویش — داد بسے زادِ نوا از پندِ خویش

کرد زمانی بچنین گفت و گوئے — کن مکنی را بنجز حجت و جوے

تا دلِ شب نزدِ جگر گوشه بود — دانۂ اشکش بمژه خوشه بود

نیم شبان عزم سوے خانه کرد — دامن ازاں خوشه پُر از دانه کرد

گفت که فردا بوداع ست رائے — آیم و این شرط بیارم بجاے

کرد روان کشتیِ دولت شتاب — رفت بدولت بگذارائی آب

شاه چوزاں دولتِ فیروز بخت — فرخ و فیروز برآمد به تخت

گریۂ قرابه ببانگِ بلند — قهقهه در حلقِ صراحی فگند

آب روان کرد بجوے نشاط — خاک شد از جرعه معنبر بساط

بزمِ شبش گرچه که فردوس بود — وعدۂ فرداش قیامت نمود

بسکه بدش از غمِ دوری خمار — باده همی خورد نمی کرد کار

لیک ترا نیز بهر کار هست | آئینهٔ روشن فکرت بدست
هر چه مصور شودت در خیال | نیک بکن بد مکن اینک جمال
خود نفتد در قدرت کار سخت | فضل ز حق جو و عنایت ز بخت
چون بوغا جهد کنی در جهاد | باش گران جنبش و دیر ایستاد
گر بودت در دل مشکل گشائے | مشکلے از ملک طلب کن برائے
ور بدل از رائے بود مشکلے | خواہ کلید از دل صاحبدلے
باز طلب صحبت مردان پاک | صحبت آلودہ رہا کن بخاک
مست مشو چون لب آری شراب | در چه شوی مست مشو مست خواب
ہوش بران نہ کہ شوے ہوشیار | تا نہ بغفلت نرود روزگار
غفلت شاہ است زیان ہمہ | خواب شبانست بلائے رمہ
شاہ بود از پے پاس جہان | خواب نشاید کہ کند پاسبان
می بخور اما نہ ز اندازہ بیش | تا نشوے بے خبر از کار خویش
کم خور از آنسان کہ شوی مست ازو | تا شدہ از دست بکش دست ازو
کار جہان جملہ ترا کردنی ست | خود غم این کار ترا خوردنی ست
چون تو خوری بادہ کافور بوے | پس غم گیتی کہ خورد خود بگوے
مست کہ از خود خبرش کم بود | کے خبرش از ہمہ عالم بود
گرچہ بگیتیت بخوشی رہبر است | ہر چہ عنا باز کشی خوشتر است

وہ کاں شکر وش ناگہاں زیں دیدہ تر شد نہاں — از خسرو آموز و فغاں فرہاد اگر اکنوں بود

در وداع دو گرامی کہ پدر را در اشک
مردم دیدہ ہمی رفت ز چشم گریاں

شب چو وداع مہ و سیارہ کرد — صبحدم از مہر قبا پارہ کرد

گرد کنارہ شفق از خون خویش — چشمۂ خورشید شد از دیدہ بیش

قلب دو سلطان ز دو سو کوچ کرد — بست دو پل روئے دو آب از دو گرد

کوکبۂ شرق سوے شرق تافت — لشکر مغرب سوے مغرب شتافت

خسرو مشرق بوداع پسر — گریہ کناں کرد ز دریا گذر

وین طرف اقبال معزی بہ پیش — گشت شتابندہ بمیعاد خویش

خاص شد از بہر وداع دو شاہ — چوترہ بایستہ آرام گاہ

ہر دو دراں بقعہ مہیا شدند — چوں مہ و خورشید بیکجا شدند

محرم خلوت شدہ ہر دو بہم — زحمت غیرے ز میاں گشتہ کم

خلوت ازاں گونہ کہ محرم نبود — ہیچکس از خلوتیاں ہم نبود

آنچہ بد از مصلحت ملک راز — یک بدگر ہر دو نمودند باز

کاں چمن از خار تہی کردنی ست — واں گل نرگس بکف آوردنی ست

در حق ایں شوخ بکرم رہ نموں — واں دگرے را بزمیں ریز خوں

گرچه خوشی در دلِ شب پیش کرد — لیک ز فردا بدل اندیشه کرد

تلخ تواں شربتِ دوری چشید — دردِ جدائی که تواند کشید

دشمن باشد فلک از مغز و پوست — زانکه بیک جائے نخواهد دو دوست

الغرض از مے چو سرش گرم گشت — زانچه دلش بر قدحے نرم گشت

رفت ز مجلس بسوئے خوابگاه — شد تهی از باده کشاں بزمِ شاه

جفت به بیداری بختِ جواں — دولتِ بیدار شدش پاسباں

خوابگهش باد به بالائے تخت — هیچگهے خفته مبادش بخت

مطربِ خوش نغمه بآوازِ نغز — زیں غزلش داد طراوت بمغز

غزل

آرامِ جانم میرود جانِ صبوری چوں بود — آنکس شناسد حالِ من کو همچو من در خوں بود

بربست چوں جوزا کمر آورد در جوزا قمر — یعنی که ایں عزمِ سفر در طالعِ میموں بود

گوینده حالِ دلِ نهاں گوئیش گر ناید عیاں — ایں با کسی گفتن تواں کو از دلم بیروں بود

رنجم مبادا بر تنی چوں من مبادا دشمنی — من دانم و همچوں منے کاندوهِ دوری چوں بود

زیں دُر که از چشم افگنم پر گشت جیب و دامنم — چوں لیسانے شدتم کاندر دُرِ مکنوں بود

بند دلش جویم همے زیں تارِ موئے در خمے — خود عاشقاں را هر دمے سودائے گوناگوں بود

زلفش که در جانم گزد چوں مار پنهانم گزد — مارے که پنهانم گزد کے در خورِ افسوں بود

لیلی و موئے مشکبو آنکس که دیده مو بمو — داند که زنجیر از چه رو در گردنِ مجنوں بود

ای ز تو در دیدهٔ تاریک نور — مردمکِ من مشو از دیده دور

جانِ عزیزی بجدائی مکوش — چند بود جانِ عزیزم بجوش

صبر مفرما که صبوریم نیست — دور ز تو طاقتِ دوریم نیست

گرچه ترا هم کششی در دل است — آنچه که من میکشم آن مشکل است

خویشِ توام ور تو نه خویشِ من — رحمتی بر منِ بی خویشتن

با توام ار بیخودم و گر با خودم — بیخودیم بین و ببر با خودم

بر سرِ راهی و منم خاکِ راه — بر گذرم همچو صبا بر گیاه

چند کنی از پیِ رفتن شتاب — یکدمی از سوختگان رو متاب

با تو اگر همرهیم مشکل است — اشکِ منت همرهِ صد منزل است

بهرِ نثارِ تو سرشکم ز دُر — آستین و دامنِ من کرده پُر

گر تو بگوئی بسرت ریزمش — با گهرِ تاج در آمیزمش

تا چو بدامانِ تو افتد ز سر — یاد دهد از آبِ دو چشمِ پدر

خامهٔ من زین پس و تحریرِ درد — واشکِ روان پیکِ بیابان نورد

حالِ من از نامه فرو خوان چو آب — باز نویس ار بتوانی جواب

گرچه تو خوردی و فراموش کار — تات فراموش نشوم هوش دار

ورچه نیاری بدلم سال و ماه — جانِ تو[۱] کز دل نشوی هیچگاه

بدل آوردن ۱۲

۱؎ جان تو اے قسم بجان تو ۱۲

دو رمیند از فلاں راز مپش — خاص مکن آں دگرے را بخویش

ہر چہ کہ ایں گفت بداں دار ہوش — جائے مدہ گفتۂ او را بگوش

سرورِ مشرق چو ازیں لعل و در — گوشِ جگر گوشۂ خود کرد پر

آں ہمہ گفتارِ پدر کیقباد — دل نتواں گفت کہ در جاں نہاد

از پس ایں ہر دو بپا خاستند — عذرِ بد و نیک ہمی خواستند

خستہ پدر از دلِ پر خون و ریش — دست در آورد بدل بندِ خویش

نالہ بر آورد کہ اے جانِ من — جاں نہ از آں دگرے زانِ من

بے تو زیم گرچہ کہ در خوں زیم — لیک چو جاں میرود م چوں زیم

چوں بخصومت جگرم خون شود — حالِ دلم چوں تو شدی چوں شود

دیدہ بماند چو ز روئے تو دور — سوئے کہ بینیم کہ ماند صبور

چوں تو شدی دل ز کہ جوید ترا — ویں بکہ گوئیم کہ بگوید ترا

سوخت ازیں غم دلِ بے حاصلم — وہ کہ نسوزد دلِ تو بر دلم

ہجرِ تو آمد کہ ز خویشم برد — کیست کزیں واقعہ باز م خرد

بے خبرم ہجرِ تو شب تا بروز — گر خبرت ہست چنینم مسوز

غم بہ کمین ست کہ خاکم کند — ترسم از اندیشہ ہلاکم کند

سوختہ شد جانِ غم اندوختہ — تا چہ شود حالِ منِ سوختہ

کاش نبودے دو سہ روزِ وصال — تا نشدی دیدہ اسیرِ خیال

عاقبتُ[١] الامر دراں اتفاق ‌ ‌ چوں کہ ندیدند گزیر از فراق

ہر دو رخ از خوں شدہ عنّاب رنگ ‌ ‌ یک دگر آغوش گرفتند تنگ

رفت پدر پئے بہ کشتی نہاد ‌ ‌ دیدہ رواں از مژہ طوفاں کشاد

گریہ کناں با دلِ بریانِ خویش ‌ ‌ کشتیِ خود راند بطوفانِ خویش

شہ شد ازیں سو پسر دردمند ‌ ‌ آہ بر آورد بہ بانگِ بلند

گریہ ہمی کرد زمانے دراز ‌ ‌ سوے پدر داشتہ چشمِ نیاز

راند ہمی از مژہ سیلابِ خوں ‌ ‌ تا ز نظر کشتیِ شہ شد بروں

دید چو خالی محل از شاہِ خویش ‌ ‌ رخش رواں کرد بہ بنگاہِ خویش

روے ز شرق اخترِ عالم فروز ‌ ‌ تافت سوے غرب کہ نیمروز

رفت بہ لشکر درِ خرگاہ بست ‌ ‌ وآمد و شد را ز میاں راہ بست

خلوتیاں ہر ہمہ گشتند دور ‌ ‌ جز دو سہ از خاصگیانِ حضور

جامہ بفریاد و فغاں می درید ‌ ‌ جامہ[٢] رہا کن تو کہ جاں می درید

گشت دلِ تنگ ز غم شاخ شاخ[٣] ‌ ‌ تنگدلی در دلِ تنگش فراخ

کرد چو انبوہیِ غم در ہمش ‌ ‌ خواست شرابے کہ بشوید غمش

ساقی ازاں بادہ کہ با خویش داشت ‌ ‌ پیشترک شد قدحے پیش داشت

شاہ ازاں مَے کہ بلب در کشید ‌ ‌ جرعۂ آں را ز مژہ بر کشید

---

١ آخر کار ١٢ ٢ جامہ کجا، خیال جامہ یکسو کن ١٢ ٣ پارہ پارہ ١٢

گشت رواں چشمِ من خسته ولے — دل نه همانا که بماند بجاے

آه که صبر از دل و تن میرود — خونِ من از دیدهٔ من میرود

تشنه اگر نیست سپهرم بخوں — چوں کشد آخر جگرم را بروں

باخود ازیساں شغبے مے غنود — روز بچشمش چو شبے مے نمود

دیدهٔ پر خون و دلِ ناصبور — چشم نے شد ز جگر گوشه دور

چوں شغب و ناله ز غایت گذشت — گریه و زاری ز نهایت گذشت

یک نفسے زاں نمط از هوش رفت — کش سرِ فرزند ز آغوش رفت

واں خلفِ پاک هم از دردِ دل — خاکِ ره از گریه همی کرد گل

بسته دل و جاں بوفاے پدر — دیده همی سود بپاے پدر

وز مژه در پاے شهِ ارجمند — ریختنیهاے گهر مے فگند

اشک فشاناں بدلِ دردناک — مردمکِ دیده فتاده بخاک

سر چو ازیں بے خبرے بر گرفت — دُرِّ خود از خاک بافسر گرفت

باز بآغوشِ خودش کرد جاے — گاه سرش بوسه زد و گاه پاے

هر دو بجاں شیفتهٔ یکدگر — دوخته بودند نظر با نظر

روے بهم کرده چنیں تا بدیر — هیچ نگشتند ز دیدار سیر

نقشِ وداع ارچه بجاں میگذشت — لیک نه اندازهٔ زباں می گذشت

ابر سراپرده ببالا کشید — سبزه صفِ خویش بصحرا کشید

آب فرو ریخت بکارِ زمین — زو همه بنشست غبارِ زمین

سیل عنان بس که به تندی گذاشت — باد به زنجیر نگاهش نداشت

چون دلِ رعد شد از آب غرق — گرم شد از آتشِ سوزانِ برق

گرم چنان شد که چو آواز داد — غلغله در گنبدِ گردون فتاد

قوسِ قزح گشت کمان دارگوز — از دو طرف سبزی و سرخ توز[1]

تاب کشید آتشِ برق چنان — کش نمِ صد ابر نشد دار و زیان

جوی که شد مست خوش و آبدار — آب گرفتش لبِ سبزه کنار

صفوتِ آب ار تو بدانی محال — زیرِ زمین ابر نمود از خیال

تندیِ سیلاب ببالاے کوه — از شغب آورد زمین را ستوه

ماند همه وقت خطِ سبزه تر — از کفِ خورشید نهان شد اثر

هر دمنے یک گل و صد آبجو — هر چمنے صد گل و صد آبرو

برق به شمشیر در آورد تاب — گشت زره پوش سوارانِ آب

برق بهر سمتے بتابے دگر — دشت بهر جوی بر آبے دگر

پرده نشین گشت فلک سو بسو — با همه زالی شده پوشیده رو

جوے که شد برهنه سیمین تنش — جامهٔ غوکی[2] شده پیراهنش

[1] توز درختے ست که بر زینِ اسپ و کمان پیچند برنگت سرخ باشد ۱۲ [2] جامهٔ غوکی کاہی که بر آب باشد ۱۲

گفت بمطرب که دمے بے درنگ | ساز کند صوتِ جدائی بچنگ

رشت مغنّی و براهِ عراق | کرد روان زمزمهاے فراق

دست و زبانش چو در آمد بکار | زین غزل از دست بشد شهریار

غزل

سخت دشوارست تنها ماندن از دلدارِ خویش | ما که گوئیم حالِ تنها ماندنِ دشوارِ خویش

لطف کن اے دوست از شمشیرِ هجرانم مکش | من که وصلم چند گه پرورده در زنهارِ خویش

مرده را حسرت ز مردن نیست هست از بهرِ آنکه | باز مے گیرند زو هم صحبتان دیدارِ خویش

هر که روزے نامدے خورد دست او داند که چیست | دردِ مجروحے که نالد از دلِ افگارِ خویش

کیست کز بسیاریِ غم اندکی بازم خرد | کاندکے اندک می بسوزم از غمِ بسیارِ خویش

راز با دیوار هم گفتن نمی آرم از آنکه | گوشها می بینم از هر سو پسِ دیوارِ خویش

گفته گه گه که خواهم کرد کارت را بهجر | کارِ من کردی و کردی عاقبت آں کارِ خویش

نا امیدم ترک گیرید مرا اے دوستان | تا چو نومیدان بگریم بر غم و تیمارِ خویش

خسروا پهلوے من بنشیں ساعتے دل ده مرا | زانکه دل می افتدم از گریه هاے زارِ خویش

صفتِ موسمِ باران و به رفتنِ شاه
جانبِ شهر شدن از لبِ گنکهر بگران

کرد چو ره در سرطان آفتاب | چشمهٔ خورشید فرو شد بآب

سینۂ گنجشک نے شاخِ نو ۔۔۔ پر شدہ از آب و علف جو بجو

خاک یکے بیضۂ طوطی شمار ۔۔۔ بیضہ یکے بچۂ او صد ہزار

سبزۂ نورستہ تو گوئی مگر ۔۔۔ بچۂ طوطی ست کہ شد بیضہ پر

سبزہ بصحرا شدہ چوں نو خطاں ۔۔۔ ملکِ جہاں گشتہ بکامِ بطاں

ژالہ زناں بر سرِ کلمرغ سنگ ۔۔۔ با سرِ گل خوش بود از سنگ جنگ

غوطۂ مرغابیِ رعنا بجوے ۔۔۔ از سرِ طوفاں شدہ پایاب جوے

نولِ خواصل شدہ مقراض پر ۔۔۔ جامۂ او نقرہ و مقراض زر

جنگِ سرخاب نہ حکمِ خدا ۔۔۔ روز بیکجا و شب از ہم جدا

جرعہ کہ طاؤس ز باراں بخورد ۔۔۔ ہم بسرود آمد و ہم جلوہ کرد

یافتہ دراج خوشی در ہوا ۔۔۔ شیر و شکر داد برون از نوا

سرخ شدہ آب ز سرخابگاں ۔۔۔ شستہ بخوں ناخنِ قصابگاں

مرغ بے ساختہ در آب جاے ۔۔۔ بر سرِ آں نقرہ شدہ نقرہ پاے

لرزہ کناں آب ز نرمی چو خز ۔۔۔ مرغکِ کز پاش بپا کردہ کز

ز آب زمیں شعبے بہر شاخِ بید ۔۔۔ زاغ شدہ قمریِ جامہ سپید

میوۂ ایں فصل رسیدہ بشاخ ۔۔۔ گرد چمن طعمۂ مرغاں فراخ

خوشۂ انگور بداں چابکی ۔۔۔ آبلہ برپا شدہ از نازکی

لہ بکاف عربی قسمے از کرکس کہ بر سرِ او موے نباشد۔

خاک ز بے آبی امان یافتہ — چشمہ ز جوے آبِ روان یافتہ

قطرہ در آوردہ زبان را فراز — آب شدہ از دُرِ او حلقہ ساز

چون زمین از آب شدہ سیم ناب — باد گرہ بر زدہ بر سیم آب

جوے رسیدہ بہ بلندی ز سیل — ہم بتواضع بہ نشیبش میل

زود ز مستی بہ فغان آمدہ — دور ز خرابی بکران آمدہ

[illegible]

ماندہ بہر شہر عمارت در آب — محتکران را شدہ خانہ خراب

بہ چرخِ نگون طشت شدہ سیل بار — طشت نگون آب نہ گیرد قرار

ابر ہوا خواہِ گلستان شدہ — آب کشِ مجلسِ مستان شدہ

باغ کہ از سبزہ شد آراستہ — ابر سیہ را بہوا خواستہ

برگِ درختانِ تر از شاخسار — ہر ہمہ قطرہ بار و در آوردہ بار

ابر شدہ کوہِ بلند از شکوہ — برق شدہ بر سرِ او تیغِ کوہ

پر شدہ قرابۂ چرخ از گلاب — پنبہ نہادہ بہ دہانش سحاب

حوضِ مدور کہ شدش آب بیش — آب کشان گرد بگرداب خویش

جنت زمیں را ہمہ بگرفتہ — گاوِ زمیں جنت بے پا گرفتہ

بزرگیاں در گلِ لغزان اسیر — تکیۂ شان بر کرم دستگیر

دانہ کہ سر تیز چو سوزن کشید — سوزنِ او آبلہ روشن کشید

شالی سر سبز ندانم کہ چیست — کآب گذشت از سر و انگاہ زیست

گرچہ کہ بود آبِ واں تا شکم | اسپ نگرد آتشِ خود ہیچ کم
پاے ستوراں بہ زمیں در شدہ | گاوِ زمیں را سمِ شاں سر شدہ
بود بہر جا کہ نزولِ سپاہ | تنگیِ جو بود فراخیِ کاہ
خیمۂ لشکر ہمہ بر روے آب | راست چو دریا کہ بر آرد حباب
با علمِ فتح دراں راہِ دور | سایہ فشاں شد بحدِ کنیتور
خانِ جہاں حاتمِ مفلس نواز | گشت باقطاعِ او دہ سرفراز
از کفِ جود و کرمِ حق شناس | کرد فراہم سپہ بے قیاس
من کہ بدم چاکرِ او پیش ازاں | کرد کرم زانچہ کہ بد بیش ازاں
باز چناں بخششِ چاکر فریب | بندہ شدم لازمۂ آں رکیب
در اودہم برد لطفے چناں | کیست کہ از لطف بتابد عناں
غربت از احسانش چناںم گذشت | کم وطنِ اصل فراموش گشت
در اودھ از بخششِ او تا دو سال | ہیچ غم و نالہ نبود از منال
من زپے شرمِ خداوندِ خویش | رفتہ زجاے خود و پیوندِ خویش
مادرِ من پیرزنِ سبحہ سنج | ماندہ بدہلی ز فراقم برنج
روز و شب از دوریِ من بیقرار | سوختہ داغِ منِ خام کار
در غم و زاری زجدا ماندنم | نامہ نویساں زپے خواندنم
گرچہ دلم ہم زغمش بود ریش | چند گہے راہ ندادم بخویش

دانۂ او کرد طراوت درو — گرد شده جملہ حلاوت درو

خستہ شدہ سینۂ خرما زخار — خندہ ہمی کرد بہ پردہ انار

موز بیک برگ بپوشید شاخ — برگ از و گشتہ بہ بستاں فراخ

گرچہ کہ با خربزہ زد پہلوے — صلح ہمی کرد بشفتالوے

نغزک خوش نغزکنِ بوستاں — نغزتریں میوۂ ہندوستاں

طفل کہ ہمشیرۂ او شد نبات — خضر و شی گشتہ بر آبِ حیات

میوہ بباغ ارزکی دہ بود — پختہ شود خوردنش آنگہ بود

میوۂ نغزک ہم از آغاز بر — تا حدِ انجام سزاوارِ خور

سایۂ او پرورم از آفتاب — مایۂ مستاں زبراے شراب

آبِ رواں گشتہ بہر سایۂ — یافتہ از میوہ زمیں مایۂ

نغزکِ پختہ بچکیدہ ز بر — گشتہ نباتِ زمیں از شیرہ تر

گاہ تماشاے جواناں بباغ — زیرِ درختاں شدہ مستاں بلاغ

وقت چنیں میوہ پر و گرمتاب — وز مددِ ابر جہاں غرقِ آب

ابر دُر افشاں شدہ دریا نوال — ابرش خود راند بدار الجلال

آب فراخے ہمہ را تا بہ گنگ — وآمدہ لشکر ہمہ از آب تنگ

لشکرِ انبوہ چو دریا بجوش — سیل زجنبیدنِ آں در خروش

بود سراسر زمیں از آب پُر — ہم ز ہوا سوختہ می شد شتر

پرده ز روی شفقت برگرفت   اشک فشانان ببرم در گرفت

داد سکونے دلِ آشفته را   کرد وفا نذرِ پذیرفته را

بعد دو روزے که رسیدم زراه   زآمدنم زود خبر شد بشاه

حاجبے آمد بشتابندگی   داد نویدم بصفِ بندگی

خاستم و برگِ شدن ساختم   محمدتے تازه بپرداختم

رفتم و رخساره نهادم بخاک   تن ادب آموز و دل اندیشناک

نقشِ طرازیده کشادم ز بند   کردمش انشاد ببانگِ بلند

شه که دُرِ چیدهٔ من دیده تر   مهر بچید از ندمائے دگر

داد باحسان رہے بردرم   جاگی[1] خاص و دو بدره درم

یافتم اندر محلِ اختصاص   مرتبه در سلکِ ندیمانِ خاص

چوں دلم از فیض و کرم شاد کرد   خانهٔ فقرم بزر آباد کرد

گفت که اے ختم سخن پروراں   ق   ریزه خورِ خوانچهٔ تو دیگراں

از دلِ پاکت که هنر پرورست   ۲   همتِ ما را طلبی در سرست

گر تو دریں فن کنی اندیشه چیست   ۳   ور تو شود خاستهٔ من درست

خواسته چندانت رسانم ز گنج   ۴   کز پے خواهش نبری هیچ رنج

من که عطاے شهم این قدر دید   سجده کناں پیش دویدم چو باد

---

[1] جاگی روزینه که آنرا بهندی پنشن گویند ۱۲

چوں کشش سینہ زغایت گزشت | باعث دل ز نہایت گزشت
حالِ خود و نامۂ اُمید وار | باز نمودم بخداوندگار
او خود ازانجا کہ بزرگیش بود | خُردیِ من دید بزرگی نمود
داد اجازت برضاے تمام | تا نہم اندر رہِ مقصود گام
خرج زنم زاں کفِ دریا اثر | گرم رواں کرد دو کشتیِ زر
تا زجہاں بخشِ مفلس پناہ | شکر کناں پاے نہادم براہ
شوق کشاں کرد گریبانِ من | گریہ زدہ دست بدامانِ من
حامل خوں کرد غمِ مادرم | زادِ ہمیں بود براہ اندرم
قطع کناں راہ چو پیکانِ تیز | بلکہ چو تیر آمدہ اندر گریز
یک مہِ کامل بہ کشیدم عناں | راہ چنیں بود و کشش آں چناں
ہمچو مہِ عید خوش و شاد بہر | در مہِ ذی الحجہ رسیدم بشہر
خندہ زناں ہمچو گلِ بوستاں | چشم کشادم برخِ دوستاں
یافتم از لذتِ دیدار کام | وز مئے مقصود شدم سیر جام
مرغِ خزاں دیدہ بہ بُستاں رسید | تشنہ لبے بر چشمۂ حیواں رسید
مردہ دل از حالِ پریشانِ خویش | زندہ شد از دیدنِ خویشانِ خویش
دیدہ نہادم بہزاراں نیاز | بر قدمِ مادرِ آزرم ساز
مادرِ من خستۂ تیمارِ من ق | چوں نظر افگند بدیدارِ من

مہربان

از درش با ہمہ شرمندگی | آمدم اندر وطنِ بندگی
خم شدہ از بارِ کرم گردنم | فرض شدہ خدمت شہ کردنم
گوشہ گرفتم ورقِ دل بدست | عقل سراسیمہ و اندیشہ مست
روے نہاں کردم از ابنائے جنس | نے غلطم بلکہ ہم از جن و انس
آبِ معانی ز دلم زاد زود | و آتشِ طبعم بقلم داد دود
چوں بتوکل شدم اندیشہ سنج | سینۂ خاکیم بروں داد گنج
خامہ بیاراست سخن را جمال | پردہ برانداخت عروسِ خیال
حجلۂ خط را ز سراپردہ یافت | واں ز زبانِ قلمم در شگافت
من زدہ بر عرش ز فکرت علم | محرمِ فکرم شدہ لوح و قلم
خواست مدد خاطرِ اندیشہ زاے | زیں سہ ہنر سنج و معانی فزاے

سخن از وصفِ قلم آنکہ بلوحِ محفوظ
ہست اوّل صفتش ماخلق اللہ بخواں

سوے قلم دست کشیدم نخست | کاوّل از و شد خطِ ہستی درست
راند نخست از پیِ قدرت بروں | کردہ رقم بر ورقِ کاف و نوں
سلسلہ جنباں شدہ در بابِ علم | داشتہ سر بر خطِ اربابِ علم

لہ اشارہ بجانب حدیث اول ما خلق اللہ القلم ۱۲

گفتمش اے تاجورِ جم جناب — بخت ندیدہ چو تو شاہے بخواب
منکہ بوم داعیِ مدحت طراز — تا چو توئی را بمن آید نیاز
چوں تو دہی حاجتِ ہر مفلسے — حاجتِ تو چیست بچوں من کسے
باغ نہ از گل طلبد رنگ و بوے — ابر نہ از قطرہ بود آب جوے
شہ کہ جہاں بندۂ فرمانِ اوست — گر بمثل جاں طلبد زانِ اوست
حاصلم از طبعِ کژ و فکرِ سست — نیست مگر پارسیِ نادرست
گر غرضِ شاہ بر آید بداں — دولتِ من بیشے نماید بداں
بندہ چو بنمود بشاہِ زمن — عذرِ تہی مایگیِ خویشتن
شاہ زباں را بہ سخن برکشاد — قفل ز گنجینۂ گوہر کشاد
گفت چناں بایدم اے سحر سنج — کز پئے من بوے نہ پیچی ز رنج
جسمِ سخن را بہنر جاں دہی — شرحِ ملاقاتِ دو سلطاں دہی
نظم کنی جملہ بسحرِ زباں — قصۂ من با پدرِ مہرباں
تا اگرم ہجر در آرد ز پاے — آیدم از خواندنِ آں دل بجاے
ایں سخنم گفت و بگنجورِ جود — از نظرِ لطف اشارت نمود
برد مرا خازنِ دولت چو باد — مہرِ زر و خلعتِ شاہیم داد
من شدہ مخصوص بجودے چنیں — مایہ بدستم نہ و سودے چنیں
نے قلمم را ز ہنر بہرۂ — نے ورقم را ز گہر چہرۂ

ور بمثل خفت بجاے کہ خواست | خفتہ نخیزد مگر از دستِ راست
ور بصر بر آمدہ چوں مرغِ باغ | نغمۂ بلبل زدہ از نولِ زاغ
قارچکاں گشتہ زمنقارِ او | تا ہمہ قاری شدہ از قارِ او
خواندہ ورا تیرِ سپہر از صواب | نامِ قلم نیزۂ خطّی خطاب
ور زدم این خامہ بسودائے خام | مجمرۂ سوختہ دل را بکام

صفتِ مجمرہ گو گرچہ سیہ دار دل
آں سیاہیِ دلش مایۂ علم ست و بیاں

سوختہ دودِ فراقش قلم | و آبِ حیاتِ ظلماتش ہم
مطبخِ سودا و درون حجرہ وش | روزنش از سوے درون دودکش
ہم ورق از روزنِ او بردہ دود | ہم قلم از مایۂ او کردہ سود
زادہ ہمیں دودۂ او ہر زماں | ہر خلفش بر سرِ خود دودماں
دیگِ خوشِ پختنِ سود و زیاں | خامہ چو کفگیر ہمیشہ براں
خانۂ روئین و ز چوبش ستوں | گشتہ بروں روشن و تار از دروں
دیدہ چنیں نادرہ کس در جہاں | خانہ بجا ماندہ و ستونش رواں
کردہ چہے ژرف بصد نیکوئی | چوں چہ بابل ہمہ پرجادوئی
کس نہ کشد سایہ کہ در چہ نشست | سایۂ ایں چہ بہ کشد ہر کہ ہست

علم جهانش همه حرف اللسان | هیچ خطائیش نه اندر زبان
ورد لبی زاد بمعنی ازو | آن نه نویسنده بود نی ازو
بر ورقِ اهل هنر کرده داغ | روز و شب از خوردنِ دودِ چراغ
در هنر از بس که روان کرد دست | دستگهی یافت بهر کس که هست
راست بهر دستگهی همچو تیر | راستیِ او همه را دستگیر
گفت خبر بر همه از خیر و شر | نامه سیه کرد ولی باخبر
هم زده در خشکی و تری قدم | هم بسیاهی و سپیدی علم
در طلبِ صوف تراشیده سر | گرچه همه جهد کنندش زبر
راکع و ساجد شده در هر مقام | در دلِ شب کرده بیک پا قیام
هیچ نبوده بقیامش قعود | طرفه که در عین قیامش سجود
روزیِ او یک شبه با صد هنر | گر همه سر زیر کند یا زبر
سر زده در رفته درونِ دوات | یافته در ظلمتش آبِ حیات
دودهٔ او قبلهٔ دانندگان | خوانده شده بر همه خوانندگان
آهوی مشکین و سرش باد و شاخ | وز دم او مشک بصحرا فراخ
تیر سپهر دار ازو در خراش | تیغ گهربار ازو در تراش
کرده سر اندر رهِ شمشیر صرف | بلکه ز شمشیر رسیده بحرف
آب سیه خورده چنان گشت مست | کش چو نگیرند بیفتد ز دست

نائے حریر آمدہ اندر نورد　　طرفہ حریرے کہ تواں جز و کرد
آمدہ اجزاش فراہم ز آب　　لیک پراگندگیش ہم ز آب
بسکہ شد از کوششِ بسیار پست　　پشت دوتا گردوش از یک شکست
گہ بود از دستۂ تیغش گزر　　گہ دہد از تیغ بمقراض سر
گہ خلۂ سوزنِ سطر کشد　　گہ کششِ رشتۂ دفتر کشد
گہ ہدفِ تیر شود از ہوس　　الغرض از دوستیِ کلک بس
گہ کند اندر کلہِ شہ نشست　　تار قمے یابد ازاں سرنوشت
بر زدہ از روے سپیدی علم　　لیک سیہ روے شدہ از قلم
نامِ خدا یافتہ بروے گزر　　زانش بہ بو سند و نہندش بسر
عاشقِ خطہاے تر آمد ز اصل　　مے برش گردن و در بند وصل
با خطِ عارض نگزارد وفا　　گرچہ کنی بند ز بندش جدا
ہیچ گہ از حرف نداند گزشت　　حرفِ سواں نہ و نتواند گزشت
حرف بحرف از قلم آرد سخن　　لیک بہ پیچد ہمہ بر خویشتن
ہر کہ گہے قصہ فرو خواندش　　عاقبت الامر بہ پیچاندش
کارکشاے ہمہ ز اسرارِ خویش　　پیچشِ او از خود و از کارِ خویش
قدرِ گراں یافتہ لیکن سبک　　واں سبکے ہم ز مزاجِ تنک

لہ نائے حریر طاقۂ جامہ یعنی تھان،

کرده درد خامهٔ مصری پناه   یوسفِ مصر آمده در قعرِ چاه

کحلهٔ دیدهٔ روشن سواد   میل درد خامه و کحلش مداد

بسکه فزوں یافته زرقِ قلم   آب سیه رانده بفرقِ قلم

شستنِ او با همه دانندگاں   رفتنِ او جانبِ خوانندگاں

هرچه سوادِ ورقِ مشکلش   حل شده چوں آبِ درونِ دلش

در شکم از خشک و ترش مایه بیش   کرده قناعت به تر و خشکِ خویش

بلکه شکم کرده پر از بیش و کم   مانده دهاں باز برائے شکم

گه گهے از زحمتِ مشکی بتاب   دافعِ مشکیش دو سه قطره آب

معتبرِ عالم و جاهل شده   گرچه دروں تار و سیه دل شده

من چو ازیں حقه کشیدم قلم   برزدم از مشک بکاغذ علم

صفتِ کاغذِ سیمیں که پئے دودِ قلم
سیم سوزے شود و نقش برآرد بریاں

کاغذِ شامی نسب و صبح دام   آنکه شد آرائشِ صبحش ز شام

ساده حریرے سوئے اصلش ز خویش[1]   با قصب و خز شده پیوندِ خویش

---

[1] خویش در مصرعهٔ اول بمعنی کتان و در مصرعهٔ ثانی بمعنی قریب و رشته دار ۱۲

ابر گردم چشم راکاں لالۂ رنگینِ من / بیشتر در روزِ باراں مے بسا غوغی کند

ماہِ تنہائی و روزِ ابر بارانی ز اشک / اے خوش آنکس کو خوشی با آں بسر می کند

ابر بر من می بگرید کش حیلے ست و برق / خندہ در دیدہ ہیں کز زیرِ چادر می کند

خلق گوید دردِ خود را گوے تا درماں کنند / من ہماں گویم وے از من کہ باور می کند

شہسوارے ہر زماں کاندر دلم می بگذری / صد غبار از سینۂ خاکیم سر بر می کند

دیدہ کز خاکِ درت سرمہ کند دانی کہ چیست / از غبار انگیزیِ تو خاک بر سر می کند

چشمِ من ہر چند افزوں تر ہمی بارد سرشک / ایں غبارے را کہ من دارم فزوں تر می کند

وقتِ باراں خوش کہ میبارد گہے در خونِ دل / ماجرائے چشمِ خسرو پیشِ دلبر می کند

ذکر باز آمدنِ شاہ بدولت گہ شہر

ہمچو برجیس بقوس و قمر اندر سرطاں

صبحِ دماں چو علمِ آفتاب / کرد بدروازۂ مشرق شتاب

خرگہِ مہ گشت نہاں در پرند / قبۂ خورشید بر آمد بلند

رخش طلب کرد شہِ کامگار / شد بگہِ چاشت بدولت سوار

کرد رواں کوکبۂ فتحیاب / سوئے درِ دولت ازاں فتحباب

باد شد اندر سرِ زرینہ نائے / بادِ رواں گشت سمِ بادپائے

اندر روشِ پیل گراں تا گراں / سر بسر اندام زمیں شد گراں

خامہ کہ صد نامہ پیاپے نوشت ‏ علم جہاں را ہمہ بروے نوشت
آنکہ ہمیں مہرۂ او باگہر ‏ وانکہ کمیں پیچشِ او باشکر
آئینۂ دیدۂ صورت گراں ‏ صورتِ ہر نقش کہ جوئی دراں
من چو بریں آئینہ رو نمائے ‏ مورچۂ ریختم آئینہ زدائے
ہمتِ مردانہ بہ بستم بکار ‏ ریختم از خامہ دُرِ شاہوار
باز نیامد قلم تا سہ ماہ ‏ روز و شب از نقش سپید و سیاہ
تا ز دلِ کم ہنر و طبعِ سست ‏ راست شد ایں چند خطِ نادرست
ساختہ گشت از روشِ خامۂ ‏ از پسِ شش ماہ چنیں نامۂ
در رمضان شد بسعادت تمام ‏ یافت قراں نامۂ سعدین نام
آنچہ بتاریخ ز ہجرت گذشت ‏ بود سنہ ششصد و ہشتاد و ہشت
سالِ من امروز اگر بر رسی ‏ راست بگویم ہمہ شش بود و سی
زیں نمط آراستہ بکرے چو ماہ ‏ باد قبولِ دلِ دانائے شاہ
تا چو شود خاصِ خداوندِ خویش ‏ ایں غزلِ بندہ بخواند بہ پیش

غزل

باز ابرِ تیرہ از ہر سوے سر بر می کند ‏ سبزہ را در ہر چمن بر آب دیگر می کند
گرد بر می آید از عالم کہ از امساکِ ابر ‏ گاہ بخشش عالمے را در زمان تر می کند
سر بہر باغی درون گردند مستان تبرِ‌ش ‏ سروِ من تا در کدامی باغ سر بر می کند

صحنکِ زرّینِ سما شد سفال   گشت گِل آلودہ چو چرخِ کلال

خنگِ سما روے بجولاں نہاد   گرد زمیں بر شد و میدانش داد

مقرعہ بربستہ ہر جا یکے   تازکناں بر سرِ ہر تازکے

شانہ ہیاں کہ بہم سود روے   یافت ہم از سرِ ہر شانہ موے

کوکبہ چوں فلک آراستہ   گردِ ظفر تا بفلک خاستہ

شاہ بدروازۂ دولت شتافت   داد بدروازہ کشادیکہ یافت

توسنِ شہ راز نثار افگناں   گشت مکلّل بجواہر عناں

نعل کہ بنشست بگوہر دروں   گوئی از آہن گہر آمد بروں

چتر کہ در چرخ شد از جاے خویش   چرخ رواں گشت سراپاے خویش

زاں عجبے کو زبرش می گذشت   از عجبِ خویش سرش می گذشت

شد چو عروسے بہ بہاد بہی   جلوہ کناں پیشِ شکوہِ شہی

گوش خبر کرد بگوش از خروش   وز خبرش بے خبری یافت گوش

بانگِ دہل خاست گراں تا گراں   تعبیہ شد کاسۂ گردوں دراں

نغمۂ مطرب ز گلوگاہِ ساز   گوشِ نیوشندہ ہمی کرد باز

زہرہ دراں انجمنِ اختراں   رام شدہ از دمِ رامشگراں

ماہ وشاں چرخ زن و پاے کوب   گشتہ ہوا از رہِ شاں خاکروب

شمع شکردشس بزباں آوری   سوختہ جانہا بحرارت گری

بسکہ شد آوازِ جرس چند میل — ہر طرفے گشت گران گوشِ پیل

بسکہ علم ہائے سیہ شد بماہ — ماہ نہاں گشت در ابرِ سیاہ

یافت ازاں رایتِ شبرنگ داغ — شد پرِ طوطیِ فلک پرِ زاغ

صفِ سیاہ از علمِ سرخ و زرد — نسخۂ دیباچۂ نوروز کرد

از علمِ لعل کہ بر چرخ سود — طاسکِ خورشید پر از خوں نمود

نوکِ سناں کرد ببالا گذر — گشت کبوتر بہوا بیخ پر

در تہِ پرچم کہ سناں گشت گم — نیزہ شد از نوکِ سناں گاوُدم

گردِ سناں گاوِ فلک را زبوں — شد ز دمِ گاو ہوا گاو گوں

شہ بتہِ چترِ سیہ مے چمید — اوّلِ شب صبحِ دوم مید مید

بود دراں دائرۂ شام گوں — مردمِ دیدہ بسیاہی درول

تیغ بہ پیرامنِ چترش قطار — ابر یکے قطرۂ آبش ہزار

بود بیک جائے صفِ تیغ و تیر — ہمچو نیستاں بلبِ آبگیر

بانگِ روا رو کہ برآمد بلند — غلغلہ در گنبدِ گردوں فگند

پرہ زدہ تیغ زناں سر بسر — پرۂ شاں گشت کلیدِ ظفر

زاں ہمہ لشکر کہ زمیں می نوشت — کرۂ گل مرکبِ زیں پشت گشت

شد زمیں از لعلِ منقش و نگار — چوں شکمِ ماہی و اندامِ مار

گرد کہ بر شد ز زمیں ہر زماں — کاسۂ گل شد طبقِ آسماں

ره ده اے دیده و خارِ مژه را گیوں کن | که خرامان و خوش آن سروِ روان باز آمد
جان که بگریخته بود از غمِ هجران بعدم | خبرِ آمدنش آمد و آن باز آمد
جانِ من چشمم ازاں گه که بروے تو فتاد | جز تو در هرچه تواں دید ازاں باز آمد
ظن نبود این که ز خوبان دلِ من باز آید | تا ترا دید نگه کن که چساں باز آمد
باز ناید دلِ من گرچه بکویت صد بار | شادماں رفت و بفریاد و فغاں باز آمد
چوں بکوے تو روم خلق بر آرد فریاد | کاینک آں عاشقِ بیچاره بجاں باز آمد
هرکسم گوید باز آئی از و تا برهی | گر دل این ست که دارم نتواں باز آمد
بندهٔ خسرو ز تو دیده بپوشید و برفت | چوں میسر نشدش دیده کناں باز آمد

سخن از ختمِ کتاب و بخطا خواهشِ عذر
که بجویند خطا را بدرستی برهاں

من که دریں آئینهٔ پر خیال | بکرِ سخن را بنمودم جمال
کس چه شناسد که چه خوں خورده ام | کیں گہر از حقّه بر آورده ام
ساخته ام ایں همه لعل و گہر | از خوے پیشانی و خونِ جگر
تا نہم از فکرتِ پنہانیش | گه بجگر گاه به پیشانیش
هر گہرے بیتے و کانے درو | هر ورقے ملکِ جہانے درو
در تهِ حرفش همه باریکی ست | آبِ خضر در دلِ تاریکی ست

ملک بیا کو فتنِ بو العجب | پا بزمین شان نہ رسید از طرب
پیکرِ شاں طرہ چو بالا فشاند | صورتِ قبہ تحیر بماند
گرچہ کہ صورت نزند چشم لیک | چشم زد از دیدنِ روئے نیک
شاہ نبظارۂ آں کارگاہ | نرم تریں راند فرس را براہ
نرم ہمی راند و عناں می کشید | تا بشرف خانۂ دولت رسید
از سمِ اسپش فلک آوازہ یافت | خانۂ دولت شرفِ تازہ یافت
رفت چو در بارگہ از بارگی | بندہ شدش بخت بیکبارگی
بسکہ فشاندند زہر سو نثار | فرشِ زمیں شد ز درِ شاہوار
خاک نہاں گشت بدر ثمین | کس نتوانست کہ بوسد زمیں
بزم بیاراست شہِ بزم ساز | بست زمیں را بجواہر طراز
جشنِ فریدوں طرب گاہِ جم | تازہ شد از مجلسِ شاہِ عجم
از دلِ خواہندہ بتاراج گنج | خواستہ می داد و ہمی برد رنج
از شب تا روز سحر تا بشام | بزم نہ گشتش تہی از رود و جام
باد مدامش بطرب دستگاہ | رود زنش زہرہ و ساقیش ماہ
مطرب او را بنوائے سرود | ایں غزل از آبِ رواں تر برود

غزل

عمر گذشتہ مرا باز کہ جاں باز آمد | وز پسِ عمرِ من آں جانِ جہاں باز آمد

گشت ضرورت که گزارش بعقد　　بستم و دادم بامینانِ نقد

تا چو درین نگری اے ہوشمند　　بیش و کمش باز شناسی که چند

بیزش این حرف کن از فکرِ تیز　　خوان تو قران نامهٔ سعدین نیز

در ز جمل باز کشائی شمار　　نهصد و چار و چهل و سه هزار

خواهمش از خامه زبانِ گزین　　آنکه نه گردد رقمے کم ازین

زانکه خراشیدهٔ مردم بود　　آه کسے کش غلطے کم بود

اینت مبارک غلطے نامه را　　دوده ازین به نبود خامه را

خامهٔ من گرچه تراش افگن ست　　ز و چه گهرها که تراشِ من ست

زاغ زبانی[1] که بفرِ همائے　　کبکِ دوان را بزند زاغ پائے

هم ز نیِ خشک نباتم دهد　　هم ز سواد آبِ حیاتم دهد

هر سخنے کز قلمش یافت داغ　　طعمهٔ طوطی ست بمنقارِ زاغ

زین همه سودا که فرو ریختم　　چیست ز معنی که نه انگیختم

چند گهم بود بدل کین خیال　　تازه کنم هر صفتے را جمال

بود در اندیشهٔ من چند گاه　　کز دلِ دانندهٔ حکمت پناه

چند صفت گویم و آبش دهم　　مجمعِ اوصاف خطابش دهم

باز نمایم صفتِ هر چه هست　　شرح دهم معرفتِ هر چه هست

---

[1] زاغ زبان کنایه از قلم سیاهی زده ۱۲

حرفِ نفیسش معنیِ خورشید تاب — رہت چو اندر دلِ شب ماہتاب

شبِ تیرہ را مہرِ منور مدام — مورچہ را ملکِ سلیماں بکام

گنجِ گہر در شبہ داشتہ — شب ز کواکب علم افراختہ

ہر حبشی پیکرے رومی جمال — رومِ سخن را ز حبش داد خال

ہر خطِ توحید بریں لوحِ راز — ہمچو بلالے ست بہ بانگِ نماز

ہر رقمِ نعت رموزش عجیب — چوں شبِ معراج پر انوارِ غیب

نقطۂ ہر حرف بزیبِ تریں — مردمکِ چشمِ معانی یقیں

ذوقِ خیالات ز مستی پُر — داروے جرّاح[1] دوم بخیہ بر

ہر غزلے دشنۂ[2] عشاق کُش — ریش کہ بکشند ز دروں پردہ کش

اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع — بلکہ گزشتہ ز سمٰوات سبع

دید چو ایں مثنویِ بیش را — تیرِ قلم کرد سرِ خویش را

ہر یک ازیں بیت کہ جنت وش ست — شد خوشیِ دل کہ چو جنت خوش ست

چوں سرِ خامہ بسرش خم کنند — حیف بود زو کہ یکے کم کنند

من چو نگردم عددش از نخست — کم شد و سرمایہ نماندش درست

---

[1] یعنی ذوقِ خیالات من از مستی بسیار مانند داروے بیہوشی جراح ست کہ بوقت دوختن زخم بمریض دہد و افسوں طرازان ست کہ بوقت بریدن جیب دمند ۱۲

[2] یعنی ہر غزلِ من دشنۂ عشاق کش ست و برے آنکس کہ پردہ از دل بردارد یعنی ہوشیار و صاحبِ فیض باشد ۱۲ حش

نز پے آں شد قلم سحر سنج[1] — کز پے ایں مار نشینم بہ گنج

سنگ نہادم ز سخن گنجِ پاک — گنجِ زر اندر نظرم چیست خاک

گر دہدم تاجورِ سر بلند — دُر نتواں باز بدریا فگند

ور ندہد زانِ خودم رائگاں — رنجہ نگردم چو تہی مایگاں

یک جو ازیں فن چو بداماں نہم — وہ کنم آں را و بصد تن دہم

شیرم و رنج از پے یاراں برم — نے چو سگِ خانہ کہ تنہا خورم

ہرچہ کہ پنہاں کنی از محرماں — سنگ ہماں باشد و گوہر ہماں

مار کہ گنجش بود اندر مغاک — حاصلِ او چیست ازاں گنج خاک

زیں ہمہ شربت نہ بداں کردہ ام — کآب نہ دریائے کرم خوردہ ام

ہر ہمہ دانند کہ چندیں گہر — کس نہ فشاند بدو سہ بدرہ زر

ور دہدم گنجِ فریدون و جم — ہدیۂ یک حرف بود بلکہ کم

کامم ازیں نامۂ عنواں کشائے — نامِ بلندست کہ ماند بجائے

کانچہ دریں ہست چو بیند کسے — یاد کند از منِ مسکیں بسے

ہر صفتے را کہ برانگیختم — شعبدۂ تازہ درو ریختم

مور شدم بر شکرِ خویش و بس — ور نزدم دست بحلوائے کس

گرچہ دُرِ چیدہ بسے دیدہ ام — مہرۂ نچیں کز گہرے چیدہ ام

---

[1] یعنی ایں کار (شاعری) از برائے طمع نہ کردہ ام کہ مثلِ مار بر گنج نشینم ۱۲

بفگنم از جیب گہرہا بہ پیش   تاج خودش سازم و دامانِ خویش
طرزِ سخن را روشِ نو دہم   سکّہ این ملک بجنجر دہم
نو کنم اندازۂ رسمِ کہن   پس روی پیش روانِ سخن
در نگرم تا چہ دُر افشاندہ ام   تا بچہ ترتیب سخن راندہ ام
آنکہ بہ بینم بہ ہنر بیشتر   کوشش آن راہ کنم بیشتر
انچہ ہنر ہست بگیرم نکو   وانچہ جز این ست نگیرم ازو
کحلِ بصر نو کشم از ہر مداد   نورِ بصر نو کنم از ہر سواد
اوّل ازانجا کہ برانگیزمش   برکشم آنگاہ فرو ریزمش
سکّہ خود زین منِ اندیشہ رای   تا نہ نشانم نہ نشینم ز پای
انچہ ز سر جوشِ دلِ نقشبند   معنیِ نو بود و خیالِ بلند
موی بمویش بہ ہنر بیختم   پختہ و سنجیدہ در و ریختم
وصف ہنر زان کہ نہ شد از دل برون   کان دگری را بدل آید کہ چون
زین پس اگر عمر بود چند گاہ   کم ہوس آید بہ سفید و سیاہ
رنگِ نی یادت ندہم خامہ را   سادہ ترین نقش کنم نامہ را
کانچہ ہمی شد بدلم خار خار   یافت دران گلشنِ رنگین نگار
گرچہ شہ از مہرِ چنین نامۂ   داد مرا گرمیِ ہنگامۂ
گرد نکوئی کہ نکوئی کنند   ہرچہ منی انچہ تو گوئی کنند

کے شود این مایہ از آنِ کسے | گنج نہ گنجد بدہانِ کسے

در خورِ ہر لب نبود این زلال | کیست کہ اینجا برساند خیال

جلوہ گرِ من کہ رخ آراستہ است | جلوہ کناں پیش تو برخاستہ است

در نگر از مقنعہ تا دامنش | عارِ تنے نیست بہ پیراہنش

زیورِ نو کردہ نگارِ چنین | نغز بود دیدنِ یارِ چنین

لیک بہ نظارہ گہِ زلف و خال | ہدیۂ او شرط بود در جمال

پیشِ نکو نیک مگو بد ز پس | ہدیۂ این روئے ہمین است و بس

در چہ ترا گفتنِ بد فن بود | آن بدِ تو نیکوئیِ من بود

آنکہ بہ نقصانِ خیالِ من اند | جملہ گواہانِ کمالِ من اند

بر ہنر آید ہمہ را گفت و بس | بے ہنران را نہ کند یاد کس

در سخن افتند ہمہ را پیچ پیچ | چون سخنے نیست چہ گویند ہیچ

چون عملے لازمِ صورت بود | نیک و بدِ خلق ضرورت بود

آنکہ ورا در سخن آوازہ بیش | زخم زناں بر وے از اندازہ بیش

ہر گل و خارے کہ رسد زیں خزاں | نے خوش ازاں گردم و نے رنجہ زاں

ہر چہ ستایش کنندم مردِ ہوش | گرچہ بود راست نیارم بگوش

زانکہ چو زیں فن بغرور اوفتم | ترسم ازیں مرتبہ دور اوفتم

چرب زبانی نہ بود سودمند | طفل بود کش بفریبی بقند

نیست نرگس لولوی لالای من — ژرف بین در تهِ دریای من

نکتهٔ من گوهرِ کانِ من است — ز آن کسے نیست ز آنِ من است

دزد بندام خانه بُرد دیگرے — خانه کشاده ز درِ دیگرے

مایهٔ هر دزد که در عالم است — گرچه فزون است بقیمت کم است

هر چه که از دل درِ مکنون کشم — زهرهٔ آن نیست که بیرون کشم

زانکه نگه می کنم از هر کران — ایمنیم نیست ز غارتگران

قلب زنے چند بهر گوشه هست — کز زرِ من پاره دهندم بدست

نقب زده گنجِ نهانِ مرا — مرغ شده ریزهٔ خوانِ مرا

دزدِ متاعِ من و با من بجوش — شاں بزباں آوری و من خموش

خانهٔ فکرم همه روزن کنند — جستنِ احسنت هم از من کنند

نقدِ مرا پیشِ من آرند راست — من کنم احسنت کز آنِ شماست

شرم ندارند و بخوانند گرم — با من و من هیچ نگویم ز شرم

طرفه که شان دزد و من از شرم پاک — صاحبِ کالا من و من شرمناک

باز کشایند خیالے که هست — در چه کشایند ندانند بست

پرفنِ شاں گرچه روائی دهد — سستی هر بیت گوائی دهد

آنکه دریں گنجِ نهاں جوهری است — باز شناسد که گهر زانِ کیست

دُر که فتد ز افسرِ شاهِ جهاں — سفله اگر یافت نماند نهاں

من بدِ کس ناورم اندر زباں ۔۔۔ وانچہ بود راست ندارم نہاں

چونکہ جہاں پر ز خسیست و خس ۔۔۔ روے نمی تابدم از ہیچکس

گرمیِ دل نیست چو حاصل مرا ۔۔۔ سرد شد از آبِ سخن دل مرا

تا کے ازیں شیوہ بہ تنگی شوم ۔۔۔ بے غرض آماجِ خدنگی شوم

نام گدائے کنم اسکندرے ۔۔۔ خلعتِ عیسیٰ فگنم بر خرے

محتشمانند دریں روزگار ۔۔۔ مس بزر اندودہ ناقص عیار

کور دل از دولتِ کوتہ نظر ۔۔۔ دولتِ شاں از دلِ شاں کور تر

گوش گرانی ہمہ ناموس جوے ۔۔۔ سفلہ وش و دوں صفت و تنگ خوے

لازمِ شاں گشت ز نقصانِ ہوش ۔۔۔ کوتہیِ چشم و درازیِ گوش[1]

حاتم و رستم شدہ در جلے لاف ۔۔۔ چوں زنِ حائض کہ بود در مصاف

بے گہرے نام فروشی کنند ۔۔۔ بے گہرے مرتبہ کوشی کنند

خوردہ بدرویش نیارند پیش ۔۔۔ پیش[2] رسانند بدانجا کہ بیش

شاخ[3] گلے تحفہ مر اورا کنند ۔۔۔ کز پئے باغیش تقاضا کنند

گر گہے باشند و شاں خوان نشیں ۔۔۔ سرکہ دہند و طلبند انگبیں

---

[1] یعنی ہر چہ کسے گوید مے شنوند و از کوتاہ چشمی خود امتیازِ حق و باطل ندارند ۱۲

[2] یعنی مسرف حق بحقدار نمی رسانند و بغیر مستحقاں مے دہند ۱۲

[3] یعنی شاخ گل پیش کسے تحفہ برند و بعوض آں باغ خواہند ۱۲

آنکه شناسندهٔ این گوہرست — گرہمہ نفرین کندم درخورست
وآنکہ بہ تقلید نشست اندریں — نشنوم ار خود کندم آفریں
مردم دانا کہ بود نیک خوے — نیک شنو گفتِ بد از وے مجوے
وآنکہ بہ بدگفت گرفت ست خو — نیک نگوید کہ نیاید ازو
بد نتواں گفت نکورا چو نیست — یا بدویا نیک بردل از دو نیست
ہست اگر کس کہ نکو نیتش — نیک نگویند چو بدگوئیش
ورز بدی خال بود بر خدش — خود نتواند کہ بپوشد بدش
گیر کہ پوشی ہمہ عیبش بہ زور — چند تواں داشت نہاں چشم کور
باز کسے را کہ حسد رہ زند — زخمہ دریں رہ نہ یکے دہ زند
گر متبل صد ہنر آرم زغیب — ہیچ نگاہے نکند جز بہ عیب
از ہنرِ خود ہمہ کس دم زند — آنکہ کم ست او ہمہ را کم زند
جوہرِ ہر مرد کہ در عالم ست — کم زنِ او از زنِ حائض[1] کم ست
کم نہ زند مرد کسے را ولیک — بد ہمہ جا بد بود و نیک نیک
صد سخنِ راست نہ گیرد بہ ہیچ — یک رقم کژ کند انگشت پیچ
گر بہ ازیں نیست گہر سفتنش — عیب بود عیبِ کساں گفتنش
ورکم ازیں ہا بہ رسیدش زغیب — طفلِ رہ ماست زطفلاں چہ عیب

---

[1] زن حائض حیض خودرا می پوشد ۱۲

پشت بخویم بزن تا بے زکس   چوں بخداوند کنم رُوے و بس

تا بطمع بر درِ ہر کم زنے   ننگِ خسیساں نہ کشد چوں منے

خسروِ من بگزر ازیں گفتگوے   نیکی خویش و بدِ غیرے مگوے

چشمِ تو از عیبِ تو دیدن تہی ست   از دگرے پرس کہ عیبِ تو چیست

چشم بخود باز مکن چوں خساں   بیں سوے خود لیک بچشمِ کساں

چیست نظر سوے خود اندختن   صورتِ خود قبلۂ خود ساختن

زیں دو سہ اوراقِ مزخرف نورد   چند تواں نازشِ بیہودہ کرد

تا کے ازیں مایۂ بے مایگاں   بانگ برآری چو فرومایگاں

چوں جرسِ چند فغانِ تہی   خشک نے بانی و میانِ تہی

کام جلاجل[1] کہ بداں تنگی ست   بانگِ نفیرش ز سبک سنگی ست

زورِ جوانی برہ آورد پاے   ور تو نرفت ایں فنِ اندیشہ زاے

نامۂ ہستی بسوادے گزشت   عمر بہ بیہودنِ بادے گزشت

شد ہمہ عمرت بشمارِ چنیں   وہ کہ چنیں عمرے و کارِ چنیں

ہر چہ دریں تختہ قلم نقش بست   زاں ہمہ جز باد نیامد بدست

سوخت قلم زیں رقمِ[2] دود دوام   پختہ[3] شدی در پے سوداے خام

---

[1] مراد از جلاجل زنگولہ ہاست کہ در گردنِ چوپایاں اندازند و دہنِ شاں تنگ باشد۔

[2] دود دوام سیہ فام۔   [3] پختہ شدی یعنے پیر شدی۔

بیش ستانند و دہند اندکے | تا نہی دہ۔ ندہندت یکے
گر بستانند مثل بر گدائے | یک ندے دہ طلبند از خدائے

صفتِ خاتمہ و قطعِ تعلق کردن
از پئے اخترۂ صحبتِ اربابِ جہاں

بر در سرمایۂ خود مد خلے | بدرۂ دینار بصاحبدلے
گفت کہ بپذیر و عطائے بکن | تا شودم بیش دعائے بکن
پیر بگفتش کہ چو ہیئت ہوا[1] ست | انچہ کہ کم میکنی از خود خطاست
گفت بدو منعم سود آزمائے | کانچہ دہم سود بجویم بجائے
مرد بپذیرید و بنجواب و خورد | ق بدرہ بدو داد کہ اے نیک مرد
باز بپذیر این زچو من مفلسے | زانکہ تو مفلس تری از من بسے
چون ہمہ میلِ تو بہ بیشی درست | این کم تو ہم بتو اولیٰ ترست
آنکہ ندارد صفتِ مردمی | نیست برِ آدمیاں آدمی
خاصہ کسانیکہ بہمت کم اند | ظن نبرم کز نسبِ آدم اند
این سخن چند کہ بنجواست ست | شاعری نیست ہمہ راست ست
گرچہ چنیں راست نباید نغفت | راست بسے ہست کہ نتوانش گفت
لیک بخواہش چو مرا نیست راہ | ق جز بخدا یا بدرِ بادشاہ
ہرچہ بگفتم ز کسم باک نیست | زہر نخوردم غمِ تریاک نیست
نیت آں دارم ازیں بیش راہ | کز درِ شہ نیز شوم بے نیاز

---

[1] ہوا یعنی خواہش۔ مراد ہماں بدرۂ دینار ۱۲

چوں نگری حاصلِ چندیں گزند	بیہدہ باشد و ناسود مند
ایں قدر اندیشۂ خاطر ز دلے	گر شودت صرف بیادِ خدا
گرچہ نہ در عالمِ راز ت برد	بارے ازیں بیہدہ بازت خرد
جان و دلِ غائب تو از حضور	دور نباشد کہ نباشند دور
کیست کہ آنجا شد و کارے نیافت	کیست کہ آں در زد و بارے نیافت
صدق دریں مرحلہ یارِ قوی ست	مگذر ازیں کار کہ کارِ قوی ست
ہست چو در سکۂ پیریت روے	ترکِ ہوسہاے جواناں بگوے
شعر چو بادست نہ بادِ بہار	بادِ خزانے کہ بر آرد غبار
کم کن ازاں باد کہ گرد آورد	و آخر کارت دمِ سرد آورد
پیشۂ خموشی کن و دمساز شو	بلبلِ باغ آمدۂ باز شو
ور ہوسِ مثنویت در دل ست	حل کنم ایں بر تو کہ بس مشکل ست
در روشے کز تو نیاید مرو	گفتِ بدم مشنو و نیکو شنو
نظمِ نظامی بہ لطافت چو در	وز درِ او سر بسر آفاق پر
پس چو تو کم مایۂ بسیار لاف	در شمری مہرۂ خویش از گزاف
چیست دراں کم کہ بجوئیش باز	تا چہ نہ گفت ست کہ گوئیش باز
پختہ از و شد چو معانی تمام	خام بود پختنِ سوداے خام

لہ باز بمعنی شہباز کہ خاموش می باشد ۱۲

سر بہی باز نبردی دریغ ‌ ‌ ‌ راہ بجائے نہ سپردی دریغ

زانچہ بگفتی بخطا و صواب ‌ ‌ ‌ چونت بپرسند چہ گوئی جواب

از پئے نامے کہ مبادش امید ‌ ‌ ‌ نامہ سیہ کردی و دیدہ سپید

گرچہ شد آوازہ بچرخ کبود ‌ ‌ ‌ چوں تو نشدی نام بلندت چہ سود

صورِ قیامت کہ برآید بلند ‌ ‌ ‌ نامِ بلندت نہ بود سود مند

ایں رقم امروز کہ سودائے تست ‌ ‌ ‌ سلسلۂ گردنِ فردائے تست

چند پوئی در پئے ایں ترہات ‌ ‌ ‌ چند بغفلت گزرانی حیات

گیر کہ نظمت سخن از دُر کند ‌ ‌ ‌ پس بدروغے چہ تفاخر کند

یک ہنر اندر دلت آرد فروغ ‌ ‌ ‌ راست بگویم کہ نگوئی دروغ

حاصلِ تزویر کم و کاستیست ‌ ‌ ‌ رستنِ مرد از سبب راستیست

راستی آور کہ دروغت بس است ‌ ‌ ‌ ہر کہ چنین ست چگوئی کسے ست

تا بود اندر فنِ شعرت ہوس ‌ ‌ ‌ جز بدروغت نبرد نام کس

پائے ازیں دائرہ یک سوے نہ ‌ ‌ ‌ پشت بدو کن بخدا روے نہ

ہیچ خبر داری از اندیشۂ ۱۸۱ ‌ ‌ ‌ کآوردت باز بہر پیشۂ

ہیچ نگوئی بکس از ہمہاں ‌ ‌ ‌ ہیچ نگنجد بدلت جز ہماں

وز ہمہ جا دل بگراں داشتہ ‌ ‌ ‌ ہمتِ دل جملہ بر آں داشتہ

بس کہ دلت گردد از اندیشہ خوں ‌ ‌ ‌ تا سخنے را ز دل آری بروں

در هوست می نه گزارد عنان ق می گسلدت دل به خیالِ جهان

کوشش آں کن که دریں راهِ تنگ زاں گلِ تر بوئے دہندت بہ رنگ

از پے بخشش بخدا آرزوے یک عنایت ز بزرگاں بجوے

رنج منه بر دلِ گویاے خویش یک مدد جوئی ز گویاے خویش

سوزِ سخن را نه بخامی طلب پختگیش هم ز نظامی طلب

سوزِ تکلف خس و خاکستر ست چاشنیِ سوختگاں دیگر ست

لیک اگر پندِ من آری بگوش مصلحت آنست که باشی خموش

چل شد و در پنجہت آمد شکست بیش مبیں بیش که افتی ز شست

نوبتِ توبه ست گرانی مکن روے به پیری ست جوانی مکن

در عزلت یادِ جوانی دهد ق وز خوشیِ طبع نشانی دهد

تن زن ازاں هم که کساں گفته اند هر چه تو گوئی به ازاں گفته اند

نوبتِ سعدی که مبادا کہن شرم نداری که بگوئی سخن

ترکِ هوس گیر و رہے پیش گیر رہ بسوئے مصلحتِ خویش گیر

آں کن و آں ساز کزیں کوتہگاه چوں بروی توشه بجوئی براه

تا که بعزلت[1] نه نشانند خیز بیشتر از مرگ بعزلت گریز

چند کنی خواب دریں رہگذر خوابگہت ہست بجائے دگر

---

[1] عزلت اول قبر و عزلت دوم گوشه نشینی و ترک دنیا ۱۲

زیں دو خیالی کہ ترا گژ فژ[1] است | جستنِ آں مایہ خیالِ گژست
بگزر ازیں خانہ کہ جائے تو نیست | ویں رہِ باریک بپائے تو نیست
کالبدے داری و جاں اندر وست | ہرچہ تو دانی بہ ازاں اندر وست
تا بود ایں سکّہ[2] بعالم درست | برتنِ تو کے بود ایں تنگ چست
بہ کہ دریں جنبشِ طبع آزمائے | سر ننہی اوّل و انگاہ پائے
گفتۂ او را شنو و گوش باش | گفتِ مرا بشنو و خاموش باش
سحر ورانے کہ در و دیدہ اند | خامشیِ خویش پسندیدہ اند
مثنوی او رہست ثنائے بگوے | بشنوش از دور و دعائے بگوے
ایں ہمہ ز انصاف نگر زور نیست | گر تو نہ بینی دگرے کور نیست
گر نہ بدی ایں نمطِ جاں نواز | بو کہ دلم را بتو بودی نیاز
لیک چو سرہا ہمہ زاں بو خوش است | عودِ[3] تو آں جا علفِ آتش است
تا بود آوازۂ قمری بباغ | کس ندہد گوش بآوازِ زاغ
آنکہ چشیدہ است مئے خوشگوار | دُرد کشد دردِ سر آرد خمار

---

[1] گژ فژ: کج مج یعنی بیہودہ ۱۲

[2] ایں سکہ: اے مثنوی نظامی ۱۲

[3] حضرت امیر خسرو دریں اشعار فروتنی مے کنند کہ در مقابلۂ مثنوی نظامی مثنوی تو چہ چیز است ۱۲

هرچه رسد بیش خورد کم مخور　　ور نرسد هم بر سد غم مخور
وانچه به قسمت بد ازل زان تست　　رنجه مکن دل که بدامانِ تست
وانچه قضا نیست بدان یافتن　　گرچه بجوئی نتوان یافتن
ورچه بگردی همه بالا و پست　　روزی از آن بیش نیابی که هست
هرچه بجوئی و نیابی مرنج　　زانکه بخواهش نتوان یافت گنج
چند چو مورانِ سراسیمه گرد　　کم خوری و بیش نهی بهر خورد
عاقبت آن مور بهر خانهٔ　　جان دهد اندر طلب دانهٔ
گرچه که زر جانست مجوش بسے　　ور همه عمرست مخواه از کسے
جوهر هر چیز که زیبنده تر　　نیست تر از زر هیچ فریبنده تر
جان که همه در پےِ این خاک رفت　　پاکیِ آن کس که ازین پاک رفت
طفل شود فتنه برین خاک زرد　　مردیِ آن کس که غرورش نخورد
این گلِ رنگین که فریبِ دلست　　هرکه فریبش نخورد عاقلست
عقل کسے رست که گردش گذشت　　آخر از آن کونه که آمد گذشت
تا عدمے میرسدت زین خراس　　دل مشکن از پےِ گندم در آس
قرص جو آن کس که بدندان کند　　مرد نه آن کز پےِ زر جان کند
آنکه نمکپیش قناعت ورست　　قرصِ جو از قرصِ زرش بهترست
کان بغذا لذتِ کامش دهد　　وین بطمع تختِ تمامش دهد

یک نفسے زیرِ زمیں دار ہوش — بنگر و پوشیدہ بر خود مپوش

مرحمتے نیست جہاں را چناں — کامدہ را تافت ز رفتن عناں

ناگہ ازیں خانہ سفر کردنی ست — شربتے از جامِ اجل خوردنی ست

گرچہ کسے زندہ نماند بسے — زندۂ جاوید بماند کسے

خاک بسے خورد تنِ پاک را — سیر نگردیست کسے خاک را

جاں نشتاب و دل اسیرِ ہوس — غفلت ازیں بیش نگردیست کس

عمر چنیں آدمیِ بے خبر — باد بسر کردہ کہ خاکش بسر

ایں ہمہ بیداریِ ما خفتن ست — کامدنِ ما زپے رفتن ست

رفتنیانیم ازیں راہِ دور — در چہ ظلمت نہ بصحراے نور

گنبدِ گردندہ وفا کے کند — وائے بر وکیں طمع از وے کند

زیں گذرِ راہ رواں بر گذر — چوں گذر زندہ است رواں بر گذر (جاں ۱۲)

ایں طبقِ گل کہ وفا زو کم ست — کاسۂ خوانش ز سرِ مردم ست

بے نمک ست ایں فلکِ کاسہ وش — از نمکِ او چہ کنی کام خوش

ناں دہدت لیک بخونِ جگر — تو ہم ازو ترک کن و انگہ بخور

گر بودت خوش خور و بدخو مباش — ور نبود رنجہ مشو گو مباش

تنگ مباش از پےِ عیشِ فراخ — کاں بری از بلغ کہ فیروز شاخ

له اے غرور در سر پیدا نمودہ۔ خاک بر سرش باد ۱۲

گوشه نشینی تا بخیالت بوند ‏ ‏ ‏ هر همه محتاج جمالت بوند

راه طلب در روشِ بیگمان ‏ ‏ ‏ تا رہی از کن مکنِ مردمان

بوم بویرانہ ازاں شد زباغ ‏ ‏ ‏ تا نہ کشد رنجِ لگدکوبِ زاغ

دُر کہ نہاں در صدفِ آبی ست ‏ ‏ ‏ بیش بہا از پئے کم یابی ست

گل کہ بقدرش ہمہ عالم بہاست ‏ ‏ ‏ در ہمہ جا رویدازاں کم بہاست

چند چو بیچارہ تو بر ہر کسے ‏ ‏ ‏ زود کنی روے زبہر خسے

بازِ سپیدی بہوا کن نگاہ ‏ ‏ ‏ زاغ نہ جیفہ بگرگس گذار

چوں بریدی طمع از ناکساں ‏ ‏ ‏ صرف مکن گوہرِ خود باخساں

مردمی نیست چو در چشمِ کس ‏ ‏ ‏ چشم نگہدار ز آسیبِ خس

گل بچراگاہِ ستوراں مبر ‏ ‏ ‏ آئینہ در مجلسِ کوراں مبر

لیک ازاں جا کہ طمع خوے تست ‏ ‏ ‏ ملکِ قناعت نہ بازوے تست

از تنِ کاہل نتواں شست داغ ‏ ‏ ‏ پرِ حواصل نشود پرِ زاغ

بیہدہ با تو جدلے می کنم ‏ ‏ ‏ در نہ گشائی تو دلے می زنم

ہرچہ دمیدم تو دودے نداشت ‏ ‏ ‏ پند بدادم و سودے نداشت

چوں تو چنیں غافلے از کارِ خویش ‏ ‏ ‏ من بروم بر سرِ گفتارِ خویش

ق

ایں سخن چند کہ از بہرِ سمع ‏ ‏ ‏ طبعِ پراگندۂ من کرد جمع

فکر بے داد جگر کاہیم ‏ ‏ ‏ عمر بے رفت بہ گمراہیم

مرد ره از خود خورش او جو است ‏ ‏ گر زرش از ره نبرد رهروست

مور که بر سقف رود بی‌قیاس ‏ ‏ پاش بلغزد چو در افتد بطاس

مال چه جوئی حشمے نیستش ‏ ‏ بهره فزون از شکمے نیستش

ترکِ طمع گیر ز خود شرم دار ‏ ‏ تا نشوی چون خجلان شرمسار

دست مکن گنجه که روزی به است ‏ ‏ روزی از و خواه که روزی ده است

گر نه زآنی که درین تنگنائے ‏ ‏ نان ز ملک مطلبی نه از خدائے

گر بودت صدق که روزی ده اوست ‏ ‏ منتِ دشمن نه کشی پیشِ دوست

غره به نزدیکیِ سلطان مشو ‏ ‏ بلبلِ باغی مگس خوان مشو

هست وے از خرمنِ هستی خسے ‏ ‏ تا تو چه باشی که کمی زو بسے

گرچه پرد بلبلِ بستان بلند ‏ ‏ بازیِ طفلان شود از بهرِ قند

چند کشی پیشِ ملک دست بیش ‏ ‏ تات زکوتے دهد از ملکِ خویش

گریه کنی هرچه بضاعت کنی ‏ ‏ ملک تو داری چو قناعت کنی

تشنه بمیر آب ز دونان مخواه ‏ ‏ خون خور و از خواجه‌شان نان مخواه

دل بقناعت نه و خورسند باش ‏ ‏ مملکت این ست خداوند باش

خور کن و آشام بخونابِ خویش ‏ ‏ از پئے نانے چه بری آبِ خویش

دل ز وفا جوئی دونان بکش ‏ ‏ خور ز علف گاهِ خر و نان بکش

اهل مجو گرد جهان زانکه نیست ‏ ‏ ترکِ جهان گیر و جهان دان که نیست

چون نہ تو شد این ہمہ ناچیز چیز — ہم تو کنی در دلِ خلقے عزیز

عیب شناساں بہ کمینِ من اند — بے ہنراں جملہ بہ کینِ من اند

تو بکرم عیبِ من عیب کوش — در نظرِ عیب شناساں بپوش

سرمۂ انصاف بہر چشم سائے — بکرمِ من آنگاہ بر ایشاں نمائے

داغِ قبولی بکش اندر سرش — تا نکند بادِ خزاں ابترش

بو کہ برآرد بہ چنیں نامہ نام — بر درِ شہ خدمتِ من والسلام

در نظرِ شاہ مبادا کہن — این غزلم ختم بریں شد سخن

غزل

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می برد — پیغامِ کالبد بسوئے جاں کہ می برد

این خط پر ز مہر بدلبر کہ می برد — وین دردِ سر بمہر بدرماں کہ می برد

این نامہ نیست پیرہنِ خدمتِ ما بست — پر خون ز دستِ ہجر بجاناں کہ می برد

ما ایم و شرطِ بندگیش با ہزار شوق — این بندگی بحضرتِ ایشاں کہ می برد

زین تن رمیدہ چون دلِ جانِ من از فراق — کشتہ شدیم قصہ بسلطاں کہ می برد

گفتم بیا بگفت کہ دیوانہ گشتہ — اندوہِ مور پیشِ سلیماں کہ می برد

جاناں ز ابرِ ہجرِ تو ہر موئے نکہت — غم می برد و لے غمِ ہجراں کہ می برد

بو کہ بہ سر گرمیِ ہنگامہ‌ / یاد کنندم ز چنیں نامہ‌

سر کہ بسے ہست شکر نیستش / جز صفتِ چیز دگر نیستش

چوں سخن از لطف نشانے نداشت / کالبدش صورتِ جانے نداشت

وصف بران گونہ فرو راندہ ام / کز غرضِ قصہ فرو ماندہ ام

خالِ تکلف زدمش بر جمال / نغز نماید مگر اندر خیال

دیو بود یافتہ رہ در بہشت / بستنِ پیرایہ بخاتونِ زشت

عیب چناں نیست کہ بنہفتہ ام / کانچہ بگویند ہمہ گفتہ ام

چوں منم اندر قلبِ کانِ خویش ق معترفِ عجز بہ نقصانِ خویش

ہست امیدم کہ سخن پروراں / چوں نگرند از رہِ بینش دراں

عیب یکے نیست کہ جویند باز / چوں ہمہ عیب است چہ گویند باز

خردہ نہ گیرند بزرگی کنند / دنبہ چناں نیست کہ گرگی کنند

بارِ خدایا منِ غافل بہ راز ق ایں ورقِ سادہ کہ بستم طراز

گرچہ کہ امروز جمالِ من است / عاقبت الامر وبالِ من است

ہر چہ درو شد رقم از خوب و زشت / ایں ہمہ تقدیرِ تو بر من نوشت

عفو کن آں را کہ رضائے تو نیست / توبہ دہ از ہر چہ برائے تو نیست

چوں کرمت ہست ز جرمم چہ باک / تیرہ نہ شد بحر بیک مشتِ خاک

گیر کہ سفتم دُرِ ناسفتنی / یا سخنے بود کہ ناگفتنی

گفتی نگاه دار به فرمانِ خویش دل | دارم ولے بگوے کہ فرماں کہ می دہد

دردا کہ دل ز خسروِ بیچارہ می رود | وآگاہ نے ز بردنِ دل آں کہ می دہد

شد سخن ختم قبولے کہ خدایش دادہ ست

تا ابد باقی باد او مبادش پایاں

تمّت